# اطاعت کی اہمیت اور برکات


مصنف : سرافتخار احمد ایاز۔لندن

سنِ اشاعت : 2017ء

تعداد : 1000

پبلشر : ڈاکٹر سعدیہ ایاز،لندن۔یو.کے

00-44-2088790985

230 Worple Road, LONDON,
SW 20 8RH,
United Kingdom.

Printed In INDIA

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ والسَّلَامُ عَلٰی اَحۡمَد الموعُوۡدِ

○

# فہرست مضامین

# انتساب

یہ سعیٔ ناتمام اپنے دل وجان سے پیارے آقا

**سیدنا حضرت اقدس مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث** رحمہ اللہ علیہ

کے بابرکت نام نامی سے معنون کرتا ہوں

**... کہ ...**

آپ رحمہ اللہ علیہ کے زرّیں و بابرکت ارشادات و رہنمائی پر عمل کرنے سے اور آپ رحمہ اللہ علیہ کے فیض سے زندگی میں ایک انقلاب پذیر دور آیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا میں ترقیات عطا فرمائیں۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سیدنا حضور اقدس رحمہ اللہ علیہ کے درجات بلند کرتا رہے اور اس نالائق و نابکار کی اس ادنیٰ ترین کاوش کو قبول فرماتے ہوئے دین کی نمایاں خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے اور میرے بزرگان کی روح اس سے خوشی و مسرت حاصل کرے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

عاجز

**افتخار احمد ایاز**

ستمبر 2017ء لندن

# مکتوب مبارک

## سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

Z- 10-03-17

مکرم افتخار احمد ایاز صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے کتاب "اطاعت کی اہمیت اور برکات" کا مسودہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ بڑی اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ لیکن اس کی منظوری وکالت تصنیف نے ہی دینی ہے۔ اللہ اسے لوگوں کے ازدیاد علم وعمل کا موجب بنائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الخامس

نقل دفتر ps لندن

# عرض حال

اللہ تعالیٰ کے شکر کے جذبات سے لبریز دِل کے ساتھ یہ کلمات تشکر لکھ رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم اور احسان ہے کہ اس نے کتاب ’’ اطاعت کی اہمیت اور برکات‘‘ کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔الحمدللہ رب العالمین۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں،اس کے شکرادا کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ کے بے پناہ افضال وانعامات خاکسار کی ساری زندگی پر محیط ہیں۔ان تمام افضال و برکات کے حصول کا راز صرف اور صرف خلفائے کرام کی کامل اطاعت میں پنہاں ہے۔اطاعت کا یہی جذبہ ہے جو کہ زندگی میں ہم جو بھی چاہتے ہیں اس کو حاصل کرنے کا بہت ہی اہم اور بابرکت وسیلہ ہے۔میرا تجربہ ہے کہ بجائے اس کے کہ انسان دنیاوی وسائل پر انحصار کرے،اگر وہ خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کے راستہ پر چل پڑے اور بغیر کسی تجسس اور حجت کے خلیفہ وقت کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قدم قدم پر انعامات وافضال سے نوازتا ہے اور بندہ خداتعالیٰ کے افضال کی بارشوں کا ایک زندہ نشان بن جاتا ہے۔

کئی ایسے حالات بھی ہوتے ہیں کہ بظاہر کامل اطاعت کے راستہ پر قدم مارنا مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر ایسے حالات میں بھی کامل اطاعت کا جذبہ کارفرما ہو اور ہم بے خوف وخطر خلافت کے سائے میں خلیفہ وقت کے قدموں سے چمٹے رہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے ایسے پھل عطا فرماتا ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

کامل اطاعت کا یہی وہ جذبہ تھا جس نے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی کہ اطاعت کے بارہ میں قرآن مجید،احادیث نبویہؐ،حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک تعلیمات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفائے کرام کے ارشادات کو یکجائی صورت میں کتابی شکل میں جمع

کیا جائے تا کہ ہم سب ان ارشادات کو پڑھیں اوران پر عمل کرتے ہوئے روحانی مائدہ اوراخلاقی تقویت حاصل کرنے والے ہوں۔آمین۔

اس سلسلہ میں خاکسار محترم مولانا منیر احمد خادم صاحب کا بے حد ممنون ومشکور ہے جنہوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں بہت ہی محبت اور شفقت کے ساتھ رہنمائی بھی فرمائی اور تعاون بھی فرمایا۔اسی طرح میں محترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب اور محترم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب کا بھی بہت ہی ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے کتاب ھذٰ کو پڑھ کر کئی مفید مشورہ جات سے نوازا جن کو کتاب میں شامل کر کے اس کی خوبصورتی اور بڑھ گئی۔ نیز محترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب نے اس کتاب کیلئے انتہائی قیمتی پیش لفظ بھی رقم فرمایا جس میں فی الحقیقت اس کتاب کو چند صفحات میں سمودیا ہے۔

آخر میں خاکسار محترم مولانا منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن کا بھی بہت شکر گزار ہے جنہوں نے نہایت باریک بینی سے اس کتاب کو چیک کیا اور کئی مفید مشورہ جات سے نوازا۔اللہ تعالیٰ ان سب علماء سلسلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے،صحت وتندرستی کے ساتھ رکھے اور ان کے علم میں اللہ تعالیٰ بہت برکت عطا فرمائے تا ان کے فیض تا دیر جاری وساری رہیں۔اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے اور دین ودنیا میں اقبال وظفر سے ممتاز کرے۔آمین۔

آخر میں پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ سب کام اُس کی مدد سے ہی ہوتے ہیں اور یہ کام بھی اس کی ہی تائید اور نصرت سے ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کی اشاعت کے اعلیٰ مقاصد احسن رنگ میں پورے ہوں۔آمین۔ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

عاجز

افتخار احمد ایاز

لندن

# دیباچہ

(محترم مولانا منیر احمد خادم صاحب - ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد جنوبی ہند)

اطاعت وہ بنیادی ستون ہے جس پر کسی بھی قوم کی عمارت کا ڈھانچہ مضبوتی سے کھڑا ہوتا ہے۔ اور پھر جس قدر اطاعت کا معیار بڑھا ہوا ہوگا اتنی ہی وہ عمارت خوبصورت اور پُر رونق ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ اصول اگرچہ دین ودنیا میں ہر جگہ کارفرما ہے لیکن جہاں تک دینی والٰہی سلسلوں کا تعلق ہے تو اطاعت کو اس قدر لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعتِ کامل کو ''سجدہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے چنانچہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرشتوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ ان کو ''سجدہ'' کریں۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے تمثیلی زبان میں سجدہ ایک ایسی کامل ومکمل اطاعت تھی جہاں کسی قسم کی نافرمانی تو دور کی بات ہے، دئے گئے حکم سے ذرہ برابر بھی ادھر اُدھر ہٹنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور انبیاء علیہم السلام کے حوالہ سے اسی اطاعت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء:65)

یعنی ہم نے کوئی رسول بھی، سوائے اس کے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، نہیں بھیجا۔

اور اس اطاعت کے بلند و بالا معیار کے متعلق فرمایا کہ بظاہر نافرمانی کا شائبہ تو ممکن ہی نہیں ہے دل میں بھی کسی قسم کا انقباض نہیں ہونا چاہئے۔ فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۞ (النساء:66)

یعنی تیرے رب کی قسم وہ اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آنحضرت ﷺ کے باہمی فیصلوں کو اس رنگ میں تسلیم کریں کہ اپنے دلوں میں ذرہ سی بھی تنگی اور انقباض محسوس نہ کریں۔

یہی وہ چیز ہے جو آج کے اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد خلافت احمدیہ کے ذریعہ ایک عظیم نعمت کی شکل میں ہمیں حاصل ہوئی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ احمدیوں کی بھاری تعداد خلیفۂ وقت کی کامل اطاعت و فرماں برداری کے لحاظ سے پوری دنیا میں روشن مثالیں رکھتی ہے۔

اطاعت کے اس قدر اہم مضمون پر اگرچہ ہماری جماعت میں عرصہ سو سال سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے عظام کے زرّیں ارشادات و فرمودات پھیلے پڑے ہیں اور علماء سلسلہ کے متفرق مضامین میں اس تعلق میں بہت کچھ لکھا بھی گیا ہے لیکن غالباً یہ پہلا موقعہ ہے کہ محترم سر افتخار احمد ایاز صاحب نے اطاعت کے تعلق سے ایک جامع کتاب ترتیب دی ہے جس میں قاری کو ایک ہی جگہ اطاعت کے تعلق سے کافی و شافی مواد حاصل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ محترم ڈاکٹر صاحب موصوف کو، جو ایسی قلمی و علمی خدمات میں مصروف ہیں، جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنے پیارے امام سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے زیر سایہ کامل اطاعت و وفا کے بلند پہاڑ سر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا وقتیکہ عالمگیر غلبہ اسلام کا قرآنی وعدہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پورا ہو جائے۔ آمین۔

خاکسار

منیر احمد خادمؔ، قادیان

# پیش لفظ

(محترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب۔ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن، یوکے)

مکرم ومحترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی ہر لحاظ سے بہت سی ممتاز خدمتوں کی سعادت سے نوازا ہے۔انہی میں سے ایک آپ کی تصنیفی خدمات ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ گزشتہ کئی سال سے آپ اپنی دیگر متنوّع اور متعدّد مصروفیات کے ساتھ ساتھ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔قبل ازیں آپ کی تین کتب:

1۔ وقف زندگی کی اہمیت اور برکات

2۔ خلافت کی اہمیت اور برکات

3۔ واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائید ونصرت کے ایمان افروز واقعات

زیور طبع سے آراستہ ہوکر بہت سے افراد کے لئے فیضان رسانی اور تقویتِ ایمانی کا موجب بنتے ہوئے قبولیت کا شرف پا چکی ہیں۔

مذکورہ بالا کتب میں سے پہلی کتاب یعنی ’’وقف زندگی کی اہمیت اور برکات‘‘ کا تو انگریزی زبان میں بھی ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور اس وقت فرنچ زبان میں ترجمہ زیر طباعت ہے۔اس کی مقبولیت اور پسندیدگی کی وجہ سے اب یہ عربی زبان میں بھی زیر ترجمہ ہے۔امید ہے دیگر کتب کا بھی انگریزی اور دوسری اہم زبانوں میں ترجمہ کر کے انہیں شائع کیا جائے گا تا کہ ان کا دائرہ فیض وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے اور یوں یہ امر خود مصنف کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ افراد کی دعاؤں کے حصول اور برکات کا موجب ہو۔

محترم سر افتخار احمد ایاز صاحب نے اب ایک اور نہایت اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے یعنی

''اطاعت کی اہمیت اور برکات'' اوراس وقت یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے اس موضوع کی اہمیت اور برکات آپ پر خوب روشن اور واضح ہو جائیں گی کیونکہ جن مآخذ سے یہ کتاب تیار کی گئی ہے وہ نہایت مستند اور بہت ہی مقدس اور مبارک ہیں۔یعنی یہ کتاب اس موضوع پر کلامِ الٰہی قرآن مجید وفرقان حمید، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کے ارشادات اور فرمودات پر مشتمل ہے۔اور کون نہیں جانتا کہ یہ سب مآخذ آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلا شبہ ہدایت اور کامیابی کا سرچشمہ ہیں۔

پھر اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرامؓ اور دیگر صلحاء اور بزرگان کی عملی اطاعت کے نہایت اثر انگیز، روح پرور اور ایمان افروز واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جن سے اطاعت اور اس کی برکات کا مضمون اَور بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ اطاعت کا مضمون نہایت ہی اہم اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔اس کا تعلق صرف انسان سے نہیں بلکہ تمام نظام کائنات کے ساتھ ہے اور کسی بھی نظام کی کامیابی کے لئے خواہ وہ نظام دینی ہو یا دنیاوی، اطاعت ایک لازمی تقاضا اور جُزو لاینفک ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی اور ان میں ان کی طاقتیں اور صلاحیتیں ودیعت فرمائیں اور انہیں ایک مستحکم نظام میں پرو دیا تو پھر آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے یا مجبوری سے، طَوْعًا اَوْ كَرْهًا، ان قوانین کی پابندی کرو اور اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو تو ان دونوں نے اطاعت کا عہد باندھا اور کہا کہ ہم خوشی سے اطاعت کرتے ہیں۔ (الصافات:12)

دوسری جگہ فرمایا کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور ان کے سائے بھی صبح بھی اور شام کو بھی اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں(الرعد:16)اس کا ''یہ مطلب نہیں کہ انسان کی طرح سجدہ کرتے ہیں بلکہ سجدہ کے معنی فرمانبراری کے ہوتے ہیں اور آیت کا یہ مطلب ہے کہ صبح وشام تمام کائنات قانون

قدرت کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے۔‘‘

(تفسیر صغیر از حضرت المصلح موعودؓ حاشیہ زیر آیت سورۃ الرعد آیت 16)

اسی مضمون کو سورۃ آل عمران میں یوں بیان فرمایا:

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ○

(آل عمران:84)

یعنی آسمانوں اور زمین میں جو (کوئی بھی) ہے خوشی سے (بھی) اور ناخوشی سے (بھی) اُسی کا فرمانبردار ہے اور اُسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ان آیات کریمہ میں یہ بتایا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی کر رہی ہے، خوشی سے یا ناپسندیدگی سے۔ مومن، کافر، مشرک اور دہریہ تک سب قانون قدرت کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ انسان ہوں یا حیوان۔ عالم نباتات ہو یا عالم حشرات۔ گردش لیل ونہار ہو یا سورج، چاند، ستارے، سیارے۔ سبھی خدائے عزیز وعلیم کی تقدیر کے قانون کے پابند اور مطیع وفرمانبردار ہیں۔ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ○ (یٰسین:41)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: یعنی ’’سورج کو یہ طاقت نہیں کہ چاند کی جگہ پہنچ جائے اور نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے۔ کوئی ستارہ اپنے فلک مقرری سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔‘‘ (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 523 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اسی طرح آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یعنی ’’آفتاب چاند کو پکڑ نہیں سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے، دن پر جو مظہر آفتاب ہے، کچھ تسلّط کر سکتی ہے۔ یعنی کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 370)

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک حصہ تو وہ ہے جس سے نافرمانی کا صدور ممکن ہی نہیں۔ اسے

عدم اطاعت کا اختیار ہی نہیں دیا گیا۔ جیسے ملائکۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ: لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ○ (التحریم:7) یعنی وہ اللہ کی، اس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے سرِ مُوانحراف نہیں کر سکتے۔

مخلوقات الٰہی میں سے صرف انسان ہے جسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو خدا کے حکموں کو مانے اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہوئے اطاعت کے نتیجہ میں اس کے فوائد اور برکات سے حصہ پائے اور چاہے تو نافرمانی کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عتاب کا مورد ٹھہرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن و حدیث میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بتا دیا گیا کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے (آل عمران:20) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری۔ اور اس نے انسانوں کے لئے اسلام کو ہی بطور دین پسند فرمایا ہے۔ (المائدہ:4) انسان کو فطرت اسلام پر ہی پیدا کیا گیا ہے اور اسے یہی تعلیم ہے کہ وہ اس فطرت کو اختیار کرے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا ہے۔ (الروم:31) اور جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے گا تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران:86)

دوسری طرف وہ لوگ جو اسلام کی حقیقت پر قائم ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیں یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کو پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیں اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائیں اور اپنے وجود کی تمام طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیں اور اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کے ہو جائیں تو ان کے لئے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور وہ ہر قسم کے خوف اور حزن سے بچائے جائیں گے۔ (البقرۃ:113) ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی عظیم بشارتیں ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے وعدے ہیں۔ (التوبہ:471، آل عمران: 133، النور:57) یہی لوگ حقیقی فلاح پانے والے اور فائز ون

ہیں۔ (النور:52-53) انہیں اس دنیا میں بھی خدا کی طرف سے بڑے عظیم الشان انعامات عطا ہوں گے اور آخرت میں بھی وہ خدا کی رضا کی جنتوں کے وارث ٹھہریں گے۔ اور یہی فوزِ عظیم ہے (النساء:14) یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی ہے جس کے نتیجہ میں انسان منعمین علیہم میں شامل ہو کر نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے کمالات کو حاصل کر سکتا ہے۔ (النساء:70)

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اطاعت اللہ تعالیٰ کا ذاتی حق ہے اور صرف اُسی سے خاص ہے۔ کیونکہ وہی ایک ذات ایسی ہے جو رَبّ العالمین ہے، اَلرَّحمان ہے، اَلرَّحیم ہے۔ مالك یوم الدّین ہے۔ اُس کے علاوہ کوئی ان اُمّہات الصفات سے متصف نہیں اور اس کی یہ عظیم صفات تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اس کے سامنے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کریں اور اس کی محبت اور اطاعت میں اس طرح اپنے آپ کو فنا کر دیں کہ گویا اپنے وجود سے کلیۃً کھوئے جائیں اور صرف اسی محبوب ازلی کی رضا ہمارا مقصود و مطلوب ہو۔ تسلیم و رضا کی حقیقت عالیہ کا نام ہی عبادت ہے اور یہی اسلام کا اصل مفہوم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضئ خدا

سورۃ فاتحہ میں امہات الصفات کے ذکر کے بعد اِیَّاكَ نَعبُدُ کے الفاظ میں یہی تعلیم ہے جو انسانوں کو دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا(الحج:35) کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس اس کی فرمانبرداری کرو۔

''سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرمانبرداری کس طرح کی جائے؟ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے احکام دینے کیلئے خود دنیا میں نہیں آتا۔''

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ زیر تفسیر سورۃ الکافرون)

اور دوسری طرف: ''ہر ایک شخص کو خود بخود خدا سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے۔اس کے واسطے، واسطہ کی ضرورت ہے۔''

(ارشاد حضرت مسیح موعودؑ۔البدر جلد 2 نمبر 14 ۔24اپریل1903ء)

چنانچہ خدا تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بعض وجودوں کو منتخب کر کے اپنی وحی والہام سے سرفراز فرماتا ہے۔اور پھر وہ مبارک ومقدس اور اَلْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار وجود اس وحی الٰہی کی کامل اِتباع کے ذریعہ اپنے دَوراور زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بنتے ہیں اور پھر خدا کے حکم سے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ بھی ان کی اطاعت کر کے اپنے خالق ومالک تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور اس کی اطاعت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ رسولوں کو یہ مرتبہ واسطہ بننے اور مطاع ہونے کا خدا کے انتخاب کے نتیجہ میں اور اس کے حکم سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس اصول کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ(النساء:65) (ترجمہ)اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دیا۔(النساء:81)

الغرض اصل اطاعت خدا تعالیٰ سے خاص ہے اور مخلوقات میں سے اس کے رسولوں یا اولو الامر کی اطاعت یا والدین کی اطاعت خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی اطاعت کے حکم اور ان کے لئے محدود اور معین طور پر بعض شرائط سے مخصوص حقِ اطاعت ان کو تفویض کرنے کے نتیجہ میں ہے۔

اس پہلو سے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اللہ و رسول کے علاوہ دیگر افراد کی اطاعت کے بارہ میں اصولوں کو بڑی صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً ان میں سے ایک بنیادی اور غالب اور رہنما اصول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ والدین ہوں یا اولی الامر کوئی ایسا حکم دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات سے متصادم ہے تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی بلکہ معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا ہے اور خدا اور رسول کے فرمودات کے

مطابق ہی تعمیل کرنی ہے۔(النساء:60)

آج کل جمہوریت کے بڑے راگ الاپے جاتے ہیں اور بہت سے فیصلے محض اکثریت کی بنا پر کئے جاتے ہیں۔قطع نظر اس کے کہ وہ اکثریت حق پر ہے یا نہیں اور عدل وانصاف اور حق وحکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے والی ہے یا نہیں۔قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ محض اکثریت کو دیکھ کر آنکھیں بند کر کے ان کی اطاعت نہیں کرنی کیونکہ اگر وہ اکثریت گمراہ ہے تو اس کی اتباع سے آپ بھی نقصان اٹھائیں گے۔(الانعام: 117)

خدا کا نبی جب اس کا پیغام لے کر آتا ہے تو اکیلا ہوتا ہے اور اس کے مقابل پر ایک بھاری اکثریت اسے جھٹلاتی ہے اور اپنی اکثریت کے زعم میں اسے مظالم کا نشانہ بناتی ہے لیکن خدا کا فرستادہ ان کی اکثریت کے دباؤ میں نہیں آتا اور نہ ان کی پیروی کرتا ہے اور نہ ان کے کہنے سے خدا کا پیغام پہنچانے سے رکتا ہے بلکہ یہی اعلان کرتا ہے کہ اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (یونس:16) کہ مَیں تو صرف اس وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو میری طرف کی گئی ہے۔چنانچہ وہ صبر کے ساتھ اپنا کام کرتا چلا جاتا ہے اور اتباع وحی الٰہی سے شمّہ بھر بھی انحراف نہیں کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ معاندین ومکذّبین کی اکثریت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر تتّر بتّر ہو جاتی ہے اور بتدریج مکفّرین و مکذّبین کی اکثریت اقلیت میں اور مومنین کی اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوتی جاتی ہے اور اطاعت الٰہی کے فیض سے انجام کار نبی اور اس کے متبعین غالب آتے ہیں اور فوزِ عظیم سے ہمکنار کئے جاتے ہیں۔

الغرض نبی ورسول کی یا اس کے خلفاء کی اطاعت ان مبارک وجودوں کے تعلق باللہ اور ان کی اتباع وحی الٰہی اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس منصب امامت پر فائز کئے جانے کے باعث ہے۔خدا تعالیٰ کی سنّت یہی ہے کہ جب وہ خلقت کو اپنی طرف بلانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ہی ایک بندہ کے ذریعہ سے ایسا کرتا ہے اور پھر جو کچھ وہ بندہ کرتا ہے اس میں ہو کر کرتا ہے اور اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔انبیاء ورسل اگر اَطِیْعُوْنِ کی صدا بلند کرتے ہیں تو وہ ایسا خدا کے حکم سے

کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کے لئے کسی نام ونمود یا عزت اور جاہ وحشمت یا کسی قسم کی فضیلت یا منصب کے طلبگار نہیں ہوتے۔ نہ ہی انہیں انسانوں سے کسی ستائش کی تمنّا یا صلہ کی امید ہوتی ہے بلکہ لَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا (الانعام:91۔الشوریٰ: 24۔ ھود: 52) ان کا شعار ہوتا ہے اور اس بات پر انبیاء علیہم السلام اور ان کے برحق خلفاء کی پاک ومطہر زندگیاں عملی طور پر گواہِ ناطق ہوتی ہیں۔ وہ دنیا کی دولتوں، عُہدوں یا منصبوں سے بے نیاز محض خدا کے در کے فقیر اور عجز وانکسار کا پیکر ہوتے ہیں۔

الغرض نبی ورسول کی اطاعت کا حکم اس لئے ہے کہ وہ خود اطاعت الٰہی کا بہترین نمونہ ہوتا ہے اور اس کے بعد جو نبی کے خلفاء اور پھر الٰہی جماعت کے نظام میں درجہ بدرجہ مقرر کردہ امراء اور عہدیداران کی اطاعت کا حکم ہے اس میں بھی یہ مضمون داخل ہے کہ وہ ذمہ داران سب سے اوّل خود اطاعت کا نمونہ بنتے ہیں۔ اگر وہ اپنے سے بالا کی یا اس نظام کی اطاعت نہیں کرتے جس میں انہیں مُطاع کے منصب پر فائز کیا گیا ہے تو وہ فی الحقیقت دوسروں سے اپنی اطاعت کا حق کھو بیٹھتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''...امراء کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہر جماعتی عہدیدار کو کہ اس نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو خود اس کے لئے لازم ہے کہ اوّل وہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ بنے۔ یعنی اپنے سے بالا پر نظر رہے اور وہ بہترین اطاعت کا نمونہ بن جائے...''

فرمایا: ''...جو امیر مقرر ہو اور خاص طور پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امیر مقرر ہو اس کے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انسانی فطرت کو نظر انداز کر کے محض اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے مامور بنا دیا ہے وہ یہ سمجھے کہ اب ہر شخص کا فرض ہے میری اطاعت کرے اور اطاعت میں حدکمال کو پہنچ جائے مگر میں بس صرف مامور بن کر بیٹھا رہوں گا۔ میرا کام اطاعت قبول کرنا ہے اس سے بڑھ کر نہیں۔ یہ درست نہیں۔ یہ فطرت انسانی کے خلاف بات ہے۔ اور قرآن فطرت کے مطابق ہے۔''

قرآن مجید و احادیث میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ انسانوں کی اطاعت کی حدود کیا ہیں؟ اور وہ کن اصولوں اور قواعد وضوابط کے ساتھ مشروط ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں فرمایا کہ شیطان کی پیروی نہیں کرنی۔ (البقر:209،النور:22، یسین :61، الانعام :143)

جس کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ نہ ہو یا وہ کامل توحید پر نہ چلتا ہو۔ جس کا دل اللہ کی یاد سے اس کے ذکر سے غافل ہو اور وہ ہوائے نفس کی پیروی کرنے والا ہو اُس کی اطاعت نہیں کرنی۔ (الکہف:29) کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہیں کرنی۔(الفرقان:63،الاحزاب:2) قرآن کریم اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکذّبین کی اطاعت نہیں کرنی۔(القلم:9)

بجائے ثابت شدہ حقائق اور واقعات پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھنے کے محض بڑھ چڑھ کر قسمیں کھانے والے ذلیل شخص اور سخت عیب جُو، نیکوں پر طعنہ زنی کرنے والے، بکثرت چغلیاں کرنے والے، خیر اور بھلائی سے، نیکیوں سے روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے اور سخت گنہگار، بدلگام ،بہت سخت گیر اور خدا کا بندہ ہوکر شیطان سے تعلق رکھنے والے کی اطاعت نہیں کرنی۔(القلم:11 تا14) والدین بھی اگر شرک کی تعلیم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنی۔(العنکبوت:9 ،لقمان:16) اہل کتاب کی اطاعت بھی نہیں کرنی جن کی پیروی کے نتیجہ میں اس بات کا احتمال ہو کہ انسان ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جائے گا۔(آل عمران:100)

اسی طرح اسراف کرنے والوں، زیادتی کرنے والوں، زمین میں فساد کرنے والوں اور صلح اور اصلاح کا طریق اختیار نہ کرنے والوں کی بھی اطاعت نہیں کرنی۔ (الشعراء:152،153)

قرآن مجید میں جہاں یہ فرمایا کہ جنّ و اِنس کی پیدائش سے غرض یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں(الذریات:57) وہاں یہ بھی بتایا کہ عبادت کی غرض تقویٰ کا حصول ہے (البقرہ:22) پھر قرآن مجید میں تقویٰ کے تقاضوں، اس کی علامات اور اس کے درجات کا جابجا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ( التغابن:17)

یعنی اپنی استطاعت کے مطابق تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس تقویٰ کے حصول کے لئے حکم کے

ساتھ ہی فرمایا:

وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (التغابن:17) یعنی تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز سنو اور اس پر لبیک کہتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔ دوسری جگہ تقویٰ کے بلند ترین مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران:103) اللہ کا تقویٰ اس طرح اختیار کرو جیسا تقویٰ کا حق ہے اور وہ کامل اور ارفع و اعلیٰ مقام تقویٰ کا کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ ساتھ ہی فرمایا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103) تم ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

''اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جاؤ کیونکہ موت تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی بھی زندگی کے کسی حصہ میں بھی اسلام کو نہیں چھوڑنا تا کہ جب بھی تمہیں موت آئے اسلام پر ہی آئے۔''

(تشریحی نوٹ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ زیر آیت مذکورہ)

یہی وہ بات ہے جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تاکیدی وصیت کی تھی کہ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:133) یعنی ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار رہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت فرمانبردار رہنا تا کہ موت بے وقت نہ آئے۔

قصہ مختصر یہ کہ اطاعت کا مضمون بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور قرآن مجید و احادیث نبویہ میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے ارشادات میں اس کے مختلف پہلوؤں پر بہت ہی بصیرت افروز اور سیر حاصل رہنمائی موجود ہے۔

ہم جو اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام کامل حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بیعت میں شامل اور خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستگی کے نتیجہ میں اس الٰہی جماعت کے فرد ہیں، ہمارے لئے اطاعت خلافت اور اطاعت نظام کا مضمون غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اور ہمارا

فرض ہے کہ ہم گہری نظر کے ساتھ اور عرفان کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں سے آگاہی حاصل کریں اور خدا تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہوئے ،اسلام کی حقیقت پر قائم ہوتے ہوئے ،اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی سعی کریں تا کہ اطاعتِ الٰہی کی برکات سے حصہ پائیں اور ہماری دنیا و آخرت سنور جائیں اور اسلام پر ہی آئے جب آئے قضا ہمیں۔رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔

اُمید ہے کہ محترم سرافتخار احمد ایاز صاحب کی یہ تالیف اس پہلو سے بہت مفید اور اہم کردار ادا کرے گی اور افراد جماعت اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی کوشش کریں گے۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔

والسلام

نصیر احمد قمر

ایڈیشنل وکیل الاشاعت لندن، یوکے

# مکتوب

## محترم مولانا لئیق احمد طاہر صاحب ۔(ریجنل مشنری یو.کے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومخدومی ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے۔آپ نے نہایت قیمتی مواد اطاعت کی اہمیت و برکات سے متعلق اس تالیف لطیف میں جمع کر دیا ہے۔سمجھ نہیں آتی کہ آپ کہاں سے اتنا وقت نکال لیتے ہیں۔یقیناً فرشتوں کی تائید ونصرت آپ کے ساتھ ہے۔

میں نے چیدہ چیدہ صفحات پڑھے ہیں۔اور دو تین دن میں کافی وقت اس کے مطالعہ سے حظ اٹھایا ہے۔بَارکَ اللّٰہُ فی سَعْیِکُمْ۔آمین۔

والسلام

لیئق احمد طاہر

خاکسار

لئیق احمد طاہر

ریجنل مشنری۔یو.کے

30 مئی 2017ء

# عبادت اور اطاعت دو عظیم خُلق

عبادت اور اطاعت دو ایسے خُلق ہیں جو ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی فلاح و کامیابی کیلئے اور اسے اپنی گود میں بٹھانے کیلئے اس کی فطرت میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ عبادت اپنے پیدا کرنے والے کی اور اطاعت ان عظیم الشان وجودوں کی جنہیں وہ اس دنیا میں عبادت کے سلیقے اور بنی نوع انسان سے محبت کے طریقے سکھانے کیلئے مبعوث فرماتا ہے۔ نہ صرف ان کی اطاعت کا حکم ہے بلکہ قرآن مجید نے ان کی اطاعت کی کاملیت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اسے تمثیلی طور پر سجدہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ لیکن وہ جو فطرت کو مسخ کر کے ان ہر دو اخلاق سے بغاوت کرتے ہیں، باری تعالیٰ نے اپنی کتابِ حکیم میں ان کا نام ابلیس اور شیطانِ لعین رکھا ہے اور اِباء و اِستِکبار ان کی فطرت کا خاصہ قرار دیا ہے۔

اطاعت سے متعلق اگرچہ اسلام سے قبل بھی انبیاء علیہ السلام نے درس دیا ہے لیکن جس رنگ میں قرآن مجید نے اسکی حقیقت کو سمجھایا ہے وہ اس کی جامعیت اور کاملیت کے لحاظ سے ایک الگ ہی شان رکھتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرشتوں کے سجدہ آدم اور شیطان کے تکبر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یاد کرو وہ وقت جب تیرے خدا نے (جس کا تو مظہر اتم ہے) فرشتوں کو کہا کہ مَیں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب مَیں اس کو کمال اعتدال پر پیدا کرلوں اور اپنی روح میں سے اس میں پھونک دوں تو تم اس کیلئے سجدہ میں

گرو۔ یعنی کمال انکسار سے اس کی خدمت میں مشغول ہو جاؤ اور ایسی خدمت گزاری میں جھک جاؤ کہ گویا تم اسے سجدہ کر رہے ہو۔ پس سارے کے سارے فرشتے انسان کامل کے آگے سجدہ میں گر پڑے، مگر شیطان جو اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ جاننا چاہئے کہ یہ سجدہ کا حکم اس وقت سے متعلق نہیں ہے جب حضرت آدم پیدا کئے گئے بلکہ یہ علیحدہ ملائک کو حکم کیا گیا کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے اور اعتدال انسانی اس کو حاصل ہو جائے اور خدائے تعالیٰ کی روح اس میں سکونت اختیار کرے تو تم اس کامل کے آگے سجدہ میں گرا کرو۔ یعنی آسمانی انوار کے ساتھ اس پر اُترو اور اس پر صلوٰۃ بھیجو۔ سو یہ اس قدیم قانون کی طرف اشارہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی زمانہ میں اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ کی روح اس کے اندر آباد ہوتی ہے۔ یعنی اپنے نفس سے فانی ہو کر بقا باللہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص طور پر نزول ملائکہ کا اس پر شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ سلوک کی ابتدائی حالات میں بھی ملائک اس کی نصرت اور خدمت میں لگے ہوئے ہوتے ہیں لیکن یہ نزول ایسا اتم اور اکمل ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم رکھتا ہے، اور سجدہ کے لفظ سے خدائے تعالیٰ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ملائکہ انسانِ کامل سے افضل نہیں ہیں بلکہ وہ شاہی خادموں کی طرح سجدات تعظیم انسان کامل کے آگے بجا لا رہے ہیں۔‘‘

(توضیح مرام صفحہ 48 تا 50 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم۔ تفسیر سورۃ الحِجْر آیت 30 مطبوعہ نظارت نشر و اشاعت قادیان)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عرصہ سو سال سے خلافت کی رسّی سے چمٹی ہوئی ہے اور اس گُر کو سمجھ چکی ہے کہ اس کی تمام ترقیات خلافت احمدیہ

سے وابستہ ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ جماعت احمدیہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے تمام میدانوں میں خلافت کی کامل اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔ چاہے عبادت کا میدان ہو، مالی قربانی کا میدان ہو یا مخلوق خدا سے ہمدردی کا میدان ہو۔ اگر خلیفۂ وقت نے نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کی تو مساجد بھرنی شروع ہو گئیں۔ مریض اور معمر حضرات بھی گھروں میں بند رہنے کو باعث تکلیف سمجھنے لگے۔ اگر مالی قربانی کی تلقین کی تو غریب مزدوروں نے بھی قربانی کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔ غریب عورتوں نے اپنے گلے کے زیور اُتار دیئے۔ اُمراء نے زمینیں اور جائیدادیں وقف کر دیں۔ قرآن مجید پڑھنے کی تحریک کی تو بڑی سے بڑی عمر کے لوگوں نے قرآن مجید باترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ حفظ قرآن کی تحریک کی تو بوڑھوں نے بھی قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر جانوں کی قربانی کا موقع آیا تو خلیفۂ وقت کی محبت میں جانیں بھی قربان کر دیں۔

گزشتہ سو سالوں میں خلافت احمدیہ کے ان پروانوں نے صرف اموال کی قربانیاں ہی پیش نہیں کی ہیں بلکہ خلافت احمدیہ کی خاطر اطاعت و وفا کے ان پیکروں نے نہایت خوش دلی سے اپنی قیمتی جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے ہیں۔ جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے اگرچہ انڈونیشیا میں بھی ہیں بنگلہ دیش میں بھی ہیں سری لنکا میں بھی ہیں اور انڈیا میں بھی ہیں اور دیگر ممالک میں بھی ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اطاعت خلافت کے رُوح پرور واقعات اُس وقت تک مکمل ہو ہی نہیں سکتے جب تک پاکستان کے جیالے اور بہادر احمدیوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ اور جب تک خلافت کے ان فدائی پروانوں کی ایمان افروز داستانیں نہ سُنی جائیں۔

قیام پاکستان کے بعد سے لے کر آج تک فدائیت کے یہ مجسمے قربانیوں کی نئی سے نئی ایمان افروز تاریخیں رقم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انفرادی قربانیاں بھی پیش کر رہے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی جانوں کے نذرانے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں جس سے تمام دنیا کے احمدی اپنے ایمانوں کی مضبوطی حاصل کر رہے ہیں۔ باوجود طرح طرح کے ظلموں کو برداشت کرنے کے پھر بھی ہر میدان میں ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور خلافت احمدیہ سے اخلاص و وفا کا کوئی بھی

موقع ہو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2010ء میں ایسی ہی ایک عظیم الشان احمدی ماں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک طالب علم جسے لاہور کی مسجد میں دو گولیاں لگی تھیں اس نے بتایا کہ جب اس نے زخمی حالت میں ماں کو فون کر کے بتایا کہ اس طرح گولیاں لگی ہیں اور خون بہہ رہا ہے تو بہادُر ماں نے جواب دیا کہ بیٹا میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا اگر شہادت مقدر ہے، خبریں آ رہی ہیں کہ لوگ شہید ہو رہے ہیں تو جرأت سے جان خدا کے حضور پیش کرنا۔ کسی قسم کی بزدلی نہ دکھانا۔ حضور فرماتے ہیں بہرحال اس بچے کو خدا نے محفوظ رکھا۔ آپریشن سے گولی نکال دی گئی۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 10 / مارچ 2011ء)

قارئین کرام! جس قوم کی ایسی مائیں ہوں جو اپنے بیٹوں کو شہادت کے لئے تیار کر رہی ہوں، ایسے لواحقین ہوں جو آئندہ قربانیوں کے لئے تیار بیٹھے ہوں ایسی قوم کو غلبۂ اسلام کی منازل طے کرنے سے کون روک سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم احمدیوں کو نسل در نسل وقت کے خلیفہ کی کامل اطاعت و فرمانبرداری کر کے زمرۂ ابرار میں شامل فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

○○

# اطاعت اور ارشادات ربانی

## اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد اولی الامر کی اطاعت

❁ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (النساء:60)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی، اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولی الامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

❁ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝ (النساء:81)

ترجمہ: جو اس رسول کی پیروی کرے تو اُس نے اللہ کی پیروی کی اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے اُن پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

## اللہ اور رسول کے فیصلہ کے برعکس فیصلہ چاہنا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۝ (الاحزاب:37)

ترجمہ: اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کیلئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اپنے معاملہ میں ان کو فیصلہ کا اختیار باقی رہے۔

## اطاعت پر اجر عظیم اور نافرمانی پر دردناک عذاب

۞ فَاِنۡ تُطِيۡعُوۡا يُؤۡتِكُمُ اللّٰهُ اَجۡرًا حَسَنًا ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا كَمَا تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا. (الفتح:17)

ترجمہ: پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں بہت اچھا اجر عطا کرے گا اور اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ گے جیسا کہ پہلے پیٹھ پھیر گئے تھے وہ تمہیں بہت دردناک عذاب دے گا۔

## اللہ اور رسول کی اطاعت کی صورت میں چار انعامات

۞ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا○ (النساء:70)

اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

## صراط مستقیم کی اتباع کا حکم

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ○ (الانعام:154)

ترجمہ: اور یہ (بھی تاکید کرتا ہے) کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو اور مختلف راہوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس کے راستہ سے ہٹا دیں گی یہ ہے وہ جس کی وہ تمہیں تاکیدی نصیحت کرتا ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

## خطوات شیاطین کی پیروی نہ کرو

❁ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (النور:22)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں پر مت چلو اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ جان لے کہ شیطان بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے۔

## شیطان کے فتنہ سے بچنے کا حکم

❁ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۝ (الاعراف:28)

ترجمہ: اے بنی آدم! شیطان ہرگز تمہیں بھی فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا اس نے ان سے ان کے لباس چھین لئے تا کہ ان کی برائیاں ان کو دکھائے۔

## نبی کی اتباع اور پیروی

❁ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (النساء:65)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

## حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ماننا

❁ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء:66)

ترجمہ: نہیں! تیرے رب کی قسم! وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تمہیں ان امور میں منصف نہ بنا لیں۔ جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ پھر تو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔

## رسول جو دے وہ لے لو جس سے روکے رک جاؤ

❁ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝ (الحشر:8)

ترجمہ: اور رسول جو تمہیں عطا کرے تو اسے لے لو اور جس سے تمہیں روکے اُس سے رک جاؤ۔

❁ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ

(آل عمران:32)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

## اللہ کی محبت کی خاطر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ضروری ہے

❁ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ

(آل عمران:32)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

## اللہ اور رسول کی اطاعت کی فرضیت

❁ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران:133)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

## اللہ کی ہدایت کی پیروی

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ڏ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ (طٰہٰ:124)

ترجمہ: پس لازم ہے کہ جب بھی میری طرف سے تم تک ہدایت آئی اور جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب۔

## اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہنا

۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ○ (الانفال:25)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو۔ جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی (جان لو) کہ تم اُسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

## اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اپنی توجہ دین کی طرف مرکوز رکھنا

۞ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○

(سورہ یونس:106)

ترجمہ: اور (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ اور تو ہرگز مشرکوں میں سے نہ بن۔

۞ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○ (المومن:15)

ترجمہ: پس اللہ کو اسی کی خاطر اطاعت کو خالص کرتے ہوئے پکارو۔ خواہ کافر ناپسند کریں۔

○○

# اطاعت اور فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## اُمراء اور حکام کی اطاعت

❁ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ فِیْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ۔ (مُسْلِمْ كِتَابُ الْاَمَارَةُ بَابُ وَجُوْبُ طَاعَةِ الْاُمَرَاءِ فِی غَيْرَ مَعْصِيَةٍ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی، حق تلفی اور ترجیحی سلوک غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکمِ وقت کے حکم کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

❁ عَنْ اَبِیْ الْوَلِيْدِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامَتِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ : فِیْ الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا ، وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْهِ بُرْهَانٌ وَعَلٰى اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ (مُسْلِمْ كِتَابُ الْاَمَارَةُ بَابُ وَجُوْبُ طَاعَةِ الْاُمَرَاءِ )

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت کے وقت عہد لیا کہ تنگی ہو یا آسائش، خوشی ہو یا ناخوشی ہر حال میں ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے۔ نیز ہم ان لوگوں سے جو کام کے اہل

اور صاحبِ اقتدار ہیں مقابلہ نہیں کریں گے سوائے اس کے کہ ہم کھلا کھلا کفر دیکھیں اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برہان آجائے کہ حکّام غلطی پر ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور حق بات کہیں گے۔

❁ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ ، وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ۔

(مُسْلِمْ کِتَابُ الْاِمَارَةُ بَابُ وَجُوبُ طَاعَةِ الْاُمْرَاءِ فِی غِیْرِ مَعْصِیَةٍ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے حاکمِ وقت کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جو حاکمِ وقت کا نافرمان ہے وہ میرا نافرمان ہے۔

❁ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبْشِیٌّ کَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِیْبَةٌ۔

(بُخَاری کِتَابُ الْاَحْکَامِ بَابُ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ ایک حبشی غلام کو ہی کیوں نہ تمہارا افسر مقرّر کر دیا جائے یعنی جو بھی افسر ہو اس کی اطاعت کرو۔ چاہے اُس کا سر انگور کے دانہ جیسا ہو۔

❁ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ : اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَ کَرِهَ مَالَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

(1۔ابوداؤد کِتَابُ الْجِهَاد۔ بَابُ فِی الطَّاعَةِ۔2۔ترمذی اَبْوَابُ فَضَائِلِ الْجِهَادِ)

❁ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے خواہ وہ امر اس کے لئے پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ جب تک وہ امر معصیت نہ ہو لیکن جب امام کھلی معصیت کا حکم دے تو اس وقت اس کی اطاعت اور فرمانبرداری نہ کی جائے۔

❁ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَیْشًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلًا وَّاَمَرَھُمْ اَنْ یَّسْمَعُوْا لَہٗ وَیُطِیْعُوْا۔ فَاَجَّجَ نَارًا وَّاَمَرَھُمْ اَنْ یَّقْتَحِمُوْا فِیْھَا فَاَبٰی قَوْمٌ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا وَقَالُوْا: اِنَّمَا فَرَرْنَا مِنَ النَّارِ وَاَرَادَ قَوْمٌ اَنْ یَّدْخُلُوْھَا، فَبَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوْا فِیْھَا لَمْ یَزَالُوْا فِیْھَا وَقَالَ: لَا طَاعَۃَ فِیْ مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ۔

(ابوداؤد کِتَابُ الْجِھَادُ بَابٌ فِی الطَّاعَۃِ)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا تا کہ لوگ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔اس شخص نے ایک موقعہ پر راستہ میں آگ جلوائی اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ آگ میں کود جائیں۔بعض نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ ہم تو آگ سے بچنے کیلئے مسلمان ہوئے ہیں۔لیکن کچھ افراد آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر یہ لوگ آگ میں کُود پڑتے تو ہمیشہ ہی آگ میں رہتے امیر کی اطاعت معروف اور جانے پہچانے اچھے امور میں ہے۔کھلی معصیت والے کاموں میں اطاعت واجب نہیں۔

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا

(ترمذی کِتَابُ الْعِلْمِ، ابوداؤد کِتَابُ السُّنَّۃُ)

کہ تم پر میری سُنّت اور خلفاء راشدین المہدیّین کی سنّتوں کی پیروی لازمی ہے۔

❁ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک ایسا پُر اثر وعظ فرمایا کہ جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے دل ڈر گئے ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسے ایک الوداع کہنے والا وصیت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک روشن اور چمکدار راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے سوائے بدبخت کے اس سے کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ تمہیں میری سنت پر اور خلفاء راشدین المہدیّین کی سنّت پر چلنا چاہئے۔ تم اطاعت کو اپنا شعار بناؤ خواہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر مقرر کردیا جائے۔

(مسند احمد جز 4 صفحہ 126، ابوداؤد کِتَابُ السُّنَّةِ)

○○

# اطاعت اور
# سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

## اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آیت قرآنی:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (آل عمران:32)

کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو، اور میری راہ پر چلو تا کہ خدا بھی تم سے پیار کرے، اور تمہارے گناہ بخشے، وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔''

(اسلامی اُصول کی فلاسفی صفحہ 14۔بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3۔صفحہ 17۔2004ء قادیان)

○ ''ان کو کہہ دو کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت رکھے اور تمہیں اپنا محبوب بنا لیوے۔اب سوچنا چاہئے کہ جس وقت انسان ایک محبوب کی پیروی سے خود بھی محبوب بن گیا تو کیا اُس محبوب کا مثیل ہی ہو گیا یا ابھی غیر مثیل رہا۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 258 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 17 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''ان کو کہہ دے کہ اگر خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو، یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو۔ تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 165۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 17 اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''خدا نے انبیاء علیھم السلام کو اسی لئے دُنیا میں بھیجا ہے تا دنیا میں اُن کے مثیل قائم کرے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوت لغو ٹھہرتی ہے۔ نبی اس لئے نہیں آتے کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ ان کے نمونہ پر چلیں اور ان سے تشبّہ حاصل کریں اور ان میں فنا ہو کر گویا وہی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔

پس خدا جس سے محبت کرے گا، کون سی نعمت ہے جو اُس سے اُٹھا رکھے گا۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبۂ فنا ہے جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے اور یہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ مگر وہی جو جاہل، سفیہ یا ملحد بے دین ہوگا۔''

(ایام صلح صفحہ 412۔ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 17 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## ''میرے نزدیک مومن وہی ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے''

''قرآن شریف میں صاف فرمایا گیا ہے:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان خدا کا پیارا بن جاتا ہے مسیح کے گزشتہ اقوال پر غالب ہے۔ چونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔ پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا

ہےاس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ 46

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 17 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''میرے نزدیک مومن وہی ہوتا ہے جو آپ کی اتباع کرتا ہے اور وہی کسی مقام پر پہنچتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** یعنی کہہ دو اگر تم اللہ تعالیٰ کو محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے۔ اب محبت کا تقاضہ تو یہ ہے محبوب کے فعل کے ساتھ خاص موانست ہو اور مرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ نے مر کر دکھادیا۔ پھر کون ہے جو زندہ رہے۔ یا زندہ رہنے کی آرزو کرے یا کسی اور کے لئے تجویز کرے کہ زندہ رہے۔ محبت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ آپ کی اتباع میں ایسا گم ہو کہ اپنے جذباتِ نفس کو تھام لے اور یہ سوچ لے کہ میں کس کی اُمت ہوں۔ ایسی صورت میں جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں وہ کیونکہ آپ کی محبت اور اتباع کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ اس لئے کہ آپ کی نسبت وہ گوارہ کرتا ہے کہ مسیح کو افضل قرار دیا جاوے اور آپ کو مردہ کہا جاوے۔ مگر اس کے لئے وہ پسند کرتا ہے کہ وہ زندہ یقین کیا جاوے۔''

(الحکم 17 ستمبر 1906 جلد 10 صفحہ 32

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 17 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا۔ اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا، سو میں نے جو

کچھ پایا اس نعمت سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا، اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔سو یادرہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہوجاتا ہے اور پھر بعد اسکے ایک مصفہ اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے، بلکہ یک طرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف وگزاف ہے۔جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے۔تب زمین پر اُس کے لئے قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اس کی ڈال دی جاتی ہے۔اور ایک قوت جذب اس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دُنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت و وجاہت اس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے تب خدا جب اس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔

ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اُس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے یہی وہ امر ہے جس کیلئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 62۔63۔بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 19-18 اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''اُن کو کہہ کہ اگر خدا سے تم محبت کرتے ہو پس آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گنہ بخش دے اور خدا غفور و رحیم ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 127 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 19 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## متبع وہی ہے جو ہر طرح سے پیروی کرے گا

''صوفیوں نے ترقیات کی دو راہیں لکھی ہیں۔ ایک سلوک۔ دوسرا جذب سلوک وہ ہے۔ جو لوگ آپ عقلمندی سے سوچ کر اللہ و رسول کا راہ اختیار کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی اگر تم اللہ کے پیارے بننا چاہتے ہو تو رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی کرو۔ وہ ہادیٔ کامل وہی رسول ہیں جنہوں نے وہ مصائب اُٹھائے کہ دُنیا اپنے اندر نظیر نہیں رکھتی۔ ایک دن بھی آرام نہ پایا۔ اب پیروی کرنے والے بھی حقیقی طور سے وہی ہوں گے۔ جو اپنے متبوع کے قول و فعل کی پیروی پوری جدوجہد سے کریں۔ متبع وہی ہے جو سب طرح پیروی کرے گا۔ سہل انگار اور سخت گذار کو اللہ پسند نہیں کرتا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں آوے گا۔ یہاں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کا حکم دیا۔ تو سالک کا کام یہ ہوگا کہ اول رسول اکرمؐ کی کل تاریخ دیکھے اور پھر پیروی کرے۔ اسی کا نام سلوک ہے۔ اس راہ میں بہت مصائب و شدائد ہوتے ہیں۔ ان کو اٹھانے کے بعد ہی انسان سالک ہوتا ہے۔ اہل جذبہ کا درجہ سالکوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلوک پر ہی نہیں رکھتا بلکہ خود ان کو مصائب میں ڈالتا اور جاذبۂ ازلی سے اپنی طرف کھینچتا ہے کل

انبیاء مجذوب ہی تھے۔جس وقت انسانی روح کو مصائب کا مقابلہ ہوتا ہے۔اس سے فرسودہ کار اور تجربہ کار ہو کر روح چمک اُٹھتی ہے جیسے لوہا یا شیشہ اگر چمک کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے لیکن صیقلوں کے بعد ہی مجلّا ہوتا ہے۔حتیٰ کہ اس میں منہ دیکھنے والے کا نظر آجاتا ہے۔مجاہدات بھی صیقل کا ہی کام کرتے ہیں۔دل کا صیقل یہاں تک ہونا چاہئے کہ اس میں سے بھی منہ نظر آجاوے منہ کا نظر آنا کیا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مصداق ہونا۔سالک کا دل آئینہ ہے جس کو مصائب شدائد اس قدر صیقل کر دیتے ہیں کہ اخلاق النبی اس میں منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتے ہے جب بہت مجاہدات اور تزکیوں کے بعد اس کے اندر کدورت یا کثافت نہ رہے۔تبھی یہ درجہ نصیب ہوتا ہے ہر ایک مومن کو ایک حد تک ایسی صفائی کی ضرورت ہے۔کوئی مومن بلا آئینہ ہونے کے نجات نہ پاوے گا۔سلوک والا خود یہ صیقل کرتا ہے اپنے کام سے مصائب اُٹھاتا ہے لیکن جذبہ والا مصائب میں ڈالا جاتا ہے خدا خود اس کا مصقل ہوتا ہے اور طرح طرح کے مصائب و شدائد سے صیقل کر کے اُس کو آئینہ کا درجہ عطا کر دیتا ہے دراصل سالک و مجذوب دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 صفحہ 43-44)

(بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 20-19 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## اعلیٰ درجہ کا تزکیہ نفس نہیں مل سکتا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے۔

''میں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات و معارف

اور حقائق سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے۔ اور اس کا ثبوت خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل میں ہوں۔''

(الحکم جلد 34 مورخہ 17 ستمبر 1906ء صفحہ 1 تا 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 21 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔ کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید نہیں ہونے دیتی، گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اس صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خود تراشیدہ طرز ریاضت و مشقت اور جپ تپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قُرب الٰہی کا حقدار نہیں بن سکتا۔ انوار و برکات الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہوسکتیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کھویا نہ جاوے۔

اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں گُم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت و پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے اس کو وہ نور ایمان محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اسی دُنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے: اَنَا الۡحَاشِرُ الَّذِیۡ یُحۡشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیۡ یعنی میں وہ

مردوں کو اُٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اُٹھائے جاتے ہیں۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1901ء صفحہ 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 21 اشاعت 2004ء قادیان)

○ ’’سعادت عظمیٰ کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی جاوے۔ جیسا کہ اس آیت میں صاف فرمادیا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی آؤ اور میری پیروی کرو، تا کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو اگر حقیقت مذہبی یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے اور روزہ کیا چیز ہے۔ خود ہی ایک بات سے رُکے اور خود ہی کر لے۔ اسلام محض اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھ دے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا میرا جینا میری نماز میری قربانیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور سب سے پہلے میں اپنی گردن رکھتا ہوں۔‘‘

(الحکم جلد 5 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1901 صفحہ 3

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ’’خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ پر چلیں، اور آپ کے ہر قول و ہر فعل کی پیروی کریں چنانچہ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

پھر فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال اور افعال عیب سے خالی نہ تھے تو کیوں ہم پر واجب کیا کہ ہم آپ کے نمونے پر چلیں۔ جب خدا نے ابراہیمؑ کے نمونہ پر چلنے کی تاکید فرمائی تھی تو ساتھ ایک استثنا لگا دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں کوئی

استثنا نہیں کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال وافعال غلطی سے پاک تھے۔''

(ریویو آف ریلیجنز جلد 2 نمبر 6 بابت جون 1903 صفحہ 245 سے 246

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''اگر خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرو۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 39 مورخہ 24 اکتوبر 1901 صفحہ 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''روحانیت کے نشوونما اور زندگی کیلئے صرف ایک ہی ذریعہ خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور وہ اتباع رسول ہے۔قرآن شریف اگر بتاتا ہے تو یہ کہ خدا سے یوں محبت کرو اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے مصداق بنو...اور فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پر عمل کرو اور فنائے اتم تم پر آجاوے۔تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا کے رنگ سے تم رنگین ہو جاؤ اور خدا تعالیٰ کو سب چیزوں پر مقدم کرلو۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 40 مورخہ 31 اکتوبر 1901 صفحہ 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''جس طرح پر آفتاب سے ساری دُنیا فائدہ اٹھاتی ہے اور اس کا فائدہ کسی خاص حد تک جا کر بند نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض و برکات کا آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے اور سعادت مندوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔تو میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔آپ کی سچی اطاعت اور اتباع

انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے۔ پس جبکہ آپ کی اتباع کامل اللہ تعالیٰ کا محب بنا دیتی ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ ایک محبوب اپنے محب سے کلام نہ کرے۔''

(الحکم جلد 7 نمبر 20 مورخہ 31 مئی 1903 صفحہ 1

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان

○ ''اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق اور طرز عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بنا لے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس بابت فرمایا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی محبوب الٰہی بننے کیلئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی جاوے۔ سچی اتباع آپ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔''

(الحکم جلد 6 نمبر 26 مورخہ 31 جولائی 1902 صفحہ 8

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا کے فضل سے ہوا کرتی ہے اُس فضل کے حصول کیلئے خدا تعالیٰ نے جو اپنا قانون ٹھہرایا ہوا ہے وہ (اسے) کبھی باطل نہیں کرتا وہ قانون یہ ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ''

(البدر جلد 1 مورخہ 21 نومبر 1902 صفحہ 31

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملادے..... میں پھر کہتا ہوں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہوسکتا۔''

(الحکم جلد 7 نمبر 9 مورخہ 10 مارچ 1903

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 22 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''ہر ایک شخص کو خود بخود خدا سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے اس کے واسطے واسطہ کی ضرروت ہے اور وہ واسطہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اس واسطے جو آپ کو چھوڑتا ہے وہ کبھی بامراد نہ ہوگا۔ انسان تو دراصل بندہ یعنی غلام ہے۔ غلام کا کام یہ ہوتا ہے کہ مالک جو حکم کرے اسے قبول کرے اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیض حاصل کرو تو ضرور ہے کہ اس کے غلام ہو جاؤ۔ قرآن کریم میں خدا فرماتا ہے قُلْ یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں۔ نہ کہ مخلوق۔ رسول کریم کے بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپ پر درود پڑھو اور آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو۔ سب حکموں پر کاربند ہو۔ جیسے کہ حکم ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی اگر تم خدا سے پیار کرنا چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پورے فرماں بردار بن جاؤ اور رسول کریم کی راہ میں فنا ہو جاؤ تب خدا تم سے محبت کرے گا۔''

(البدر جلد 2 نمبر 14 مورخہ 24 اپریل 1903ء صفحہ 109)

○ ''جو جس سے پیار کرتا ہے تو اُس سے کلام کے بغیر نہیں رہ سکتا اسی طرح خدا جس سے پیار کرتا ہے تو اس سے بلا مکالمہ نہیں رہتا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اتباع سے جب انسان کو خدا پیار کرنے لگتا ہے تو اس سے کلام کرتا ہے غیب کی خبریں اُس پر ظاہر کرتا ہے اسی کا نام نبوت ہے۔''

(البدر جلد 2 مورخہ یکم مئی 1903ء صفحہ 113)

○ ''اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی فرمانبرداری کی جاوے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔کوئی مرجاتا ہے توقسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں حالانکہ چاہیئے کہ مردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔''

(البدر جلد 2 نمبر 19 مورخہ 29 مئی 1903ء صفحہ 145)

## ایسی اتباع کرو کہ گویا وہی ہو جاؤ

''یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء ورسل اور آئمہ کے آنے سے کیا غرض ہوتی ہے وہ دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ ان کو اپنی پوجا کرانی ہوتی ہے وہ تو ایک خدا کی عبادت قائم کرنا چاہتے ہیں اور اسی مطلب کے لئے آتے ہیں۔اور اس واسطے کہ لوگ اُن کے کامل نمونہ پر عمل کریں اور اُن جیسے بننے کی کوشش کریں۔ اور ایسی اتباع کریں کہ گویا وہی ہو جائیں۔مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ ان کے آنے کے اصل مقصد کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کو خدا سمجھ لیتے ہیں اس سے وہ آئمہ اور رسل خوش نہیں ہو سکتے کہ لوگ ان کی اس قدر عزت کرتے ہیں کبھی نہیں وہ اس کو کوئی خوشی کا باعث قرار نہیں دیتے ان کی اصل خوشی اسی میں ہوتی ہے کہ لوگ اُن کی اتباع کریں اور جو تعلیم وہ پیش کرتے ہیں کہ سچے خدا کی عبادت کرو اور توحید پر قائم ہو جاؤ اس پر قائم ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حکم ہوا۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی اے رسول ان کو کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔اس اتباع کا یہ

نتیجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا طریق یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع کی جاوے۔پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام اور ایسا ہی جو خدا تعالیٰ کے راست باز اور صادق بندے ہوتے ہیں وہ دنیا میں ایک نمونہ ہو کر آتے ہیں جو شخص اس نمونہ کے موافق چلنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن اُن کو سجدہ کرنے اور حاجت روا ماننے کو تیار ہو جاتا ہے وہ کبھی خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر نہیں ہے بلکہ وہ دیکھ لے گا کہ مرنے کے بعد وہ امام اُس سے بیزار ہوگا۔''

(الحکم جلد 8 مورخہ 31 مارچ 1904 صفحہ 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 24 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا مقام تو یہ تھا کہ آپ محبوب الٰہی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی راہ بتائی جیسا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔اب غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع محبوب الٰہی تو بنا دیتی ہے۔پھر اور کیا چاہئے۔''

(الحکم جلد 9 نمبر 35 مورخہ 10 اکتوبر 1905 صفحہ 11

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 24 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اس اتباع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ پس اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جب تک انسان کامل متبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے فیوض و برکات پا نہیں سکتا اور وہ معرفت اور

بصیرت جو اس کی گناہ آلود زندگی اور نفسانی جذبات کی آگ کو ٹھنڈا کردے عطا نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہیں جو علماءِ اُمتی کے مفہوم کے اندر داخل ہیں۔''

(الحکم جلد 9 نمبر 39 مورخہ 10 نومبر 1905 صفحہ 3

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 24 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''اے رسول تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اتباع انسان کو محبوب الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل موحد کا نمونہ تھے۔''

(الحکم جلد 9 نمبر 40 مورخہ 17 نومبر 1905 صفحہ 7

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 24 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ آپؐ کی حیات کی ایسی زبردست دلیل ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس طرح پر آپ کے برکات و فیوض کا سلسلہ لا انتہا اور غیر منقطع ہے اور ہر زمانہ میں گویا امت آپ کا ہی فیض پاتی ہے اور آپ ہی سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محب بنتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ پس خدا تعالیٰ کا پیار ظاہر ہے کہ اس امت کو کسی صدی میں خالی نہیں چھوڑتا اور یہی ایک امر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات پر روشن دلیل ہے۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 6 مورخہ 17 فروری 1906 صفحہ 3

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 24 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبِ دنیا ہی ہوئی ہے کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا تھا کہ

فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔

اب جبکہ حب دنیا کی وجہ سے خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت ﷺ کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا۔ اب اس حب اللہ کی بجائے اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی بجائے حب الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت ﷺ کی اتباع ہے؟ کیا آنحضرت ﷺ دنیا دار تھے؟ کیا وہ سود لیا کرتے تھے۔ یا فرائض اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے۔ کیا آپ میں (معاذ اللہ) نفاق تھا، مداہنہ تھا۔ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے۔ غور کرو۔ اتباع تو یہ ہے کہ آپ کے نقش قدم پر چلو۔ پھر دیکھو خدا کیسے کیسے فضل کرتا ہے۔''

(الحکم جلد 10 نمبر 17 مورخہ 17 مئی 1906ء صفحہ 4

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 25 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر نجات ہو سکتی ہے وہ جھوٹا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو بات ہم کو سمجھائی ہے وہ بالکل اس کے برخلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اے رسول (محمد ﷺ) ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ بغیر متابعت آنحضرت ﷺ کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ جو لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں ان کی کبھی خیر نہیں۔'' (بدر جلد 2 نمبر 723 جون 1906ء صفحہ 3

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 25 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات پا جانا تھا اس لئے ظاہری طور پر ایک نمونہ اور خدا نمائی کا آلہ دنیا سے اٹھنا تھا اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک آسان راہ رکھ دی کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کیونکہ محبوب اللہ مستقیم ہی ہوتا ہے۔ زیغ رکھنے والا کبھی محبوب نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی ازدیاد اور تجدید کیلئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہو گیا۔ تا اس دعا کی قبولیت کیلئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔'' (حضرت اقدسؑ کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدت الوجود پر ایک خط

صفحہ 21 مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 25 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## قبولیت دعا کے تین ذرائع: اتباع نبویؐ، درود شریف، موہبت الٰہی

''قبولیت دعا کے تین ہی ذریعے ہیں: اوّل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ دوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا تیسرا موہبت الٰہی''

(حضرت اقدسؑ کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدت الوجود پر ایک خط۔ صفحہ 22

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 25 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کو خدا تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بغیر اس کے یہ مقام مل ہی نہیں سکتا۔''

(الحکم جلد 11 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1908ء صفحہ 15

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 25 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر ایک طبقہ کے انسان کو مخاطب کیا ہے کہ ہر ایک قسم کا سبق مجھ سے لو۔ اور ظاہر ہے

کہ جب تک ایک اسوہ سامنے نہ ہو انسان عمل درآمد سے قاصر رہتا ہے۔ ہر ایک قسم کے کمال کے حصول کیلئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ انسانی طبائع اسی قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ وہ صرف قول سے مؤثر نہیں ہوتیں جب تک اس کے ساتھ فعل نہ ہو۔ اگر صرف قول ہو تو صدہا لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ دین کی باتوں کو سن کر کہا کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں۔ کون ان کو بجا لا سکتا ہے۔ یونہی بنا چھوڑی ہیں۔ اور ان اعتراضوں کا رد نہیں ہوسکتا۔ جب تک ایک انسان عمل کر کے دکھانے والا نہ ہو۔'' (البدر جلد 3 نمبر 31 مورخہ 16 اگست 1094ء صفحہ 4

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 26 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''خدا کی ذات میں بخل نہیں اور نہ انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ان کی پوجا کی جاوے۔ بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو تعلیم دیں کہ ہماری راہ اختیار کرنے والے ہمارے ظل کے نیچے آ جاویں گے۔ جیسے فرمایا: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی میری پیروی میں تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محبوب ہونے کی بدولت یہ سب اکرام ہوئے۔ مگر جب کوئی اور شخص محبوب بنے گا تو اس کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اگر اسلام ایسا مذہب ہے تو سخت بیزاری ہے ایسے اسلام سے۔ مگر ہرگز اسلام ایسا مذہب نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وہ مائدہ لائے ہیں کہ جو چاہے اس کو حاصل کرے۔ وہ نہ تو دنیا کی دولت لائے اور نہ مہاجر بن کر آئے تھے۔ وہ تو خدا کی دولت لائے تھے اور خود اس کے قاسم تھے۔ پس اگر وہ مال دینا نہیں تھا تو کیا وہ گٹھری واپس لے گئے۔''

(الحکم جلد 8 نمبر 38-39 مورخہ 10-17 نومبر 1094ء صفحہ 7

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 26 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''کُل انبیاء، اولیاء، اتقیا اور صالحین کا یہ ایک مجموعی مسئلہ ہے کہ پاک کرنا خدا کا کام ہے۔اور خدا کے اس فضل کے جذب کے واسطے اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از بس ضروری اور لازمی ہے۔جیسا کہ فرماتا ہے: قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ سورج دنیا میں موجود ہے مگر چشم بینا بھی تو چاہئے۔خدا تعالیٰ کا قانون قدرت لغو اور بے فائدہ نہیں ہے۔جو ذرائع کسی امر کے حصول کے خدا نے بنائے ہیں آخر انہیں کی پابندی سے وہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔کان سننے کے واسطے خدا نے بنائے ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے۔آنکھ جو دیکھنے کے واسطے بنائی گئی ہے وہ سننے کا کام نہیں کر سکتی۔بس اسی طرح سے خدا کے فیضان کے حصول کی جو راہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے باہر رہ کر کیسے کوئی کامیاب ہوسکتا ہے۔

حقیقی پاکیزگی اور طہارت ملتی ہے اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیونکہ خود خدا تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اگر خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو۔وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمیں کسی نبی یا رسولؑ کی کیا ضرورت ہے۔وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔''

(الحکم جلد 12 نمبر 32 مورخہ 10 مئی 1908ء صفحہ 4

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 26 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے وہ آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کیلئے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے۔پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے۔''

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ 2

بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 26 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## گناہوں کی مغفرت اور خدا تعالیٰ کا پیار اتباع رسولؐ سے ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ. فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران:33)

ان کو کہہ کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر وہ اطاعت سے منہ پھیر لیں تو خدا کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ ان آیات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ گناہوں کی مغفرت اور خدا تعالیٰ کا پیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 127 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 27 سن اشاعت 2004ء قادیان)

○ ''ہر ایک دل اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ ایک حج کے ارادہ کرنے والے کیلئے اگر یہ بات پیش آجائے کہ وہ اس مسیح موعود کو دیکھ لے جس کا تیرہ سو برس سے اہل اسلام میں انتظار ہے۔ تو بموجب نص صریح قرآن اور احادیث کے وہ بغیر اس کی اجازت کے حج کو نہیں جا سکتا۔ ہاں باجازت اس کے دوسرے وقت میں جا سکتا ہے۔''

(تذکرہ الشہادتین صفحہ 47 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 27 سن اشاعت 2004ء قادیان)

## اولوالامر میں گورنمنٹ کی اطاعت شامل ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○

(سورۃ النساء:59)

''قرآن میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ اب اولی الامر کی اطاعت کا صاف حکم ہے اور اگر کوئی کہے کہ گورنمنٹ مِنْكُمْ میں

داخل نہیں تو یہ اس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے۔ وہ مِنۡکُمۡ میں داخل ہے۔ جو ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہم میں داخل ہے۔اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے اوراس کی باتیں مان لینی چاہئیں۔"

(رَسالہ اَلْاِنْذار صفحہ 69)

○ "اگر حاکم ظالم ہوتو اس کو برا نہ کہتے پھرو بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔خدا اس کو بدل دے گا اسی کو نیک کر دیگا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔"

(الحکم جلد 5 صفحہ 19 مورخہ 24 مئی 1901ء صفحہ 9)

○ "اے مسلمانو! اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہوتو اس امر کو فیصلہ کے لئے اللہ اوراس کے رسول کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہوتو یہی کرو کہ یہی بہتر اوراحسن تاویل ہے۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوئم صفحہ 907)

○ "اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ یعنی اللہ اور رسول اور اپنے بادشاہوں کی تابعداری کرو۔

اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ یعنی اگر تم کسی

بات میں تنازع کروتو اس امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف ردّ کرو اور صرف اللہ اور رسول کو حکم بناؤ نہ کسی اور کو۔‘‘

(الحق دہلی صفحہ 54)

## صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی تمام آراء اور دانشوری کو حقیر سمجھتے تھے

’’یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں شرط یہ ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت نہیں ہوسکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو یہ سمجھ لو کہ یہ ادبار تنزل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہو وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سر ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے

بڑے اہل الرائے تھے۔خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے۔اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈھتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے اگر ان میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔میرے نزدیک شیعہ سنیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرام میں باہم پھوٹ ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی۔کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کررہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہوکر نکلتی تھیں یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کرلیا۔میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو اُٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اُٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کرلیتے۔ سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بردل

انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا

تھا۔اس میں کوئی تکلیف اور نمائش نہ تھی۔ ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے۔اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جوان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہوکر ان کی طرف چلا آتا تھا۔غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہورہی ہے۔اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔اطاعت ہو تو ویسی ہو۔باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔''

(الحکم جلد 5 صفحہ 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 201)

## اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان حق سے دور چلا جاتا ہے

''کسی مومن یا مومنہ کو جائز نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم کرے تو ان کو اس حکم کے ردّ کرنے میں اختیار ہو۔اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ حق سے بہت دور جا پڑا ہے یعنی نجات سے بے نصیب رہا کیونکہ نجات اہل حق کے لئے ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 22 مطبوعہ 1984ء حقیقۃ الوحی صفحہ 129)

○ ''یعنی اے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ

اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور وہ صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرد واسی سے کسی طرح دل گیر مت ہوں بلکہ کمال اطاعت اور دلی رضامندی اور شرح صدر سے اس کو قبول کرلیں تب تک یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ ہیں۔''

(تریاق القلوب صفحہ 83)

## صدیقی کمالات حاصل کرنے کیلئے ابوبکری صفات پیدا کرو

''صدیقوں کے کمال کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے اور اگر کسی کی نسبت کوئی سوءظن پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے تا اس معصیت اور اس کے برے نتیجہ سے بچ جاوے جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔اس کو کبھی غیر معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔''

(الحکم جلد 9 صفحہ 14 مورخہ 24 اپریل 1905ء صفحہ 2)

○ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا خطاب دیا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ میں کیا کیا کمالات تھے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اس چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل کے اندر ہے اور حقیقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو صدق دکھایا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں جو شخص صدیق کے کمالات حاصل کرنے کی خواہش کرے اسے ضروری ہے کہ ابوبکری خصلت اور فطرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہے مجاہدہ کرے اور پھر جہاں تک ہو سکے دعا کرے جب تک ابوبکری فطرت کا سایہ اپنے اوپر نہیں ڈالتا اور اسی رنگ میں رنگین نہیں ہو جاتا وہ کمالات حاصل نہیں ہو سکتے۔''

(الحکم جلد 9 صفحہ 16 مورخہ 10 مئی 1905ء صفحہ 2)

○ ''صدق کامل اس وقت تک جذب نہیں ہوتا جب تک توبۃ النصوح کے ساتھ صدق کو نہ کھینچے قرآن کریم تمام صداقتوں کا مجموعہ اور صدق تام ہے جب تک خود صادق نہ بنے صدق کے کمال اور مراتب سے کیونکر واقف ہوسکتا ہے۔

صدیق کے مرتبہ پر قرآن کریم کی معرفت اور اس کی محبت اور اس کے نکات وحقائق پر اطلاع ملتی ہے کیونکہ کذب کذب کو کھینچتا ہے اس لئے کبھی بھی کاذب قرآنی معارف اور حقائق سے آگاہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فرمایا گیا ہے۔'' (الحکم جلد 5 صفحہ 11 مورخہ 24 مارچ 1901ء صفحہ 1)

## شہید اصل میں وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ سے کامل استقامت اور سکینت پاتا ہے

''مرتبۂ شہادت سے وہ مرتبہ مراد ہے جبکہ انسان اپنی قوت ایمان سے اس قدر اپنے خدا اور روز جزاء پر یقین کر لیتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ تب اس یقین کی برکت سے اعمال صالحہ کی مرارت اور تلخی دور ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قضا وقدر بباعث موافقت کے شہد کی طرح دل میں نازل ہوتی اور تمام صحن سینہ کو حلاوت سے بھر دیتی ہے اور ہر ایک ایلام انعام کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ سو شہید شخص اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قوت ایمانی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہو اور اس کے تلخ قضاء وقدر سے شہد شیریں کی طرح لذت اُٹھاتا ہے اور اسی معنی کی رو سے شہید کہلاتا ہے اور یہ مرتبہ کامل مومن کے لئے بطور نشان ہے۔'' (روحانی خزائن جلد 15 مطبوعہ 1984ء تریاق القلوب صفحہ 421)

○ ''شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہوجائے۔''

(تریاق القلوب اشتہار اپنی جماعت کے لئے اطلاع صفحہ 4)

○ ''جب تک ایمان قوی ہوتا ہے اسی قدر اعمال میں بھی قوت آتی ہے یہاں تک کہ اگر یہ قوت ایمانی پورے طور پر نشوونما پا جاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی امر اس کے سدِ راہ نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنی عزیز جان تک دینے میں تامل اور دریغ نہ کرے گا۔''

(الحکم جلد 9 نمبر 9 مورخہ 17 مارچ 1905 صفحہ 6)

○ ''عام لوگ تو شہید کیلئے اتنا ہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ شہید وہ ہوتا ہے جو تیر یا بندوق سے مارا جاوے۔ یا کسی اور اتفاقی موت سے مر جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہادت کا یہی مقام نہیں ہے.... میرے نزدیک شہید کی حقیقت قطع نظر اس کے کہ اس کا جسم کاٹا جاوے کچھ اور ہی ہے۔ اور وہ ایک کیفیت ہے جس کا تعلق دل سے ہو۔ یاد رکھو کہ صدیق نبی سے ایک قرب رکھتا ہے اور وہ اس سے دوسرے درجہ پر ہوتا ہے۔ اور شہید صدیق کا ہمسایہ ہوتا ہے نبی میں تو سارے کمالات ہوتے ہیں یعنی وہ صدیق بھی ہوتا ہے، شہید بھی ہوتا ہے صالح بھی ہوتا ہے لیکن صدیق اور شہید ایک الگ الگ مقام ہیں۔ اس بحث کی بھی حاجت نہیں کہ آیا صدیق شہید ہوتا ہے یا نہیں وہ مقامِ کمال جہاں ہر ایک امرِ خارق عادت اور معجزہ سمجھا جاتا ہے وہ ان دونوں مقاموں پر اپنے رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے جدا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اسے ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ جو عمدہ اعمال ہیں اور جو عمدہ اخلاق ہیں، وہ کامل طور پر اپنے اصلی رنگ میں اس سے صادر ہوتے ہیں اور بلا تکلف اس سے صادر ہوتے ہیں کوئی خوف اور رجا ان اعمال صالحہ سے صدور کا باعث نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی فطرت اور جزو ہو جاتے ہیں۔ تکلف اس کی طبیعت میں نہیں رہتا جیسے ایک سائل کسی شخص کے پاس آوے تو خواہ اسکے پاس کچھ ہو یا نہ ہو اُسے دینا ہی پڑے گا۔ اگر خدا کے خوف سے نہیں تو خلقت کے لحاظ سے مگر اس قسم کا تکلف شہید

میں نہیں ہوتا اور یہ قوت اور طاقت اس کی بڑھتی ہی جاتی ہے جوں جوں بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اس کی تکلف کم ہوجاتی ہے۔ اور وہ بوجھ کا احساس نہیں کرتا مثلاً ہاتھی کے سر پر ایک چیونٹی ہوتو وہ اس کا کیا احساس کرے گا۔"

(الحکم جلد 9 صفحہ 18 مورخہ 24 مئی 1905 صفحہ 8)

○ "عام لوگوں نے شہید کے معنی صرف یہی سمجھ رکھے ہیں کہ جو شخص لڑائی میں مارا گیا یا دریا میں ڈوب گیا وبا میں مر گیا وغیرہ۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اسی پر اکتفا کرنا اور اسی حد تک اس کو محدود رکھنا مومن کی شان سے بعید ہے۔ شہید اصل میں وہ شخص ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ سے استقامت اور سکینت کی قوت پاتا ہے۔ اور کوئی سلسلہ اور حادثہ اس کو متغیر نہیں کرسکتا۔ وہ مصیبتوں اور مشکلات میں سینہ سپر رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر محض خدا تعالیٰ کیلئے اس کو جان بھی دینی پڑے تو فوق العادت استقلال اس کو ملتا ہے۔ اور وہ بدوں کسی قسم کا رنج یا حسرت محسوس کئے اپنا سر رکھ دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ بار بار مجھے زندگی ملے اور بار بار اس کو اللہ کی راہ میں دوں۔ ایک ایسی لذت اور سرور ان کی روح میں ہوتا ہے کہ ہر تلوار جوان کے بدن پر پڑتی ہے اور ہر ضرب جو ان کو پیس ڈالے ان کو پہنچتی ہے۔ وہ ان کو ایک نئی زندگی، نئی مسرت اور تازگی عطا کرتی ہے یہ ہے شہید کے معنی۔

پھر یہ لفظ شہد سے بھی نکلا ہے، عبادت شاقہ جو لوگ برداشت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں ہر ایک تلخی اور کدورت کو جھیلتے ہیں اور جھیلنے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں وہ شہد کی طرح ایک شیرینی اور حلاوت پاتے ہیں اور جیسے شہد فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاس کا مصداق ہے یہ لوگ بھی ایک تریاق ہوتے ہیں، ان کی صحبت میں آنے والے بہت سے امراض سے نجات پا جاتے ہیں۔

اور پھر شہید اس درجہ اور مقام کا نام بھی ہے جہاں انسان ہر کام میں اللہ کو

دیکھتا ہے۔ یا کم از کم خدا کو دیکھتا ہوا یقین کرتا ہے۔ اور اس کا نام احسان بھی ہے۔" (الحکم جلد5 صفحہ 11 مورخہ 24 مارچ 1901ء صفحہ 1)

## صالح وہ ہے جس کے اندر سے ہر قسم کا فساد جاتا رہے

"صالحین وہ ہوتے ہیں جن کے اندر سے ہر قسم کا فساد جاتا رہے۔ جیسے تندرست آدمی جب ہوتا ہے تو اُس کی زبان کا مزہ بھی درست ہوتا ہے پورے اعتدال کی حالت میں تندرست کہلاتا ہے۔ کسی قسم کا فساد اندر نہیں رہتا۔ اسی طرح پر صالحین کے اندر کسی قسم کی روحانی مرض نہیں ہوتی اور کوئی مادہ فساد کا نہیں ہوتا۔ اس کا کمال اپنے نفس میں نفی کے وقت ہے۔ اور شہید صدیق کے نبی کا کمال ثبوتی ہی ہے۔"

(الحکم جلد6 صفحہ 26 مورخہ 24 جولائی 1902 صفحہ 6)

○ "صلاح کی حالت میں انسان کو ضرور ہوتا ہے کہ ہر ایک قسم کے فساد سے خواہ وہ اعتقاد کے متعلق ہو یا اعمال کے متعلق پاک ہو۔ جیسے انسان کا بدن صلاحیت کی حالت اس وقت رکھتا ہے جبکہ سب اخلاط اعتدال کی حالت پر ہوں اور کوئی کم زیادہ نہ ہو لیکن اگر کوئی خلط بھی بڑھ جائے تو جسم بیمار پڑ جاتا ہے اسی طرح پر روح کی صلاحیت کا مدار بھی اعتدال پر ہے۔ اسی کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں صراۃ مستقیم ہے۔ صلاح کی حالت میں انسان محض خدا کا ہو جاتا ہے جیسے ابوبکر صدیق ؓ کی حالت تھی اور رفتہ رفتہ صالح انسان ترقی کرتا ہوا مطمئنہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور یہاں ہی اس کا انشراح صدر ہوتا ہے۔"

(الحکم جلد5 صفحہ 30 مورخہ 17 اگست 1901 صفحہ 2)

○ "کامل اصلاح یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی بھی فساد باقی نہ رہے۔ بدن صالح میں کسی قسم کا کوئی خراب اور زہریلا مادہ نہیں ہوتا بلکہ صاف اور معید صحت مباد اس وقت صالح کہلاتا ہے جب تک صالح نہیں ، لوازم بھی صالح نہیں

ہوتے۔ یہاں تک کہ مٹھاس بھی اسے کڑوی معلوم ہوتی ہے اسی طرح جب تک صالح نہیں بنتا اور ہر قسم کی بدیوں سے نہیں بچتا اور خراب مادے نہیں نکلتے، اس وقت تک عبادت کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ نماز میں جاتا ہے مگر اسے کوئی لذت اور سرور نہیں آتا وہ ٹکریں مار کر منحوس منہ سے سلام پھیر کر رخصت ہو جاتا ہے لیکن مزا اسی وقت آتا ہے جب گندے مواد نکل جاتے ہیں تو اُنس اور ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور اصلاحِ انسانی اسی درجہ سے شروع ہوتی ہے۔''

(الحکم جلد 9 صفحہ 18 مورخہ 24 مئی 1905 صفحہ 8)

○ ''چوتھا درجہ صالحین کا ہے جن کو موادِ ردیہ سے صاف کر دیا گیا ہے اور ان کے قلوب صاف ہو گئے ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب تک موادِ ردیہ دور نہ ہوں اور سوئے مزاج رہے تو مزہ زبان کا بھی بگڑ جاتا ہے۔ تلخ معلوم دیتا ہے اور جب بدن میں پوری صلاحیت اور اصلاح ہو اُس وقت ہر ایک شے کا اصل مزہ معلوم ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں ایک قسم کی لذت اور سرور اور چستی اور چالاکی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح پر جب انسان گناہ کی ناپاکی میں مبتلا ہوتا ہے اور روح کا قوام بگڑ جاتا ہے تو پھر روحانی قوتیں کمزور ہونی شروع ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ عبادات میں بھی مزہ نہیں رہتا۔ طبیعت میں ایک گھبراہٹ اور پریشانی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب مواد ردیہ جو گناہ کی زندگی سے پیدا ہوئے تھے۔ **توبة النصوح** کے ذریعہ خارج ہونے لگیں تو روح میں وہ اضطراب اور بے چینی کم ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ آخر ایک سکون اور تسلی ملتی ہے۔ پہلے جو گناہ کی طرف قدم اُٹھانے میں راحت محسوس ہوتی تھی اور پھر اسی فعل میں جو نفس کی خواہش کا نتیجہ ہوتا تھا اور جھکنے میں خوشی ملتی تھی اس طرف جھکتے ہوئے دُکھ اور رنج معلوم ہوتا ہے۔ روح پر ایک لرزہ پڑ جاتا ہے اگر ایک تاریک زندگی کا وہم یا تصور بھی آجائے اور

پھر عبادات میں ایک لطف اور ذوق جوش اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے اور روحانی قویٰ جو گناہ آمیز زندگی سے مردہ ہو چلے تھے ان کا نشوونما شروع ہوجاتا ہے اور اخلاقی طاقتیں اپنا ظہور کرتی ہیں۔“

(الحکم جلد 5 صفحہ 11 مورخہ 24 مارچ 1901 صفحہ 1 تا 2)

○ ”منعم علیہ چار قسم کے لوگ ہوتے ہیں، نبی، صدیق اور صالح۔ انبیاء علیہم السلام میں چاروں شانیں جمع ہوتی ہیں کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کمالات کے حاصل کرنے کیلئے جہاں مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اس طریق پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھایا ہے کوشش کرے ......اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تاکہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 11 مورخہ 31 مارچ 1905 صفحہ 6)

○ ”الہام صحیح اور سچے کے لئے یہی شرط لازمی ہے کہ اُس کے مقامات مجملہ کی تفصیل بھی اُسی الہام کے ذریعہ سے کی جائے جیسا کہ قرآن کریم میں یعنی سورہ فاتحہ میں یہ آیت ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ اب اس آیت میں جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا لفظ ہے یہ ایک مجمل لفظ تھا اور تشریح طلب تھا تو خدا تعالیٰ نے دوسرے مقام میں خود اس کی تشریح کردی اور فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اب اس آیت میں جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا لفظ ہے یہ ایک مجمل لفظ تھا اور تشریح طلب تھا تو خدا تعالیٰ نے دوسرے مقام میں خود اس کی تشریح کردی اور فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ

اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ۔‘‘

(جنگ مقدس پرچہ 24 مئی 1893 صفحہ 7-8)

○ فَقَدَّمَ اللّٰہُ ذِکْرَ الصِّدِّیْقِیْنَ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَقَالَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔ وَفِیْ ذٰلِکَ اِشَارَاتٌ اِلَی الصِّدِّیْقِ وَتَفْضِیْلِہٖ عَلَی الْاٰخَرِیْنَ۔ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا سَمّٰی اَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَۃِ صِدِّیْقًا اِلَّا اِیَّاہُ لِیُظْھِرَ مَقَامَہٗ وَرَیَّاہُ فَانْظُرْ کَالْمُتَدَبِّرِیْنَ۔ وَفِی الْاٰیَۃِ اِشَارَۃٌ عَظِیْمَۃٌ اِلٰی مَرَاتِبِ الْکَمَالِ وَاَھْلِھَا لِقَوْمِ السَّالِکِیْنَ وَاِنَّا اِذَا تَدَبَّرْنَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَبَلَّغْنَا الْفِکْرَ اِلَی النِّھَایَۃِ فانکشف اِنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ اَکْبَرُ شَوَاھِدِ کَمَالَاتِ الصِّدِّیْقِ وَفِیْھَا سِرٌّ عَمِیْقٌ یَّنْکَشِفُ عَلٰی کُلِّ مَنْ یَّتَمَایَلُ عَلَی التَّحْقِیْقِ فَاِنَّ اَبَابَکْرٍ سُمِّیَ صِدِّیْقًا عَلٰی لِسَانِ الرَّسُوْلِ الْمَقْبُوْلِ وَالْفُرْقَانُ اَلْحَقَ الصِّدِّیْقِیْنَ بِالْاَنْبِیَآءِ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی ذَوِی الْعُقُوْلِ وَلَا نَجِدُ اِطْلَاقَ ھٰذَا اللَّقَبِ وَالْخِطَابُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْاَصْحَابِ فَثَبَتَ فَضِیْلَۃُ الصِّدِّیْقِ الْاَمِیْنِ۔ فَاِنَّ اسْمَہٗ ذُکِرَ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ فَانْظُرْ بِالْاِنَابَۃِ وَفَارِقْ غِشَاوَۃَ الْاِسْتِرَابَۃِ۔ (سر الخلافۃ صفحہ 33)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذکر کے بعد صدیقوں کا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ فرمایا اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ کی طرف اور دوسروں پر آپ کی فضیلت کی طرف کئی ایک اشارے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے

آپ کے سوا کسی کا نام صدیق نہیں رکھا تا کہ آپ کے مقام اور آپ کی فضیلت کو ظاہر کرے پس غور کرنے والوں کی طرح دیکھو پھر اس آیت میں سالکوں کے لئے مراتب کمال اور ان مراتب کے حاصل کرنے والوں کی طرف ایک بلیغ اشارہ ہے۔ جب ہم نے اس آیت پر تدبر کیا اور اپنے فکر کو انتہا تک پہنچایا تو اس بات کا انکشاف ہوا کہ یہ آیت کمالات صدیقیہ کے بڑے شواہد میں سے ہے اور اس میں ایک گہرا راز ہے اور وہ ہر اس شخص پر ظاہر ہوتا ہے جو تحقیق کی طرف مائل ہو۔ پس حضرت ابوبکرؓ کا نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صدیق رکھا گیا۔ اور قرآن کریم نے صدیقوں کو انبیاء کے ساتھ ملایا ہے جیسا کہ یہ بات کسی عقلمند پر مخفی نہیں اور ہم صدیق کے لقب اور خطاب کا اطلاق صحابہ میں سے کسی اور پر نہیں پاتے۔ پس اس سے اس صدیق امین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ کا نام نبیوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ پس تو پوری توجہ سے دیکھ اور شک کے پردوں کو پھاڑ ڈال۔

## نبی کریمؐ کی پیروی سے مردے زندہ ہوتے ہیں

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ○ (الانفال:25)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے ہیں لِمَا يُحْيِيْكُمْ اور سب کو معلوم ہے کہ اس سے مراد روحانی مردوں کا زندہ ہونا ہے۔

(بدر جلد 7 نمبر 19 مورخہ 24 مئی 1908ء صفحہ 5)

○ ’’اور جانو کہ خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان آجاتا ہے یعنی جیسا کہ دور اور نزدیک ہونا اس کی صفت ہے ایسا ہی درمیان آجانا بھی اس کی صفت ہے۔‘‘

(ست بچن صفحہ 92)

○ ''اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ یعنی خدا وہ ہے جو انسان اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔''

(چشمہ معرفت صفحہ 89)

## رسول جو کچھ تمہیں عطا کرے وہ لے لو

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم ومعرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔

(ازالہ اوہام صفحہ 623)

○ ''مَآ اٰتٰىكُمُ کا حکم بغیر کسی قید اور شرط کے نہیں۔ اوّل یہ تو دیکھ لینا چاہئے کہ کوئی حدیث فی الواقع مَآ اٰتٰىكُمُ میں داخل ہے یا نہیں۔ مَآ اٰتٰىكُمُ میں تو وہ داخل ہوگا جس کو ہم شناخت کرلیں کہ درحقیقت رسول نے اس کو دیا ہے اور جب تک پورے طور پر اطمینان نہ ہو تو کیا یہ جائز ہے کہ حدیث کا نام سننے سے مَآ اٰتٰىكُمُ میں اس کو داخل کردیں۔'' (الحق لدھیانہ صفحہ 105)

## امانت اُٹھانے سے مُراد یہ ہے کہ مورد ابتلاء ہو کر پھر عشق الٰہی میں محو ہونا

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۔ (الاحزاب:73)

''یعنی ہم نے اپنی امانت کو جس سے مُراد عشق ومحبتِ الٰہی اور مورِدِ ابتلا ہو کر پھر پوری اطاعت کرنا ہے۔ آسمان کے تمام فرشتوں اور زمین کی تمام مخلوقات اور پہاڑوں پر پیش کیا جو بظاہر قوی ہیکل چیزیں تھیں۔ سو ان سب چیزوں نے اس امانت کے اُٹھانے سے انکار کردیا اور اس کی عظمت کو دیکھ کر ڈر گئیں مگر انسان نے اس کو اُٹھا لیا کیونکہ انسان میں یہ دو خوبیاں تھیں ایک یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں

اپنے نفس پر ظلم کرسکتا تھا دوسری یہ خوبی کہ وہ خدائے تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ تک پہنچ سکتا تھا جو غیر اللہ کو بکلی فراموش کردے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 3 مطبوعہ 1984ء توضیح مرام صفحہ 75)

○ ’’ظلومیت .....ایک نہایت قابلِ تعریف جو ہر انسان میں ہے جو فرشتوں کو بھی نہیں دیا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنی انسان میں ظلومیت اور جہولیت کی صفت تھی اس لئے اُس نے اس امانت کو اُٹھالیا جس کو وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جس میں اپنے نفس کی مخالفت اور اپنے نفس پر سختی کرنے کی صفت ہو۔ غرض یہ صفت ظلومیت انسان کے مراتب سلوک کا ایک مرکب اور اُس کے مقاماتِ قرب کیلئے ایک عظیم الشان ذریعہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو بوجہ مجاہداتِ شاقہ کے اوائل حال میں نارِ جہنم کی شکل پر تجلّی کرتا ہے لیکن آخر نعماء جنت تک پہنچا دیتا ہے اور درحقیقت قرآن کریم کے دوسرے مقام میں جو یہ آیت ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا○ (مریم:72-73)

یہ بھی درحقیقت صفتِ محمودہ ظلومیت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 142-143)

○ ’’ظلومیت کی صفت جو مومن میں ہے یہی اس کو خدا تعالیٰ کا پیارا بنا دیتی ہے اور اسی کی برکت سے مومن بڑے بڑے مراحل سلوک کے طے کرتا اور ناقابل برداشت تلخیاں اور طرح طرح کے دوزخوں کے جلن اور حرقت اپنے لئے بخوشی خاطر قبول کرلیتا ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ انسان کی اعلیٰ درجہ کی مدح بیان کی ہے اس کو فرشتوں پر بھی ترجیح دی ہے۔ اس مقام پر اس کی یہی

فضیلت پیش کی ہے کہ وہ ظلوم اور جہول ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا** یعنی اس امانت کو جو ربوبیت کی کامل ابتلا ہے جس کو فقط عبودیت کاملہ اُٹھا سکتی ہے، انسان نے اُٹھالیا کیونکہ وہ ظلوم اور جہول تھا یعنی خدا تعالیٰ کیلئے اپنے نفس پر سختی کرسکتا تھا اور غیر اللہ سے اِس قدر دُور ہوسکتا تھا کہ اس کی صورت علمی سے بھی اُس کا ذہن خالی ہوجاتا تھا۔ واضح ہو کہ ہم سخت غلطی کریں گے اگر اس جگہ ظلوم کے لفظ سے کافر اور سرکش اور مُشرک اور عدل کو چھوڑنے والا مُراد لیں گے کیونکہ یہ ظلوم جہول کا لفظ اس جگہ اللہ جل شانہٗ نے اِنسان کیلئے مقامِ مدح میں استعمال کیا ہے نہ مقامِ ذم میں اور اگر نعوذ باللہ یہ مقامِ ذم میں ہوتو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ سب سے بدتر انسان ہی تھا جس نے خدا تعالیٰ کی پاک امانت کو اپنے سر پر اُٹھالیا اور اُس کے حکم کو مان لیا بلکہ نعوذ باللہ یوں کہنا پڑے گا کہ سب سے زیادہ ظالم اور جاہل انبیاء اور رسول تھے جنہوں نے سب سے پہلے اِس امانت کو اُٹھالیا حالانکہ اللہ جل شانہٗ آپ فرماتا ہے کہ ہم نے اِنسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے پھر وہ سب سے بدتر کیونکر ہوا اور انبیاء کو سید العادلین قرار دیا ہے پھر وہ ظلوم وجہول دوسرے معنوں کی رُو سے کیونکر کہلاویں ماسوا اس کے ایسا خیال کرنے میں خدا تعالیٰ پر بھی اعتراض لازم آتا ہے کہ اس کی امانت جو وہ دینی چاہتا تھا وہ کوئی خیر اور صلاحیت اور برکت کی چیز نہیں تھی بلکہ شر اور فساد کی چیز تھی کہ شریر اور ظالم نے اس کو قبول کیا اور نیکوں نے اُس کو قبول نہ کیا مگر کیا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ بدظنی کرنا جائز ہے کہ جو چیز اُس کے چشمہ سے نکلے اور جس کا نام وہ اپنی امانت رکھے جو پھر اُسی کی طرف ردّ ہونے کے لائق ہے وہ درحقیقت نعوذ باللہ خراب اور پلید چیز ہو جس کو بجز ایسے ظلوم کے جو درحقیقت سرکش اور نافرمان اور نعمتِ عدل سے بکلی بے نصیب ہے کوئی دوسرا قبول نہ کرسکے۔ افسوس

کہ ایسے مکروہ خیالوں والے کچھ بھی خدا تعالیٰ کی عظمت نگہ نہیں رکھتے۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ امانت اگر سراسر خیر ہے تو پھر اس کا قبول کر لینا ظلم میں کیوں داخل ہے اور اگر امانت خود شر اور فساد کی چیز ہے تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کی جاتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نعوذ باللہ فساد کا مبداء ہے اور کیا جو چیز اُس کے پاک چشمہ سے نکلتی ہے اس کا نام فساد اور شر رکھنا چاہیئے؟ ظلمت ظلمت کی طرف جاتی ہے اور نور نور کی طرف۔ سو امانت نور تھی اور انسان ظلوم جہول بھی ان معنوں کر کے جو ہم بیان کر چکے ہیں ایک نور ہے اس لئے نور نے نور کو قبول کر لیا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور امانت سے مراد انسانِ کامل کے وہ تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور جان اور حواس اور خوف اور محبت اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء رُوحانی وجسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسانِ کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسانِ کامل برطبق آیت۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا اس ساری امانت کو جنابِ الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اُس میں فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے جیسا کہ ہم مضمون حقیقتِ اسلام میں بیان کر چکے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امّی صادق و مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پائی جاتی تھی جیسا کہ خود خدا تعالیٰ

قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ○وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ○ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ۔ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یعنی ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدوجہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کیلئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین ہوں یعنی دُنیا کی ابتداء سے اُس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنافی اللہ ہو۔ جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اُس کو واپس دینے والا ہو۔ اس آیت میں اُن نادان مواحدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں۔ اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اُس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دُنیا یہاں تک کہ بُت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے

اورخود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارتِ نفس ہے۔

غور سے دیکھنا چاہئے کہ جس حالت میں اللہ جل شانہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اول المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اعلیٰ میں کسی طرح جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کیلئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَعْظَمَ شَأْنُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تو اند　　　جملہ دریں راہ طفیلِ تو اند

پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان کو کہہ دے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے۔ سو تم اس کی پیروی کرو اور اور راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دُور ڈال دیں گی۔ اِن کو کہہ دے اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں ربّ العالمین کیلئے خالص کر لوں یعنی اس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ ربّ العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں اور ہمہ تن اُسی کا اور اُسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالیٰ کا کر دیا ہے اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے۔

اور یہ وسوسہ کہ ایسے معنے آیت ظلوم و جہول کے کس نے متقدمین سے کئے

ہیں اور کون اہل زبان میں سے ظلم کے ایسے معنے بھی کرتا ہے۔اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ہمیں بعد کلام اللہ کے کسی اور سند کی ضرورت نہیں۔ کلام الٰہی کے بعض مقامات بعض کی شرح ہیں۔ پس جس حالت میں خدا تعالیٰ نے بعض متقیوں کا نام بھی ظالم رکھا ہے اور مراتب ثلاثہ تقویٰ سے پہلا مرتبہ تقویٰ کا ظلم کو ہی ٹھہرایا ہے تو اس سے ہم نے قطعی اور یقینی طور پر سمجھ لیا کہ اس ظلم کے لفظ سے وہ ظلم مراد نہیں ہے جو تقویٰ سے دُور اور کفار اور مشرکین اور نافرمانوں کا شعار ہے بلکہ وہ ظلم مراد ہے جو سلوک کے ابتدائی حالات میں متقیوں کیلئے شرط محتّم ہے یعنی جذباتِ نفسانی پر حملہ کرنا اور بشریت کی ظلمت کو اپنے نفس سے کم کرنے کیلئے کوشش کرنا جیسا کہ اس دوسری آیت میں بھی کم کرنے کے معنی ہیں اور وہ یہ ہے۔

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا اَیْ وَلَمْ تَنْقُصْ دیکھو قاموس اور صحاح اور صراح جو ظلم کے معنے کم کرنے کے بھی لکھے ہیں اور اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں یعنی وَلَمْ تَنْقُصْ۔''

## مومن احکام الٰہی کی بجا آوری میں اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے

''ماسوا اس کے اِس معنے کرنے میں یہ عاجز منفرد نہیں۔ بڑے بڑے محقق اور فضلاء نے جو اہلِ زبان تھے یہی معنے کئے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے صاحب فتوحات مکیہ ہیں جو اہِل زبان بھی ہیں اور اپنی کتاب تفسیر میں جو مصر کے چھاپہ میں چھپ کر شائع ہوئی ہے یہی معنے کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے زیر تفسیر آیت وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ. اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یہی معنے لکھے ہیں کہ یہ ظلوم وجہول مقامِ مدح میں ہے اور اس سے مطلب یہی ہے کہ انسان مومن احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں اپنے نفس پر اس طور پر ظلم کرتا ہے جو نفس کے جذبات اور خواہشوں کا مخالف ہو جاتا ہے اور اس سے اس کے جوشوں کو گھٹاتا ہے اور کم کرتا

ہے اور صاحب تفسیر حسینی خواجہ محمد پارسا کی تفسیر سے نقل کرتے ہیں کہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ انسان نے اس امانت کو اس لئے اُٹھا لیا کہ وہ ظلوم تھا یعنی اس بات پر قادر تھا کہ اپنے نفس اور اس کی خواہشوں سے باہر آجائے یعنی جذباتِ نفسانی کو کم بلکہ معدوم کردیوے اور ہویت مطلقہ میں گُم ہوجائے اور انسان جہول تھا اس لئے اس میں یہ قوت ہے کہ غیر حق سے بکلی غافل اور نادان ہوجائے اور بقول لا الہ الا اللہ نفی ماسوا کی کردیوے اور ابن جریر بھی جو رئیس المفسرین ہے اس آیت کی شرح میں لکھتا ہے کہ ظلوم اور جہول کا لفظ محلِ مدح میں ہے نہ ذم میں۔ غرض اکابر اور محققین جن کی آنکھوں کو خدا تعالیٰ نے نورِ معرفت سے منور کیا تھا وہ اکثر اِسی طرف گئے ہیں کہ اس آیت کے بجز اِس کے اور کوئی معنے نہیں ہوسکتے کہ انسان نے خدا تعالیٰ کی امانت کو اُٹھا کر ظلوم اور جہول کا خطاب مدح کے طور پر حاصل کیا نہ ذم کے طور پر چنانچہ ابنِ کثیر نے بھی بعض روایات اس کی تائید میں لکھی ہیں اور اگر ہم اس تمام آیت پر کہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ایک نظرِ غور کی کریں تو یقینی طور پر معلوم ہوگا کہ وہ امانت جو فرشتوں اور زمین اور پہاڑوں اور تمام کو اکب پر عرض کی گئی تھی اور انہوں نے اُٹھانے سے انکار کیا تھا وہ جس وقت اِنسان پر عرض کی گئی تھی تو بلاشبہ سب سے اول انبیاء اور رسولوں کی روحوں پر عرض کی گئی ہوگی کیونکہ وہ انسانوں کے سردار اور انسانیت کے حقیقی مفہوم کے اوّل المستحقین ہیں۔ پس اگر ظلوم اور جہول کے معنے یہی مراد لئے جائیں جو کافر اور مُشرک اور پکے نافرمان کو کہتے ہیں تو پھر نعوذ باللہ سب سے پہلے انبیاء کی نسبت اِس نام کا اطلاق ہوگا۔ لہٰذا یہ بات نہایت روشن اور بدیہی ہے کہ ظلوم اور جہول کا لفظ اس جگہ محل مدح میں ہے اور ظاہر ہے کہ خدا

تعالیٰ کے حکم کو مان لیا جاوے اور اس سے منہ پھیرنا موجبِ معصیت نہیں ہوسکتا یہ تو عین سعادت ہے تو پھر ظلوم اور جہول کے حقیقی معنے جو اِبیٰ اور سرکشی کو مستلزم ہیں کیونکر اس مقام کے مناسب حال ہوسکتے ہیں۔ جو شخص قرآن کریم کی اسالیب کلام کو بخوبی جانتا ہے اُس پر یہ پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلشانہٗ اپنے خواص عباد کیلئے ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بدنما ہوتا ہے مگر معنًا نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی کریمؐ کے حق میں فرمایا **وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى** اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنے مشہور اور متعارف جو اہلِ لُغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے (اے رسولؐ اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر، بے دین اور حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنی لینے چاہئیں جو آیت کے سیاق اور سباق سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت فرمایا **اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى ۝** یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بیکس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا۔ پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا۔ ان معنوں کی صحت پر یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو ان کے بعد آتی ہیں یعنی یہ کہ

**فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ۝ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۝**

کیونکہ یہ تمام آیتیں لف نشر مرتب کے طور پر ہیں اور پہلی آیتوں میں جو مدعا

مخفی ہے دوسری آیتیں اس کی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں مثلاً پہلے فرمایا۔ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی○ اس کے مقابل پر یہ فرمایا فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡ○ یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھ کو پناہ دی ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے۔ پھر بعد اس آیت کے فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی○ اس کے مقابل پر یہ فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ○ یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہمارے حقائق اور معارف کا طالب تھا سو جیسا کہ ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم نے اُستاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علوم کے تجھ پر کھول دئے اور اپنے لقاء کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا اور جو تو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا سو تو بھی مانگنے والوں کو ردمت کر اور ان کو مت جھڑک اور یاد کر کہ تو عائل تھا اور تیری معیشت کے ظاہری اسباب بکلی منقطع تھے۔ سو خدا خود تیرا متولی ہوا اور غیروں کی طرف حاجت لے جانے سے تجھے غنی کر دیا۔ نہ تو والد کا محتاج ہوا نہ والدہ کا نہ استاد کا اور نہ کسی غیر کی طرف حاجت لے جانے کا بلکہ یہ سارے کام تیرے خدا تعالیٰ نے آپ ہی کر دئے اور پیدا ہوتے ہی اُس نے تجھ کو آپ سنبھال لیا سو اس کا شکر بجالا اور حاجت مندوں سے تو بھی ایسا ہی معاملہ کر۔ اب ان تمام آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اس جگہ ضال کے معنے گمراہ نہیں ہے بلکہ انتہائی درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی نسبت اسی کے مناسب یہ آیت ہے اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ''

## خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس کو کچلنا حقیقی اطاعت ہے

''سو یہ دونوں لفظ ظلم اور ضلالت اگرچہ ان معنوں پر بھی آتے ہیں کہ کوئی شخص جادۂ اعتدال اور انصاف کو چھوڑ کر اپنے شہواتِ غضبیہ یا بہیمیہ کا تابع ہو جاوے لیکن قرآن کریم میں عُشاق کے حق میں بھی آئے ہیں جو خدا تعالیٰ کے راہ

میں عشق کی مستی میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو پیروں کے نیچے کچل دیتے ہیں۔اسی کے مطابق حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے:

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید  قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

اس دیوانگی سے حافظ صاحب حالتِ تعشق اور شدتِ حرص اطاعت مراد لیتے ہیں۔غرض ان آیتوں کی حقیقت واقعی یہی ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی اور میں ہرگز ایسے معنے نہیں کروں گا جن سے ایک طرف تو یہ لازم آوے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پاک امانت نہیں تھی بلکہ کوئی فساد کی بات تھی جو ایک مفسد ظالم نے قبول کر لی اور نیکوں نے اس کو قبول نہ کیا اور دوسری طرف تمام مقدس رسولوں اور نبیوں کو جو اوّل درجہ پر امانت کے محمل ہیں ظالم ٹھہرایا جاوے اور میں بیان کر چکا ہوں کہ دراصل امانت اور اسلام کی حقیقت ایک ہی ہے اور امانت اور اسلام دراصل محمود چیز ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا اُسی کو واپس دیا جاوے جیسے امانت واپس دی جاتی ہے۔پس جس نے ایک محمود اور پسندیدہ چیز کو قبول کرلیا اور خدا تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ پھیرا اور اُس کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھا۔وہ لائق مذمت کیوں ٹھہرے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت کے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا○

یعنی انسان نے جو امانت اللہ کو قبول کرلیا تو اس سے یہ لازم آیا جو منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات جنہوں نے صرف زبان سے قبول کیا اور عملاً اس کے پابند نہیں ہوئے وہ معذب ہوں اور مومنین اور مومنات جنہوں نے امانت کو قبول کر کے عملاً پابندی بھی اختیار کی وہ موردِ رحمتِ الٰہی ہوں۔یہ آیت بھی صاف

اور صریح طور پر بول رہی ہے کہ آیت موصوفہ میں ظلوم وجہول سے مراد مومن ہیں جن کی طبیعتوں اور استعدادوں نے امانت کو قبول کرلیا اور پھر اس پر کاربند ہو گئے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ مشرکوں اور منافقوں نے کامل طور پر قبول نہیں کیا صرف مومنوں نے قبول کیا ہے اور منافقوں اور مشرکوں کی فطرتوں میں گو ایک ذرّہ استعداد کا موجود تھا مگر بوجہ نقصانِ استعداد وہ کامل طور پر اس پیارے لفظ ظلوم اور جہول سے حصہ نہ لے سکے اور جن کو بڑی قوت ملی تھی وہ کامل طور پر اس نعمت کو لے گئے۔ انہوں نے اس امانت کے قبول کرنے کا صرف اپنی زبان سے اقرار نہیں کیا بلکہ اپنے اعمال اور افعال میں ثابت کر کے دکھلا دیا اور جو امانت لی تھی کمال دیانت کے ساتھ اُس کو واپس دے دیا۔

بالآخر یہ بھی واضح رہے کہ جہول کا لفظ بھی ظلوم کے لفظ کی طرح ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جو اتقاء اور اصطفاء کے مناسب حال ہیں کیونکہ اگر جاہلیت کا حقیقی مفہوم مراد ہو جو علوم اور عقائد صحیحہ سے بیخبری اور ناراست اور بیہودہ باتوں میں مبتلا ہونا ہے تو یہ تو صریح متقیوں کی صفت کے برخلاف ہے کیونکہ حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ○ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ یعنی اے ایمان لانے والو اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک

اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہوگا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا۔ اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہیں نورانی ، ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں تمہارے قویٰ کی راہیں تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔

اب اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تقویٰ سے جاہلیت ہرگز جمع نہیں ہوسکتی ہاں فہم اور ادراک حسب مراتب تقویٰ کم وبیش ہوسکتا ہے۔ اس مقام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی اور اعلیٰ درجہ کی کرامت جو اولیاء اللہ کو دی جاتی ہے جن کو تقویٰ میں کمال ہوتا ہے۔ وہ یہی دی جاتی ہے کہ ان کے تمام حواس اور عقل اور فہم اور قیاس میں نور رکھا جاتا ہے اور اُن کی قوتِ کشفی نور کے پانیوں سے ایسی صفائی حاصل کرلیتی ہے کہ جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے حواس نہایت باریک بین ہوجاتے ہیں اور معارف اور دقائق کے پاک چشمے اُن پر کھولے جاتے ہیں اور فیض سائغ ربانی اُن کے رگ وریشہ میں خون کی طرح جاری ہوجاتا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 5 ۔ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 157 تا 179 ۔ مطبوعہ 1984ء لندن)

○ "آیت وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ.... بھی دلالت کررہی ہے کہ خدا کا حقیقی مطیع انسان ہی ہے جو اپنی اطاعت کو محبت اور عشق تک پہنچاتا ہے اور خدا کی بادشاہت کو ہزارہا بلاؤں کو سر پر لے کر زمین پر ثابت کرتا ہے پس یہ طاعت جو دردِ دل سے ملی ہوئی ہے فرشتے اس کو کب بجالا سکتے ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ 40 حاشیہ روحانی خزائن جلد 19 طبع 2008ء)

○ ''اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا۔ اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضاء میں محو ہو جانا۔ اور خدا میں گُم ہو کر ایک موت اپنے پروارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بناء پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض خدا کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سُنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں۔ اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُس کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اُس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ یعنی ہم اُس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔ پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور اُس کی آواز سُنتا ہے اور اُس کے نُور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نُور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اِسی دُنیا میں دیدار اور

گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پا لیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ○ یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے۔ جس کی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں اور موت کا سامنا ہو ان کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا اُن پر فرشتے اُترتے ہیں اور خدا اُن سے ہمکلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ مَیں تمہارے ساتھ ہوں اور مَیں اِسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو۔ اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدے نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہلِ دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ در حقیقت اسلام وہ مذہب ہے جس کے سچے پیرووں کو خدا تعالیٰ نے تمام گذشتہ راستبازوں کا وارث ٹھیرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امتِ مرحومہ کو عطا کر دی ہیں۔''

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 161۔160 طبع 2008ء قادیان)

○ ''اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقّق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود مع اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کیلئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی مُعطی حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم

اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیّات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضآء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اِس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اُس کا ہے وہ اُس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیّت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلّل سے ان سب حکموں اور حدّوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کیلئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کیلئے ایک قوی رہبر ہیں، بخوبی معلوم کر لی جائیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے دوسروں کو آرام پہنچانے کیلئے دکھ اٹھاویں اور

دوسروں کی راحت کیلئے اپنے پر رنج گوارا کرلیں۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود مع اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کردیوے اور اپنی انانیت سے مع اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا کہ جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہوکر اس کے نفس امّارہ کا نقش ہستی معہ اس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن اللہ ہونے کے نئی زندگی اس میں پیدا ہوجائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔

خالق کی طاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بےعزتی اور ذلّت قبول کرنے کیلئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کیلئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کیلئے طیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم کردینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کیلئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کیلئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کرلے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کیلئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔ اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طُرق کی راہ سے قسّامِ ازل نے بعض کو

بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگاوے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام 59-63 - روحانی خزائن جلد 5 - مطبوعہ 1984ء لندن)

○ ’’اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں۔ سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اس کے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرا ہو کر اس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفات صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور مغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملت حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور ردائت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلّی اس سے دور کر کے اس کی جگہ ربّانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلّی مبدل ہو

کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے سنتا اور خدائے تعالیٰ سے دیکھتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اس کا غضب خدائے تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدائے تعالیٰ کا رحم ہوجاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلاء کے اور وہ زمین پر حجت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں اور اس کلام اور الہام میں فرق یہ ہے کہ الہام کا چشمہ تو گویا ہر وقت مقرب لوگوں میں بہتا ہے اور وہ روح القدس کے بلائے بولتے اور روح القدس کے دکھائے دیکھتے اور روح القدس کے سنائے سنتے اور ان کے تمام ارادے روح القدس کے نفخ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے کہ وہ ظلّی طور پر اس آیت کا مصداق ہوتے ہیں: **وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی○ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی○** لیکن مکالمہ الٰہیہ ایک الگ امر ہے اور وہ یہ ہے کہ وحی متلو کی طرح خدائے تعالیٰ کا کلام ان پر نازل ہوتا ہے اور وہ اپنے سوالات کا خدائے تعالیٰ سے ایسا جواب پاتے ہیں کہ جیسا ایک دوست دوست کو جواب دیتا ہے اور اس کلام کی اگر ہم تعریف کریں تو صرف اس قدر کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ جلّ شانہٗ کی ایک تجلی خاص کا نام ہے جو بذریعہ اس کے مقرب فرشتہ کے ظہور میں آتی ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے یا کوئی نئی اور مخفی بات بتائی جائے یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دی جائے یا کسی امر میں خدائے تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی پر مطلع کیا جائے یا کسی

اور قسم کے واقعات میں یقین اور معرفت کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔ بہرحال یہ وحی ایک الٰہی آواز ہے جو معرفت اور اطمینان سے رنگین کرنے کے لئے منجانب اللہ پیرایہ مکالمہ و مخاطبہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی کیفیت بیان کرنا غیر ممکن ہے کہ وہ صرف الٰہی تحریک اور ربانی نفخ سے بغیر کسی قسم کے فکر اور تدبّر اور خوض اور غور اور اپنے نفس کے دخل کے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک قدرتی ندا ہے جو لذیذ اور پُر برکت الفاظ میں محسوس ہوتی ہے اور اپنے اندر ایک ربانی تجلی اور الٰہی صولت رکھتی ہے۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد 5۔صفحہ 226۔233۔طبع 2008ء قادیان)

○ ''میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں ...اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکے گا...اور وہ کلام الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 275،276۔مطبوعہ 1984ء لندن)

○ ''ہزار ہزار شکر اُس خداوند کریم کا ہے جس نے ایسا مذہب ہمیں عطا فرمایا جو خدادانی اور خدا ترسی کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی نظیر کبھی اور کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی۔ اور ہزار ہا درود اُس نبی معصوم پر جس کے وسیلہ سے ہم اس پاک مذہب میں داخل ہوئے۔اور ہزار رحمتیں نبیٔ کریم کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے

اپنے خونوں سے اِس باغ کی آب پاشی کی۔

اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدانما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدائے تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کیلئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقولی رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدائے تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پر حکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ مانع موجود ہے اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اُس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں اور نہ صرف اسقدر بلکہ وہ عملی طور پر دنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشئے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 26-25۔ مطبوعہ 1984ء لندن)

○ ''سچے مذہب کا خدا ایسا مطابق عقل اور نور فطرت چاہئے کہ جس کا

وجود ان لوگوں پر بھی حجت ہو سکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔غرض وہ خدا ایسا ہونا چاہیئے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بو نہ پائی جائے۔سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خدا میں ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔اور تمام دنیا کے مذہب والوں نے یا تو اصل خدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا نا واجب صفات اور اخلاق زمیمہ اس کی طرف منسوب کرادئے ہیں جیسا کہ یہودی۔اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔مگر اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔اسلام نے کوئی نیا خدا پیش نہیں کیا بلکہ وہ خدا پیش کیا ہے جو انسان کا نور قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کرر ہا ہے۔اور دوسری علامت سچے مذہب کی یہ ہے کہ مردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں کی ابتداء میں تخم ریزی کی گئی تھی وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوع انسان کی بھلائی کیلئے اس میں آخر دنیا تک موجود ہیں تا موجودہ نشان گذشتہ نشانوں کیلئے مصدق ہو کر اس سچائی کے نور کو قصہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔سو میں ایک مدت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوت کا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجنابؐ نے پیش کئے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں۔اور زندہ خدا کو براہ راست دیکھ لیں۔مگر جن نشانوں کو یسوع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کا دنیا میں نام و نشان نہیں صرف قصے ہیں۔لہٰذا یہ مردہ پرستی کا مذہب اپنے مردہ معبود کی طرح مردہ ہے۔ظاہر ہے کہ ایک سچائی کا بیان صرف قصوں تک کفایت نہیں کر سکتا۔کونسی قوم دنیا میں ہے جن کے پاس کرامتوں اور معجزوں کے قصے نہیں ہیں۔پس یہ اسلام کا ہی خاصہ ہے کہ وہ صرف قصوں کی ناقص اور نا تمام تسلی پیش نہیں کرتا۔بلکہ وہ ڈھونڈنے والوں کو

زندہ نشانوں سے اطمینان بخشتا ہے اور اس شخص کو جو طالب حق ہو اس کو چاہئے کہ صرف بیہودہ اور مردہ پرستی پر کفایت نہ کرے بلکہ نہایت ضروری ہے کہ محض ذلیل قصوں پر سرنگوں نہ ہو۔ ہم دنیا کے بازار میں اچھی چیزوں کے خریدنے کیلئے آئے ہیں۔ ہمیں نہیں چاہئے کہ کوئی مغشوش چیز خرید کر نقد ایمان ضائع کریں۔ زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خدا وہ ہے جو ہمیں بلا واسطہ ملہم کر سکے۔ اور کم سے کم یہ کہ ہم بلا واسطہ ملہم کو دیکھ سکیں۔ سو میں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے۔ وہ مردے ہیں نہ خدا جن سے اب ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نشان نہیں دیکھ سکتا۔ سو جس کا خدا مردہ ہے وہ اس کو ہر میدان میں شرمندہ کرتا ہے اور ہر میدان میں اس کو ذلیل کرتا ہے۔ اور کہیں اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ اس اشتہار کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔ جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا۔ سو اسلام سچا ہے۔ میں ہر ایک کو کیا عیسائی، کیا آریہ، کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کیلئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام، کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کیلئے چالیس دن کافی ہیں۔''

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ 13-15)

○○

# صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اپنے آقا و مُطاع سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کے دلنشین واقعات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم سے بیعت میں یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ ہم ہر حال میں اپنے امیر کی اطاعت کریں گے۔ عسر میں اور یسر میں پسندیدگی کی حالت میں اور ناپسندیدگی کی حالت میں۔ خواہ ہمارے حقوق ہمیں ملیں یا ہم سے چھینے جائیں۔ اور یہ کہ ہم کبھی بھی اپنے امیروں کے ساتھ امارت کے معاملہ میں تنازعہ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے امیر کے رویہ میں کوئی ایسا کھلا کھلا کفر پاؤ جس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی روشن اور قطعی دلیل ہو۔

(بُخَاری کِتَابُ الْاَحْکَامِ بَابُ السَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ)

## شمع کے گرد پروانے

عرب ایک جاہل اور وحشی قوم تھی جو ذرا ذرا سی بات پر لڑنے مرنے اور قتل و غارت پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد جو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتا گیا اس کی کایا پلٹتی گئی۔ اور عرب کا وہ اُجڈ اور جاہل جو ذرا ذرا سی بات پر مرنے مارنے پر طیار ہو جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لا کر آپ کی اطاعت میں محو ہو کر مجسم صبر و رضا کا پیکر بن گیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صبر کی تلقین کے نتیجہ میں گالیاں سن کر دعا دینے لگا اور ماریں کھا کر، دکھ پا کر صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنے لگا۔ چنانچہ بہت سے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود مقابلے کی طاقت

کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صبر کی تلقین کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق مکہ کی گلیوں میں ماریں کھاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر انتظار کرو شاید اللہ تمہارا کوئی اور ساتھی پیدا کر دے''

اس ارشاد نبوی کو سنتے ہی آپ نے ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان تکالیف کو برداشت کیا۔

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو مشرف باسلام ہونے سے قبل سرداران قریش میں سے ایک جابر سردار تھے اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک روا رکھتے تھے۔ جب آپ مسلمان ہوئے قریش نے ایک دن آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ بھی ڈٹے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں مکہ کا ایک رئیس عاص بن وائل وہاں آ گیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی اور قریش کی شورش فرو ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند دن تک امن میں رہے۔ لیکن اس حالت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت نے برداشت نہ کیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے عاص بن وائل سے کہہ دیا کہ میں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں مکہ کی گلیوں میں بس پٹتا ہی رہتا تھا۔ قارئین کرام اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو کس قدر پاس و لحاظ رہتا تھا۔

○ ایک موقعہ پر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چندے کی تحریک کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا سامان لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا سامان اُٹھا لائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ گھر کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کا نام۔

صحابہ اس قدر آپ کے ارشادات کی بجا آوری میں سرشار تھے کہ انہوں نے اپنی تمام تر خواہشات کو رسول خدا کی خواہشات کے ماتحت کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ماریں کھاتے رہے لیکن

کوئی ایک بھی اپنے آقا کے ارشاد سے قبل ہجرت کا خیال تک اپنے دل میں نہیں لایا اور پھر جب مسلمانوں کی تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں اور قریش اپنی ایذاء رسانی میں بہت بڑھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل میں سن 5 نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اس ظلم سے نجات پائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی کوئی حکم اپنے نفس کے خیالات کی بنا پر نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ ہمیشہ خدائی اشارے کا انتظار کرتے تھے۔

## ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل میں دیوانہ وار

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل میں صحابہ اس طرح سر دھڑ کی بازی لگا کر دیوانہ وار آگے بڑھتے تھے کہ اپنی جان کی بھی کچھ پرواہ نہ کرتے۔ چنانچہ جو واقعہ اس جگہ بیان کیا جا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی بجا آوری اپنی جان کی بازی لگا کر کرتے تھے بلکہ اطاعت کا صحیح عرفان ان کو حاصل تھا۔

جنگ احد کے موقعہ پر کفار نے عام دھاوا کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لیکر فرمایا:

''کون ہے جو اسے لیکر اس کا حق ادا کرے۔''

بہت سے صحابہ نے ہاتھ پھیلائے جن میں حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے گئے کہ کہ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر حضرت ابو دجانہ انصاریؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے انہیں یہ تلوار دے دی۔ حضرت زبیرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار لینے کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ تلوار نہیں دی اور ابو دجانہ کو دی۔ اپنی پریشانی کو دور کرنے کے لئے انہوں نے دل میں عہد کیا کہ میں اس میدان میں ابو دجانہؓ کے ساتھ رہوں گا اور دیکھوں گا کہ وہ اس

تلوار کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ابو دجانہؓ اس تلوار کو لے کر حمد کے گیت گاتا ہوا مشرکین کی صفوں میں گھس گیا۔ وہ جہاں جاتا تھا موت بکھیرتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ لشکر قریش میں سے اپنا راستہ کاٹتا ہوا لشکر کے دوسرے کنارے نکل گیا جہاں قریش کی عورتیں کھڑی تھیں۔ ہندہ بڑے زور وشور سے اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھی اس کے سامنے آئی اور ابو دجانہ نے اپنی تلوار اس کے اُوپر اُٹھائی جس پر ہندہ نے بڑے زور سے چیخ ماری اور اپنے مردوں کو امداد کے لئے بلایا۔ مگر کوئی شخص اس کی مدد کو نہیں آیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ابو دجانہؓ نے خود بخود ہی اپنی تلوار نیچی کر لی اور وہاں سے ہٹ آیا۔ حضرت زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے ابو دجانہ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ پہلے تم نے تلوار اُٹھائی اور پھر نیچے کر لی۔ حضرت ابو دجانہؓ نے کہا کہ میرا دل اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار ایک عورت پر چلاؤں اور عورت بھی وہ جس کے ساتھ کوئی مرد محافظ نہیں۔ (ابن ہشام وزرقانی)

قارئین کرام! غور فرمایئے کہ جنگ کا موقعہ ہے اور سامنے وہ عورت ہے جو اسلام کی اشد ترین دشمن ہے اور مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلا رہی ہے ایسی عورت کو چھوڑ دینا نہایت خطرناک تھا۔ لیکن اس پر محض اس لیے تلوار نہ چلانا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنگ کے موقع پر عورتوں پر ہتھیار اُٹھانے سے منع فرمایا ہے، کسی کرامت سے کم نہیں۔

○ صحابہ کا جوش اطاعت ایسا تھا کہ وہ جان کی بازی لگا کر آپ کی اطاعت کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے اور تلواروں کے سائے میں بھی اپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کئے عہدوں کو پورا کرتے تھے۔

میدان اُحد میں جب لاشوں کے پشتے لگے پڑے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ایک وفا شعار غلام یاد آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''کوئی ہے جو جا کر دیکھے کہ انصاری سردار سعد بن ربیعؓ پر کیا گزری؟ میں نے اسے لڑائی کے دوران بے شمار نیزوں کی زد میں گھرے ہوئے دیکھا تھا۔''

ابی بن کعب ؓ،محمد بن مسلمہ ؓ اور زید بن حارثہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم حاضر ہیں۔آپ نے محمد بن مسلمہ ؓ کو بھجوایا اور فرمایا کہ سعد بن ربیع ؓ سے ملاقات ہو تو انہیں میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ رسول اللہ تمہارا حال پوچھتے تھے۔انہوں نے میدان احد میں بکھری ہوئی لاشوں کے درمیان انہیں تلاش کیا۔انہیں آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہیں ملا۔تب انہوں نے بآواز بلند کہا کہ اے سعد بن ربیع ؓ!رسول اللہ نے مجھے تمہاری خبر لینے کے لیے بھیجا ہے۔اچانک لاشوں میں سے جنبش ہوئی اور ایک نحیف سی آواز آئی۔وہاں پہنچے تو سعد کو سخت زخمی حالت میں پایا اور ان کو رسول اللہ کا پیغام پہنچایا۔انہوں نے کہا کہ میں تو موت کے کنارے پر ہوں۔مجھے ایسے کاری زخم آئے ہیں کہ ان سے جانبر ہونا مشکل ہے۔اس لیے میری طرف سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ سعد بن ربیع ؓ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ پہلے نبیوں کو اپنی امت کی طرف سے جو جزا ملی ہے،اللہ تعالیٰ آپ کو ان سب سے بہترین جزا عطا کرے اور میری قوم کو بھی میری طرف سے سلام پہنچانا اور یہ پیغام دینا کہ:

> **تم نے عقبہ کی گھاٹی میں جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا تھا اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ہم نے آخری سانس تک یہ عہد نبھایا۔اب یہ امانت تمہارے سپرد ہے۔جب تک تمہارے اندر ایک بھی جھپکنے والی آنکھ ہے،اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کوئی آنچ آ گئی تو تمہارا کوئی عذر خدا تعالیٰ کے حضور قبول نہ ہوگا۔**

○ جنگ خندق کے موقع پر جب کفار میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اردگرد کے صحابہ کو مخاطب کر کے آواز دی کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس وقت جائے اور لشکر کفار کا حال معلوم کرے؟لیکن صحابہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت سردی کی اس قدر شدت تھی اور پھر خوف اور تھکان اور بھوک کا یہ عالم تھا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے اندر یہ طاقت نہیں پاتا تھا کہ

جواب میں کچھ عرض کر سکے یا اپنی جگہ سے حرکت کرے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود نام لے کر حذیفہ بن یمانؓ کو بلایا۔ جس پر وہ سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے اُٹھے اور سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کمال شفقت سے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا تم بالکل ڈرو نہیں اور اطمینان رکھو انشاء اللہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ بس تم چپکے چپکے کفار کے کیمپ میں چلے جاؤ اور کسی سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرو اور نہ اپنے آپ کو ظاہر ہونے دو۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے بدن میں سردی کا نام ونشان تک نہ تھا بلکہ میں نے محسوس کیا کہ گویا ایک گرم حمام میں سے گزر رہا ہوں اور میری گھبراہٹ بالکل جاتی رہی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ابوسفیان ایک جگہ کھڑا ہوا آگ سینک رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر جھٹ اپنی تیرکمان سیدھی کر لی اور قریب تھا کہ میں اپنا تیر چلا دیتا مگر پھر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد یاد آ گیا اور تیر چلانے سے رک گیا اور اگر اس وقت میں نے تیر چلا دیا ہوتا تو ابوسفیان اس قدر قریب تھا کہ وہ یقیناً بچ نہ سکتا۔ اس وقت ابوسفیان اپنے آدمیوں کو واپسی کا حکم دے رہا تھا اور پھر وہ میرے سامنے ہی اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ مگر گھبراہٹ کی وجہ سے اسے اپنے اونٹ کے پاؤں تک کھولنے یاد نہیں رہے۔ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔

(بحوالہ سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ۔ صفحہ 594۔595)

غور فرمائیے کہ ایسا دشمن جس نے ظلم و بربریت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی ہو جب وہ عین نشانے کی زد میں آیا تو اس کو بھی محض اس لیے چھوڑ دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اطاعت رسول کی ایسی زندہ اور تابندہ مثالیں اولین اور آخرین کے سوا کہیں نہیں ملتیں۔

## اطاعت و جاں نثاری رسول کا ایک اور نظارہ

جنگ بدر کے موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع کر کے قریش کے ایک لشکر جرار کی اطلاع دی اور ان سے مشورہ طلب فرمایا تو صحابہ نے اُٹھ اُٹھ کر جاں نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا کہ ہمارے جان و مال سب خدا کے ہیں۔ ہم ہر میدان میں ہر خدمت کے لیے حاضر

ہیں۔ چنانچہ حضرت مقداد بن اسودؓ نے کہا:

''یارسول اللہ ہم موسیٰ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپ کو یہ جواب دیں کہ جا تو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں آپ کی جان ہے اگر آپ سواریوں کو برک الغماد (کے انتہائی) مقام تک بھی لے جائیں گے تو بھی ہم آپ کی پیروی کریں گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مقداد کی یہ بات سن کر رسول اللہ کا چہرہ کھل کر چمک اُٹھا اور اس بات نے حضورؐ کو بہت خوش کیا۔ مگر اس موقعہ پر آپؐ انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی کچھ بولیں۔

چنانچہ حضرت سعد بن معاذؓ رئیس اوس نے آپؐ کا منشاء سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شاید آپ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپ کو سچا سمجھ کر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپ جہاں چاہیں چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر آپ سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپ انشاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔''

آپؐ نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام۔ جلد دوم۔ صفحہ 104)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کا روح پرور نظارہ

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور جاں نثاری کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ بن مسعود قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور موجودہ صورت حال کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اس نے کہا:

''اے محمد اگر آپ نے اس جنگ میں اپنی قوم کو ملیا میٹ کر دیا تو کیا آپ نے عربوں میں کسی ایسے آدمی کا نام سنا ہے جس نے آپ سے پہلے ایسا ظلم ڈھایا ہو۔ لیکن اگر بات دگرگوں ہوئی یعنی قریش کو غلبہ ہو گیا تو خدا کی قسم مجھے آپ کے اردگرد ایسے منہ نظر آ رہے ہیں کہ انہیں بھاگتے دیر نہیں لگے گی اور یہ سب آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔''

حضرت ابوبکرؓ جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہی بیٹھے تھے عروہ کے یہ الفاظ سن کر غصہ سے بھر گئے اور فرمانے لگے:

''جاؤ لات اور منات کی شرم گاہ چومتے پھرو۔ کیا ہم خدا کے رسول کو چھوڑ جائیں گے؟''

عروہ نے طیش میں آ کر پوچھا:

''یہ کون شخص ہے جو اس طرح میری بات کاٹتا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''یہ ابوبکرؓ ہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ کا نام سن کر عروہ کی آنکھیں شرم سے نیچی ہو گئیں۔ عروہ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مخاطب ہوا اور اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے نقطۂ نظر کی طرف لانے کی تدبیر کرتا رہا اور گاہے گاہے عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا دیتا تھا۔ مگر جب کبھی وہ ایسا کرتا ایک مخلص صحابی جن کا نام مغیرہ بن شعبہ تھا (جو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے تھے اور رشتہ میں عروہ کے بھتیجے تھے) اپنی تلوار کے نیام سے عروہ کا ہاتھ جھٹک دیتے اور کہتے:

''اپنا ناپاک ہاتھ رسول مقبول کے مبارک چہرہ سے دور رکھو۔''

چونکہ اس وقت مغیرہ کا چہرہ ایک خود سے ڈھکا ہوا تھا، عروہ نے انہیں نہ پہچانتے ہوئے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا:

''یہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔''

عروہ نے حقارت اور غصہ سے کہا:

''اے بے وفا! کیا تجھے میرا احسان بھول گیا ہے؟''

اس پر مغیرہ شرم سے جھینپ گئے۔ اس وقت عروہ نے اپنے اردگرد فخر سے نگاہ ڈالی مگر یہ نگاہ اسے گھائل کر گئی۔ کیونکہ عروہ نے اس وقت صحابہ کی جماعت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اس طرح جمع پایا جس طرح شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں۔

○ خود عروہ کا اپنا بیان ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے جوش محبت اور اخلاص کا یہ عالم تھا کہ اگر پانی پیتے ہوئے آپ کے منہ سے کوئی قطرہ گرتا تو صحابہ اسے شوق سے اپنے ہاتھوں پر لیتے اور برکت کے خیال سے اُسے اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے۔ اور جب آپ کسی چیز کا ارشاد فرماتے تو لوگ آپ کی آواز پر اس طرح لبیک کہتے کہ گویا ایک مقابلہ ہو جاتا تھا۔ وضو کرتے تو صحابہ اس شوق سے آپ کو وضو کروانے کے لئے آگے بڑھتے کہ گویا اس خدمت کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے۔ اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہ ہمہ تن گوش ہو جاتے اور محبت اور رعب کی وجہ سے ان کی نظریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اُٹھ نہیں سکتی تھیں۔ عروہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور اس نے کہا:

''اے لوگو! میں نے دنیا میں بہت سفر کیا ہے۔ بادشاہوں کے دربار میں شامل ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے سامنے بطور وفد کے پیش ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم جس طرح میں نے محمد کے صحابیوں کو محمد کی عزت کرتے دیکھا ہے ایسا میں نے کسی اور جگہ نہیں دیکھا۔''

(اَلرَّحِیْقُ الْمَخْتُوْمُ مصنفہ مولانا صفی الرحمان مبارکپوری صلح حدیبیہ کے بیان میں)

## اطاعت اور جاں نثاری رسول کا ایک اور منظر

بیعت کے معنی ہیں بک جانا۔ حدیبیہ کے مقام پر جب مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔ تو یہ خبر سن کر مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہوا۔ کیونکہ عثمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور معزز صحابہ میں سے تھے اور مکہ میں اسلامی سفیر کے طور پر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً تمام مسلمانوں میں اعلان کر کے انہیں ایک ببول کے درخت کے نیچے جمع کیا۔ جب سب صحابہ جمع ہو گئے تو آپؐ نے اس خبر کا ذکر کر کے فرمایا:

''اگر یہ اطلاع درست ہے تو خدا کی قسم ہم اس جگہ سے اس وقت تک نہیں ٹلیں گے کہ عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔''

پھر آپؐ نے صحابہ سے فرمایا:

''آؤ اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ عہد کرو کہ تم میں سے کوئی پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا مگر کسی حال میں اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔''

اس اعلان پر صحابہ بیعت کے لیے اس طرح لپکے کہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے تھے۔ اس دن مسلمانوں کا ایک ایک فرد اپنے محبوب آقا کے ہاتھ پر گویا دوسری دفعہ بک گیا۔

(اِبْنِ ھشَّام واَسَدُ الغَابَہ)

معزز قارئین! صحابہ نے اپنے عمل سے بھی بتا دیا کہ وہ اپنے رسول سے وفا اور اطاعت میں اس کے ذریعہ لائی ہوئی ابدی صداقت کے امین بن کر ہر میدان میں موت و حیات کے سودے کے لئے تیار ہیں۔

○ ایک جنگ کے موقعہ پر جب مسلمانوں کے دشمن قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال گرفتار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ احسان اسے آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کرنے مکہ گئے تو مسلمانوں کے طریق پر لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

کہنا شروع کیا۔قریش نے انہیں پکڑلیا اور کہا کہ تمہاری یہ ہمت کہ مسلمان ہوکر عمرہ کرنے آئے ہو۔ثمامہ نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہارے پاس میرے علاقہ یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دیں۔قریش ثمامہ کو قتل کرنے لگے مگر بعض سرداروں نے سفارش کی کہ یمامہ سے تمہیں غلہ وغیرہ کی ضرورت ہے دشمنی مول نہ لو۔ چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ثمامہ نے جا کر واقعی اہل مکہ کا غلہ روک دیا۔ یہاں تک کہ وہاں قحط پڑ گیا۔تب قریش نے رسول اللہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ تو دعویٰ کرتے ہیں کہ رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔مگر ہمارا تو غلہ رکوا دیا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ کو لکھا کہ قریش کے غلہ کے قافلہ کو مکہ جانے دیں۔ چنانچہ انہوں نے باوجود شدید غم وغصہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ایسا ہی کیا اور اپنے نفس کی پروا نہیں کی۔

○ حضرت عمرؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاکیدی ارشادات کے ماتحت اپنی غیر مسلم رعایا کا اس قدر خیال رہتا تھا کہ انہوں نے فوت ہوتے وقت خاص طور پر ایک وصیت کی تھی جس کے الفاظ یہ تھے:

”میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا سے بہت نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے۔ ان کے معاہدات کو پورا کرے،ان کی حفاظت کرے،ان کیلئے ان کے دشمنوں سے لڑے اور ان پر قطعاً کوئی ایسا بوجھ یا ذمہ داری نہ ڈالے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔

(کِتَابُ الْخِرَاجِ صفحہ 82)

○ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں بعض غیر مسلموں سے جزیہ وصول کرنے میں سختی کی جا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپؓ فوراً رُک گئے اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔عرض کیا گیا کہ یہ لوگ جزیہ ادا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان پر وہ بوجھ ڈالا جائے جس کی وہ طاقت نہیں

رکھتے۔انہیں چھوڑ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص دنیا
میں لوگوں کو تکلیف دے گا وہ قیامت کے دن خدا کے عذاب کی نیچے ہوگا۔''
چنانچہ ان سب کا جزیہ معاف کر دیا گیا۔''

(كِتَابُ الخِرَاجَ فَصلُ فِی مَن تَجِبَ عَلَیهِ اَلجِزیَه)

## ایک لمحہ میں شراب چھوڑ دی

شراب نوشی عربوں کے قومی اخلاق کا ایک حصہ بن چکی تھی اور کوئی مجلس شراب کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی تھی۔ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی فطری سعادت کے ماتحت خود کبھی شراب نہیں پی لیکن مذہبی طور پر شراب حرام نہیں ہوئی تھی اس لیے صحابہ شراب پیتے تھے اور اس کے بد نتائج بھی رونما ہوتے تھے۔ بالآخر سن 4 ہجری میں خدائی وحی نازل ہوئی اور شراب نوشی اسلام میں قطعی طور پر حرام قرار دی گئی۔ اس حرمت کے حکم کو صحابہ نے جس انشراح اور رضا کے ساتھ قبول کیا وہ صحابہ کی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفرمانبرداری کی لاثانی مثال ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا اعلان فرمایا اور پھر آپ ؐ نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ وہ مدینہ کے گلی کوچوں میں چکر لگا کر اس کی منادی کر دیں۔ حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ اسوقت میں ایک مکان میں ابوطلحہ انصاری اور بعض دوسرے صحابیوں کو شراب پلا رہا تھا۔ ہم نے اس منادی کی آواز سنی تو ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ شخص کیا منادی کر رہا ہے۔ میں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔ جب میں نے واپس آ کر اہل مجلس کو اس کی اطلاع دی تو اسے سنتے ہی ابوطلحہ انصاری نے مجھ سے کہا اُٹھو اور شراب کے مٹکے زمین پر بہا دو۔ انس کہتے ہیں کہ اس دن مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور اسی باب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص کی منادی سن کر کسی نے یہ نہیں کہا کہ پہلے تحقیق کر لو کہ یہ شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ، بلکہ سب نے فوراً اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور شراب نوشی سے دفعتہً رُک گئے۔ شراب نوشی کی ایسی عادت جو عرب کی گھٹی میں تھی یکلخت

ترک کر دینا جبکہ شراب کا دور چل رہا ہو اور لوگ اس کے نشے میں متوالے ہو رہے ہوں، ضبط نفس اور اطاعت رسول کی ایک روشن مثال ہے۔ (بخاری تفسیر سورۃ المائدہ وحکم کتاب الْاَشْرِبَه)

## غلامی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کا ردعمل

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ پس جب کسی شخص کے ماتحت کوئی غلام ہو تو چاہیئے کہ اسے وہی کھانا کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی لباس دے جو وہ خود پہنتا ہے اور تم اپنے غلاموں کو ایسا کام نہ دیا کرو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر کبھی ایسا کام دو تو پھر اس کام میں ان کی مدد کیا کرو۔'' (بخاری کِتَابُ العَتَقِ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلامی کے متعلق اس واضح ارشاد پر صحابہ نے کس طرح لبیک کہا اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

○ حضرت عبادہ بن ولیدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابو الیسرؓ کو ملے۔ اس وقت ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا اور ہم نے دیکھا کہ ایک دھاری دار چادر اور ایک یمنی چادر ان کے بدن پر تھی اور اسی طرح ایک دھاری دار چادر اور یمنی چادر ان کے غلام کے بدن پر تھی۔ میں نے انہیں کہا کہ چچا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اپنے غلام کی دھاری دار چادر خود لے لیتے اور اپنی یمنی چادر اُسے دے دیتے یا اس کی یمنی چادر خود لے لیتے اور اپنی دھاری دار چادر اسے دے دیتے تا کہ تم دونوں کے بدن پر ایک ایک طرح کا جوڑا تو ہو جاتا۔ ابوالیسر نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعا کی اور کہا کہ اے بھتیجے! میری ان آنکھوں نے دیکھا ہے اور میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے اسے اپنے اندر جگہ دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ:

''اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ پس میں اس بات کو بہت زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میں دنیا کے اموال میں سے

اپنے غلام کو برابر کا حصہ دے دوں بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے دن میرے ثواب
میں کوئی کمی آئے۔'' (مسلم کِتَابُ الزُّھدِ)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو آنحضرت ﷺ کی نصائح کی تعمیل میں اس درجہ انہماک تھا کہ اس کے نتیجہ میں انہیں اپنے غلاموں کو بھی اپنے اموال میں شریک کرنے سے گریز نہیں تھا۔

○ ایسا ہی ایک اور واقعہ ''اسد الغابہ حالات حضرت علیؓ جلد چہارم'' میں ملتا ہے کہ ابونوار جو روئی کے کپڑوں کی تجارت کرتے تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ ان کی دوکان پر آئے۔ اس وقت ان کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ حضرت علیؓ نے دو ٹھنڈی قمیصیں خریدیں اور پھر اپنے غلام سے کہنے لگے کہ ان میں سے جو قمیص تم چاہو لے لو۔ چنانچہ غلام نے ایک قمیص چن لی اور جو دوسری قمیص رہ گئی وہ حضرت علیؓ نے خود پہن لی۔

○ حضرت ابومسعود بدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی بات پر اپنے غلام کو مارا۔ اس وقت میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا تھا کہ ابومسعود! یہ کیا کرتے ہو۔ مگر غصہ کی وجہ سے میں نے اس آواز کو نہ پہچانا اور غلام کو مارتا ہی گیا۔ اتنے میں وہ آواز میرے قریب آ گئی اور میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ آواز دیتے ہوئے میری طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں کہ دیکھو ابومسعود یہ کیا کرتے ہو۔

آپ ﷺ کو دیکھ کر میری چھڑی میرے ہاتھ سے گر گئی اور آپ نے غصہ کی نظر سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

''ابومسعود! تمہارے سر پر ایک خدا ہے جو تمہارے متعلق اس سے بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے جو تم اس غلام پر رکھتے ہو۔''

میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں خدا کی خاطر اس غلام کو آزاد کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہارے منہ کو جھلستی۔''

(مسلم کتاب الایمان باب 35)

○ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ یتیموں اور بیوگان کے متعلق جب قرآن مجید میں احکامات نازل ہوئے اور آپؐ نے صحابہ کرام کو اس کی تلقین فرمائی تو صحابہؓ نے اس ارشاد پر اس سختی سے عمل کیا کہ اپنے زیر پرورش یتیموں کا کھانا تک الگ کر دیا اور ان کا بچا ہوا کھانا بھی استعمال کرنے سے گریز کرنے لگے۔ (ابوداؤد)

○ حضرت خالد بن ولیدؓ شام کے علاقہ میں مسلم افواج کے کمانڈر انچیف تھے لیکن حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد بعض مصالح کی وجہ سے آپ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو کمانڈر انچیف مقرر فرمایا۔ جب یہ اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کو پہنچی تو آپ بلا چوں و چراں اپنے عہدہ سے الگ ہوئے اور اطاعت خلافت کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہوئے خود لوگوں کو خطاب کے ذریعہ بتایا کہ لوگو اب خلیفۃ الرسول کی طرف سے ابوعبیدہ بن الجراح سپہ سالار مقرر ہوئے ہیں، ان کی اطاعت کرو۔ آپ خود چل کر ابوعبیدہ کے پاس گئے اور انہیں سپہ سالاری سونپ دی۔

(سیرت صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ 145)

○ حضرت علیؓ کے زمانہ میں جبکہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین بعض امور میں اختلاف تھا اور جسے دیکھ کر روم کے بادشاہ نے اسلامی مملکت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت امیر معاویہ نے اسے لکھا کہ ہوشیار رہنا۔ ہمارے آپس کے اختلافات سے دھوکہ نہ کھانا۔ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علی کی طرف سے جو پہلا جرنیل تمہارے مقابلہ کیلئے نکلے گا، وہ میں ہوں گا۔

لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب اطاعت کی روح ختم ہوگئی تو سپین کے مسلمان بادشاہوں نے مشرقی رومی حکومت سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف اتحاد کیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ جس کے نتیجہ میں دن بدن ادبار اور ذلت مسلمانوں کا نصیب بنتی چلی جا رہی ہے اور یہ سلسلہ بالآخر تب ہی ختم ہوگا جب پھر مسلمان خلافت علیٰ منہاج نبوت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس کی کامل اطاعت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں گے۔

## حضرت زید بن حارثہؓ کا جذبۂ اطاعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کنیز ام ایمن نام کی تھیں۔ آپؐ ان پر بہت خوش تھے اور ان کو اماں کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہے تو ام ایمن سے کرے۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے یہ بات سنی تو فوراً ان کے ساتھ نکاح کرلیا۔ مشہور صحابی اسامہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے، انہی کے بطن سے تھے۔ (اَسَدُ الغَابَہ جلد2 ص140 تا142)

## اطاعت رسول میں جانوروں کا بھی خیال رکھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو بھی مکہ کی طرح حرام قرار دیا اور فرمایا تھا کہ مدینہ کے اردگرد کی نہ گھاس کاٹی جاسکتی ہے نہ جانوروں کا شکار جائز ہے اور نہ پرندے پکڑنے کی اجازت ہے۔ صحابہ کرامؓ اس ارشاد کا بہت خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ میں چرنے والے ہرنوں کو بدکانے کی بھی میں جرأت نہیں کرسکتا۔

(مسلم کتاب الحج)

## اطاعت رسول اور نماز تہجد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا آدمی ہے۔ کاش کہ وہ رات کو نماز تہجد ادا کیا کرے۔ چنانچہ اس ایک فقرے نے حضرت عبداللہؓ کی ساری زندگی میں نماز تہجد کا چراغ روشن کردیا جو پھر کبھی نہ بجھا۔ وہ رات کو کم سوتے اور لمبی نماز ادا کیا کرتے۔ (بخاری و مسلم)

## اطاعت رسولؐ میں سونے کی انگوٹھی پھینک دی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے

ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپؐ نے اسے اس کے ہاتھ سے اتارا اور پھینک دیا اور ارشاد فرمایا:

يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ إِلَى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِي يَدِهِ۔

کیا تم میں سے کوئی شخص جہنم کا ایک شعلہ اٹھا کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیتا ہے؟

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو اس آدمی سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ تو اُس آدمی نے کہا:

لَا وَاللّٰهِ لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

''اب جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیا ہے تو اللہ کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اُٹھاؤں گا۔'' (صحیح مسلم)

## حضرت عمرؓ کا جذبۂ اطاعت

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن خطابؓ شام کی طرف روانہ ہوئے اور جب آپ (سرغ) کے مقام پر پہنچے تو آپ کو پتہ چلا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلاَ تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ۔

جب تم وبا کے بارے میں سنو کہ وہ کسی ملک میں پھیل چکی ہے تو اس میں مت جاؤ اور جب تم کسی ملک میں موجود ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے مت نکلو۔

یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرغ سے ہی واپس لوٹ آئے۔

(بخاری، مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب حجر اسود کو بوسہ دیا تو فرمایا:

أَمَا وَاللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ۔

خبردار! مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم ایک پتھر ہو اور نہ تم نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔

پھر فرمانے لگے:

مَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ! إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ، وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ: شَيْئٌ صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ۔ (بخاری، مسلم)

اب ہم رمل کیوں کریں! وہ تو ہم دراصل مشرکین کے سامنے (اپنی طاقت) کے اظہار کے لیے ہی کرتے تھے اور اب تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ پھر کہنے لگے: جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ اسے چھوڑ دیں۔

## اطاعت کی بے نظیر مثال

ایک بار حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ان سے اختلاف تھا اور وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہاں دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس لیے میں تو چار رکعتوں پر دو کو ہی ترجیح دوں گا لیکن جب وقت آیا تو خود بھی چار رکعتیں ہی پڑھیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو اس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ سے اختلاف رکھتے تھے اور اب خود بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ قول و فعل میں اس تفاوت کی کیا وجہ ہے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اختلاف بری چیز ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چونکہ اس جگہ مکان بنا لیا تھا۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو مسافر کی حیثیت میں نہ سمجھتے تھے لہٰذا قصر کی بجائے پوری نماز ادا کرنا ضروری خیال

فرماتے تھے۔ (ابوداؤد كِتَابُ الْمَنَاسِكِ)

○ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اتباعِ سنت کا بہت خیال رکھتے تھے۔اس لیے جب منیٰ میں تنہا نماز پڑھتے تو قصر کرتے تھے۔لیکن جب امام کے ساتھ نماز کا اتفاق ہوتا تو چار رکعت ہی ادا فرماتے تھے اور فرماتے کہ اختلاف سے بچنا چاہیے۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

## حضرت انسؓ کا جذبۂ اطاعت

حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور باوجود یہ کہ آپؓ کی عمر آٹھ دس سال کی تھی آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاموں میں انتہائی رازداری سے کام لیتے تھے۔ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت سے فارغ ہوکر گھر کو روانہ ہوئے۔راستہ میں بچے کھیل رہے تھے۔آپ بھی بتقاضائے عمر کھیل دیکھنے میں مشغول ہوگئے۔کہ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔لڑکوں نے انہیں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔حضورؐ جب قریب پہنچے تو حضرت انسؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو علیحدہ لے گئے اور ان کے کان میں کچھ ارشاد فرمایا جسے سن کر حضرت انسؓ وہاں سے چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے انتظار میں وہیں تشریف فرما رہے۔حضرت انسؓ فارغ ہوکر واپس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جواب سے آگاہ فرمایا۔جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور حضرت انسؓ گھر چلے گئے۔اس غیر معمولی کام کی وجہ سے چونکہ گھر واپس آنے میں معمول سے تاخیر ہوگئی تھی لہٰذا آپؓ کی والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام پر بھیجا تھا اس لیے دیر ہوگئی۔چونکہ آپ ابھی بچے تھے والدہ نے اس خیال سے کہیں یہ بہانہ ہی نہ ہو،استفسار کیا کہ کس کام پر بھیجا تھا۔حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ وہ ایک خفیہ بات تھی جو افسوس ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا۔والدہ کی سعادت دیکھیے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دریافت کرنے پر اصرار نہیں کیا بلکہ تاکید کی کہ کسی اور سے بھی اس کا ذکر ہرگز نہ کرنا۔ (بخاری کتاب الادب)

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ جب بہ ارادہ ہجرت مکہ سے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے نوجوان فرزند حضرت عبداللہؓ کو ہدایت کی کہ قریش کی نقل وحرکت کا اچھی طرح خیال رکھیں اور روز شام کے بعد غارِ ثور میں پہنچ کر اطلاع دیا کریں۔ چنانچہ آپ اس حکم کی تعمیل نہایت رازداری سے کرتے رہے۔ شام کا اندھیرا ہوتے ہی غار ثور میں پہنچ جاتے اور رات وہیں ٹھہر کر سفیدی صبح نمودار ہونے سے قبل واپس آجاتے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے خادم عامر بن فہیرہ کے سپرد یہ کام تھا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور رات کو دودھ وہاں پہنچایا کریں۔ چنانچہ وہ بھی اس کی تعمیل اس احتیاط کے ساتھ کرتے رہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ تین رات تک برابر یہ انتظام رہا مگر اس قدر رازداری کے ساتھ کہ قریش کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں دیوانہ وار دشت وجبل کی خاک چھان رہے تھے، مطلقاً اس بات کی خبر نہ ہوئی۔

(بخاری کتاب المناقب)

## آنحضرتؐ کے حکم پر اپنے باپ کے حکم کو ٹھکرا دیا۔ ایک صحابیہ کا جذبۂ اطاعت

حضرت جلیبؓ بھی حضرت سعدؓ کی طرح ظاہری طور پر اچھی شکل وصورت کے مالک نہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی کے ساتھ ان کا رشتہ تجویز کیا۔ مگر لڑکی کے ماں باپ کو اس پر اعتراض تھا۔ لڑکی کو اس کا علم ہوا تو اُس نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔

یعنی جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہ ہونی چاہیے۔

اور اپنے والدین سے کہا کہ اس صریح حکم خداوندی کے ہوتے ہوئے میں حیران ہوں کہ آپ اس تجویز کے کیوں مخالف ہیں۔ میں اس رشتہ پر رضامند ہوں۔ جو مرضی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہے وہی میری ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ بہت مسرور ہوئے۔

(سیر انصار۔ جلد 1 ص 274)

## ایک نابینا صحابی کا جذبہ اطاعت

حضرت عتبانؓ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں نابینا ہوں، رستہ خراب ہے اس لیے مسجد میں آنے میں سخت دقت پیش آتی ہے۔ اگر اجازت ہو تو گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کو اذان کی آواز آتی ہے۔ حضرت عتبانؓ نے عرض کیا جی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا پھر گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سے حضرت عتبانؓ ہمیشہ مسجد میں ہی حاضر ہو کر نماز پڑھتے۔

(مسند احمد۔ جلد 4 ص 43)

○ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک فوری اور اہم کام پر مامور کر کے بھیجا۔ وہ منزل کے قریب پہنچے تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپؓ نے خیال کیا کہ اگر میں اسی طرح چلتا جاؤں تو ایسا نہ ہو کہ نماز قضا ہو جائے۔ دوسری طرف دینی کام میں تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔ اس لیے چلتے چلتے اشاروں میں ہی نماز ادا کر لی۔

(ابن ماجہ۔ کتاب الصلوۃ)

## حضرت علیؓ کا نہایت خطرناک حالت میں جذبۂ اطاعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو یہ وہ وقت تھا جب مشرکین نے بھی یہ دیکھ کر کہ مسلمان ایک ایک دو دو کر کے مکہ سے نکلتے جا رہے ہیں، یہ فیصلہ کیا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جس شب آپؐ نے مکہ کو چھوڑنا تھا وہ مسلح ہو کر آپؐ کے مکان کے ارد گرد پہرہ دینے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ کفار کو شک نہ ہو، حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سونے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اپنی

جان کے خوف سے بے نیاز ہو کر اس خدمت کو قبول کیا اور عین اس وقت جب کفار کی تلواروں کی جھنکار مکان سے باہر صاف سنائی دے رہی تھی حضرت علیؓ نہایت اطمینان کے ساتھ آپؐ کے بستر پر لیٹے رہے اور کفار کو چونکہ آپکے اندر ہونے کا یقین تھا اس لیے انہوں نے دوسری طرف توجہ نہ کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکل جانے کا موقعہ مل گیا۔ صبح کے وقت جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بہت برہم ہوئے مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ (ابن سعد۔جلد 8 ص 27)

## شدید بھوک کی حالت میں جذبۂ اطاعت

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے آنحضور ﷺ کے چہرہ پر شدید بھوک کے آثار دیکھے۔ تو میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس (کھانے کے لئے) کوئی چیز ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جَو تھی اور ہماری ایک بکری تھی جس کو میں نے ذبح کیا اور (میری بیوی) نے آٹا گوندھا۔ ہم دونوں اکٹھے فارغ ہوئے اور میں نے (گوشت کو) ہانڈی میں کاٹ کر ڈالا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگا تو (میری بیوی) نے کہا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے مجھے رُسوا نہ کرنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سرگوشی کے انداز میں بات کی کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنا ایک جانور ذبح کیا ہے اور ایک صاع جَو کا آٹا گوندھا ہے۔ آپ کچھ لوگوں کے ساتھ آ جائیں تو نبی کریم ﷺ نے اونچی آواز سے فرمایا:

''اے خندق کھودنے والو! جابر نے ایک دعوت کا انتظام کیا ہے پس آؤ تم سب مدعو ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ کو فرمایا:

''میرے آنے تک اپنی ہانڈی نہ اتارنا اور نہ ہی روٹیاں پکانی شروع کرنا۔''

جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے آگے آگے آ رہے تھے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو اس نے مجھے بُرا بھلا کہا۔ میں نے کہا میں نے تو وہی کیا ہے جو تم نے مجھے کہا تھا۔ (میری

بیوی) نے آٹا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپؐ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے ہنڈیا کی طرف تشریف لا کر اس میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے فرمایا:

''روٹی پکانے والی کو بلاؤ تا کہ وہ میرے سامنے پکائے اور اپنی ہنڈیا سے سالن ڈالنا شروع کرو لیکن اس کو نیچے نہ اتارنا۔''

جابر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! وہ سب کھا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن ہماری ہنڈیا اسی طرح جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا اسی طرح پک رہا تھا۔

(بُخَارِی کِتَابُ المَغَازِی بَابَ غَزوَۃُ الخَندَقِ وَھِی الاَحزَابُ حدیث:4102)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت ان شرائط پر کی کہ میں سنوں گا اور اطاعت کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

''جس قدر کہ میں استطاعت رکھتا ہوں اور یہ کہ میں ہر مسلم کا خیر خواہ ہوں گا۔''

(مسلم، کِتَابُ الاِیمَان، بَابَ بَیَانِ اِنَّ الدِّینَ النَّصِیحَۃُ)

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حرکت وسکون کی کامل اطاعت

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزمرہ کے معمولات، آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، آپؐ کا چلنا پھرنا، آپؐ کا سونا جاگنا، آپؐ کا کھانا پینا، آپؐ کی دعوت الی اللہ، آپؐ کی نصائح اور آپؐ کی عبادات غرضیکہ ہر قول اور ہر فعل کو صحابہ نے اتنی تفصیل سے دیکھا اور جائزہ لیا کہ اس کی کوئی اور مثال نہیں۔ ساری تاریخ انسانی میں کسی بھی قوم کے لیڈر خواہ مذہبی ہوں یا سیاسی کسی کی سوانح حیات اس تفصیل سے محفوظ نہیں ہوئی جتنی ہمارے پیارے آقا حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح محفوظ ہوئی۔ صحابہؓ کے باریک مشاہدے اور بے مثل اطاعت کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

## دو رکعات لمبی دو چھوٹی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ چند شر پسند عناصر کا ایک گروہ آپؓ کے خلاف ہو گیا۔ اور آپؓ پر بے بنیاد لغو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدینہ بلوایا اور ان الزامات کا ذکر کیا کہ آپؓ کے خلاف بہت سی شکایتیں کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت سعدؓ نے ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''جہاں تک نماز کا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق پر نماز پڑھایا کرتا تھا اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرتا۔ یہاں تک کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا۔''

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''میرا تمہارے بارے میں یہی گمان تھا۔''

پھر آپؓ نے شر پسندوں کو بے نقاب کرنے کے لئے آپؓ کے ساتھ چند صحابہ کو کوفہ بھیجا جو کہ کوفہ کی ہر مسجد میں گئے اور سعدؓ کے بارے میں لوگوں سے استفسار کیا سب نے یک زبان ہو کر آپؓ کی تعریف کی لیکن جب وہ بنی عمیس کی مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص اسامہ بن قتادہ نے کھڑے ہو کر جھوٹے الزامات لگائے کہ آپ جہاد کے لئے نہیں نکلتے، مال تقسیم نہیں کرتے، عدل سے فیصلے نہیں کرتے اس پر حضرت سعدؓ نے اپنے معاملہ کو خدا کے حضور پیش کرتے ہوئے یہ دعا کی کہ:

''اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور ریا اور تکبر اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو اور بھی بڑھا دے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر۔''

یہ دعا مقبول ہوئی۔ بعد میں جب لوگ اس سے پوچھتے تو خود یہ اقرار کرتا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور ابتلاؤں سے دوچار ہوں اس لئے کہ مجھے سعد کی بد دعا لگی ہے۔ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی

آنکھوں کی پلکیں تک جھڑ گئی تھیں مگر اس وقت بھی وہ گلیوں میں آوازیں کستا۔ یوں اس کی خوب رسوائی اور ذلّت ہوئی۔

(بخاری کِتَابُ الْاَذَانِ)

پس صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عبادتوں اور نمازوں کو اتنی باریک بینی سے دیکھا اور نوٹ کیا کہ آپؐ عموماً عشاء کی نماز کی پہلی رکعتیں دوسری دو رکعتوں کی نسبت لمبی پڑھاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کی کامل اقتداء میں وہ بھی اسی طرح نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔

## مجھے خدا کھلاتا پلاتا ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر حرکت وسکون کا مشاہدہ کرنا اور پھر خود اس کے مطابق عمل کرنے کی ایک مثال مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو وصال کے روزے رکھتے دیکھ کر فرمایا تم وصال کے روزے نہ رکھا کرو۔ (وصال کے روزہ سے مراد آٹھ پہرہ روزہ ہے یعنی دو روزوں کے درمیان سحری یا افطاری نہ کی جائے) صحابہؓ نے عرض کی:

''حضورؐ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''میں تمہارے جیسا نہیں ہوں۔ میں تو اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔''

(بخاری کِتَابُ الْاِعْتَصَامِ)

## اُمت پر رحمت اور شفقت کا انوکھا انداز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعض اعمال جو آپؐ کے محبوب ہوتے ان کو بجا لانے سے اس لئے رک جاتے کہ آپؐ کو خوف ہوتا کہ صحابہؓ اس کی پیروی کریں

گے اور اپنے اوپر لازم قرار دے دیں گے۔

(مُسْلِمْ کتاب صَلوٰۃُ الْمُسَافِرِینِ بَابُ اِسْتِحْبَابِ صَلوٰۃِ الضُّحیٰ)

پس صحابہ کرامؓ کی اطاعت کا یہ جذبہ اور شوق دیکھتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود بعض ایسے کام چھوڑنے پڑتے کہ اگر آپؐ نے وہ فعل کیا تو لازماً صحابہ بھی اس پر کاربند ہو جائیں گے اور انہیں ایسی تکلیف اٹھانی پڑے گی جس کو وہ برداشت نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی استعدادوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپؐ کو جتنی قوت برداشت عطا ہوئی تھی وہ اور کسی میں نہ تھی۔ پس امت پر رحمت اور شفقت کرتے ہوئے آپؐ خود ایسے افعال سے رک جاتے۔

## سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر سایہ تربیت پانے والے صحابہؓ تو فرشتوں کی مانند تھے۔ جنہیں جو بھی حکم دیا جاتا فوراً قبول کرتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ:

> ”ایک دن میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے ایسا سوال کیا کہ میں حیران تھا کہ اس کا کیا جواب دوں۔ اس نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو تندرست جسم والا چاق و چوبند ہو اور اپنے امیر کے ساتھ معرکے پر نکلے اور امیر اسے ایسا حکم دے جس پر وہ عمل نہ کر سکے۔ میں نے اسے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہ معاملہ کس طرح سمجھاؤں جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے تو آپؐ ابھی پورا حکم نہ دے پاتے تھے کہ ہم اسے بجا لاتے تھے۔ یاد رکھو تم اس وقت تک خیر کی حالت میں رہو گے جب تک کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے رہو گے۔“ (بخاری کِتَابُ الجِہَادِ)

اس روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاکیزہ سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آپؐ ہمیشہ مخاطب کو دیکھتے ہوئے اسے اتنا ہی حکم دیتے تھے جس پر وہ آسانی سے عمل کر سکے۔ کوئی بھی ایسا

حکم نہ دیتے جسے کرنے سے وہ عاجز آجائے اور صحابہ کرام بھی آپؐ کے اشاروں پر چلنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ایک بھی ایسا واقعہ نہ ملے گا کہ اگر کسی کو ایک دفعہ اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ تو پھر خواہ بادشاہ وقت نے کتنا ہی زور کیوں نہ لگایا مگر اس نے سوائے اس اشارہ کے اور کسی کی کچھ مانی ہو۔''

(ملفوظات جلد 3 ص 284 طبع قادیان 2008ء)

## دوہرا ثواب ملے گا

اطاعت کے باب میں صرف مسلمان مردوں کے سنہری حروف سے رقم کئے ہوئے واقعات ہی نہیں ملتے بلکہ مسلمان خواتین بھی کسی سے پیچھے نہ تھیں، وہ بھی اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھیں اور اپنے آقا کی ہر آواز پر لبیک کہنے کو منتظر رہتیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ تھیں بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ میرے پاس کچھ زیور اور رقم تھی میں نے صدقہ کی نیت کی۔ چونکہ ان کے خاوند غریب آدمی تھے اور حضرت زینبؓ بعض یتیم بچوں کی بھی پرورش کر رہی تھیں اس لئے انہوں نے اپنے خاوند سے کہا کہ جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کہ کیا میں تم پر اور ان یتیم بچوں پر جن کی میں کفالت کر رہی ہوں۔ صدقہ کر سکتی ہوں؟ کیا مجھے صدقے کا ثواب ملے گا۔ انہوں نے کہا میں نہیں جاؤں گا تم خود ہی جا کر پوچھ آؤ۔ آپ فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ انصار کی ایک اور خاتون بھی اسی غرض کے لئے حضورؐ کے دروازے پر آئی ہوئی ہے، جس غرض سے میں آئی تھی۔ حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم نے انہیں کہا کہ جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے مسئلے کے متعلق پوچھیں ہاں ہمارا ذکر نہ کرنا۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ عورتیں کون ہیں۔''

بلالؓ نے عرض کی وہ زینب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کونسی زینب۔ عرض کی عبداللہ بن مسعودؓ کی

اہلیہ۔آپؐ نے فرمایا: "نَعَمْ لَهَا اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ"

ہاں اسے دُگنا ثواب ملے گا۔صلہ رحمی کا بھی اجر ملے گا اور صدقہ کا بھی ثواب ملے گا۔

(بخاری کِتَابُ الزَّکوٰةِ)

## سونے کے کڑے اُتار دیئے

والہانہ اطاعت کی اور مثال ملاحظہ ہو:

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کام کے لئے آئی۔اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے بھاری کنگن تھے۔آپ نے وہ کڑے دیکھ کر اس عورت سے پوچھا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دی ہے۔اس نے جواب دیا نہیں۔آپؐ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے آگ کے کنگن پہنائے۔یہ بات سنتے ہی اس عورت نے بیٹی کے ہاتھوں سے سونے کے کنگن اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کرتے ہوئے عرض کی:

"یہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔جہاں چاہیں آپ خرچ فرمائیں۔" (ابوداؤد کِتَابُ الزَّکوٰةِ بَابُ الْکُنزِ)

## ایک ناقابلِ فراموش نظارہ

چھوٹی عمر کے نوجوان صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنا ناقابلِ فراموش واقعہ سناتے ہیں کہ ایک عید کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔چونکہ اس روز لوگوں کا رش زیادہ تھا اس لئے آپؐ کی آواز مردوں کے پنڈال سے آگے عورتوں تک نہ پہنچ سکی۔چنانچہ آپؐ مردوں میں خطبہ دینے کے بعد عورتوں کی جماعت میں تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔آپؐ نے فصیح وبلیغ اور پر اثر وعظ فرمایا جس میں صدقات کی طرف توجہ دلائی۔

جب یہ نصیحت اطاعت شعار مسلمان خواتین کے کانوں میں پڑی تو حضرت ابن عباسؓ کیا دیکھتے ہیں کہ ان عورتوں کے ہاتھ اپنے کانوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ان کے ہاتھ اپنی گردنوں کی

طرف بڑھ رہے ہیں۔انہوں نے کانوں کی بالیاں اتار دیں،اپنے گلے کے ہار اتار دیئے اور اپنے ہاتھوں کی چوڑیاں تک اتار دیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے،نے اپنا کپڑا پھیلا دیا جس میں ہر طرف سے زیورات آنے لگے۔یوں وفا شعار مسلمان خواتین نے اطاعت کا حق ادا کر دیا اور رہتی دنیا تک تمام مستورات کے لئے نیک نمونہ چھوڑ گئیں۔

(بخاری کتابُ الزّکوٰۃ)

یاد رہے یہ عید کا موقعہ تھا۔جس میں امیر تو امیر غرباء بھی اپنے بند صدوقوں میں رکھے ہوئے تھوڑے بہت زیورات نکال کر پہنتے ہیں۔خواتین خُوب بن سنور کر نماز عید کے لئے نکلتی ہیں۔اور جس کے پاس جو بھی زیورات میں سے ہو وہ استعمال کرتی ہیں۔کیونکہ یہ خوشیوں کا دن ہے۔خوشیاں بانٹنے کا دن ہے۔ایسی خوشی کے موقعہ پر جب اپنے آقا کا پیغام انہوں نے سنا تو فوراً کیسی اعلیٰ اطاعت کی۔غیر کی نگاہ تو یہ نظارہ دیکھ کر افسوس کرے گی کہ ایسی خوشیوں کے دن اپنے زیور اتار کر دوسرے کو دے دیئے اور خود خالی ہاتھ ہو گئے لیکن اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو خدا کی ان بندیوں نے اس دن یقیناً اپنی خوشیوں کو دوبالا کر لیا ہوگا اور ایسی ازلی ابدی لذت پائی ہوگی جس کا غیر تصور بھی نہیں کر سکتا۔کیونکہ سچے دل سے اطاعت کی جائے تو دل میں نور اور روح میں لذت آتی ہے۔ (الفضل۔8جون1998ء)

## جاں نثارانہ خطاب

مال و دولت اور زیورات تو کیا...صحابہ کرامؓ تو اپنی جانوں کا نذرانہ دینے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے تھے۔جنگِ بدر کے موقعہ پر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے متعلق صحابہؓ سے ان کا مشورہ پوچھا تو حضرت مقداد بنؓ اسود کھڑے ہوئے اور عرض کی:

> ''یارسول اللہ ہم موسیٰؑ کے اصحاب کی طرح نہیں ہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں کہ جا تو اور تیرا رب لڑے۔بلکہ ہم تو وفا شعار خدام ہیں۔آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں۔ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور

بائیں بھی، ہم آپؐ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی اور دشمن آپؐ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ بڑھے۔ جب تک ہم میں آخری سانس ہے کوئی آپؐ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس قبیلہ اوس نے انصار کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے عرض کی:

''خدا کی قسم جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اور اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اور آپؐ انشاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے۔ اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔''

(سیرۃ خاتم النبیین۔ص354-355)

OO

# صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اطاعت کے بعض اور ایمان افروز واقعات

## سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اطاعت الٰہی

امت کا ہر فرد جب کسی سنت کی پیروی کرتا ہے تو دراصل وہ اپنے آقا ومطاع سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت میں ہی آگے قدم بڑھا رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور حکم دیا:

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ (سورۃ المائدہ68)

یعنی اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اُتارا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔

چنانچہ سب سے پہلے اس حکم ربانی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ ہی کائنات کے وہ بہترین وجود تھے جنہوں نے محض دنیا کو خدا کی طرف بلایا ہی نہیں بلکہ خدا کے حکموں پر خود عمل کر کے بھی دکھایا اور ثابت کیا کہ آپ ہی سب سے بڑھ کر خدا کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کے قول کو نقل کر کے فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝لَا شَرِیْكَ

لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (الانعام 64_16)

یعنی تو ان سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس امر کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کس و ناکس کو وحدانیت کا پیغام دیا اور اس راہ میں ایسی ایسی تکالیف برداشت کیں، سختیاں جھیلیں اور ماریں کھائیں کہ جن کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔تیرہ سال مکہ میں آپ خدا تعالیٰ کے اس پیغام کو پہنچاتے رہے۔پھر جب ہجرت کر کے مدینہ گئے تو وہاں بھی آپ نے اس وحدانیت کے پیغام کو پہنچانے میں کوئی کمی اُٹھا نہ رکھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن جوانی اور بڑھاپا تمام اخلاق فاضلہ کا حسین مرقع ہے۔تاہم اپنے رفیق اعلیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا حسین خلق ہے جو آپ کی زندگی کے لمحہ لمحہ پر محیط ہے۔آیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حسین خلق کو واقعاتی رنگ میں ملاحظہ کریں۔

دعویٰ نبوت کے ابتدائی تین سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عملی نمونہ سے اور انفرادی طور پر تبلیغ کرتے رہے جس کے نتیجہ میں آپ کے افراد خانہ حضرت خدیجہؓ ،حضرت علیؓ اور قریبی تعلق والوں اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کیا۔قرآنی ارشاد:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء 152) کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا

اور فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (الحجر 95)

کہ جو حکم آپ کو دیا جاتا ہے اسے کھول کر سنا دے کے ماتحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ شروع کر دی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلانیہ تبلیغ کے مثبت اثرات دیکھ کر قریش کے بعض سردار ابو طالب سے ملے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے دین کو قابل اعتراض، ہمیں بے عقل اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے یا تو اسے روکیں یا اس کا ساتھ چھوڑ دیں تا کہ ہم خود اس سے نپٹ لیں۔اس بار تو ابو طالب نے انہیں پیار سے سمجھا کر واپس کر دیا۔لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کام جاری رکھا تو

قریش کا دوسرا وفد ابوطالب کے پاس گیا اور کہا کہ ہم نے آپ سے اپنے بھتیجے کو رکنے کے لئے کہا مگر آپ نے ہماری بات نہیں مانی اب ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے۔ آپ یا تو اسے روکیں یا پھر ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ ایک فریق ہلاک نہ ہو جائے۔

ابوطالب کے لئے اب نہایت نازک موقع تھا، وہ سخت ڈر گئے اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ:

''اے میرے بھتیجے! اب تیری باتوں کی وجہ سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے اور قریب ہے کہ وہ تجھے ہلاک کر دیں اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا۔ ان کے بزرگوں کو شر البریہ کہا۔ ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا اور خود انہیں رجس اور پلید ٹھہرایا۔ میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اس دشنام دہی سے اپنی زبان کو تھام لو اور اس کام سے باز آ جاؤ، ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اب ابو طالب کا پائے ثبات بھی لغزش میں ہے اور دنیاوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹا چاہتا ہے۔ آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا:

''چچا یہ دشنام نہیں ہے بلکہ نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے واسطے میں بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کی خرابیاں ان پر ظاہر کر کے انہیں سیدھے رستے کی طرف بلاؤں اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا در پیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اس راہ میں وقف ہے اور میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُک نہیں سکتا اور اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو آپ بے شک مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جائیں مگر میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا اور خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہوں گا اور میں اپنے کام میں لگا رہوں گا حتیٰ کہ خدا

اسے پورا کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہوجاؤں۔''  (ابن ہشام)

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی تصدیق طائف کے سفر سے بھی ہوتی ہے جہاں آپ اپنی جان جوکھم میں ڈال کر حکم خداوندی کی تعمیل میں گئے جہاں سرداران طائف نے آپ کے پیغام کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ آپ کے پیچھے آوارہ اور بازاری لڑکوں کو لگا دیا جو آپ کو گالیاں دینے اور آوازیں کسنے لگے۔ایک بڑا مجمع آپ کے خلاف جمع ہوگیا۔ یہ لوگ راستہ میں دو قطاروں میں کھڑے ہوکر آپ پر پتھر برسانے لگے۔جب پتھروں کی تاب نہ لاکر آپ کبھی بیٹھنے لگتے تو وہ ظالم بازوؤں سے پکڑ کر آپ کو کھڑا کر دیتے اور پھر پتھر مارتے اور ہنسی اُڑاتے۔

حضرت زید بن حارث ؓ، سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ڈھال بن کر آپ کو پتھروں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے مگر ایک بپھرے ہوئے ہجوم کے سامنے بے چارے تنہا زید ؓ کر بھی کیا سکتے تھے۔مسلسل کئی میل تک اس ہجوم نے آپ کا تعاقب کر کے پتھراؤ کیا جس سے رسول اللہ کی پنڈلیاں اور جوتے خون سے لالہ رنگ ہوگئے اور زید کے سر میں شدید زخم آئے۔(الحلبیہ)

ہجوم تب واپس لوٹا جب آپ نے عتبہ اور شیبہ سرداران مکہ کے انگوروں کے باغ میں پناہ لی۔سرداران قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دردناک حالت دیکھ کر ترس آیا۔انہوں نے اپنا عیسائی غلام آپ کی خدمت میں بھیجا جس نے انگوروں کے تازہ خوشے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے لگے۔نصرانی غلام نے تعجب سے آپ کا منہ دیکھا اور کہا:

''خدا کی قسم! اس شہر کے لوگ تو اس طرح کی کوئی دعا نہیں پڑھتے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کس شہر کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نینوا کا باشندہ ہوں اور عیسائی ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا! تم خدا کے نیک بندے اور نبی حضرت یونس بن متی کی بستی سے ہو۔''

اور یوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصیبت کے وقت بھی ایک غلام کو حکم خداوندی کی تعمیل میں پیغام حق پہنچانے کی راہ نکال لی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ احکام خداوندی کی بجا آوری کی تڑپ ہی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام عطا فرمایا کہ جن وانس حتی کہ ملائکہ کو بھی آپ کا مطیع وفرمانبردار کر دیا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب حضرت عائشہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اُحد کے دن سے زیادہ کوئی سخت دن بھی آپ پر آیا ہے۔آپ نے فرمایا:

''عائشہ میں نے تمہاری قوم سے بہت تکالیف اُٹھائی ہیں مگر سب سے زیادہ شدید تکلیف وہ تھی جو عقبہ کے دن (سفر طائف میں) اُٹھائی۔اس روز میں نے بنی عبد کلال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے کر پیغام حق پہنچانے دیں مگر انہوں نے میری بات نہیں مانی۔تب میں وہاں سے چل پڑا۔اس وقت میں سخت مغموم ہونے کی حالت میں سر جھکائے چلا جا تا تھا۔قرن الثعالب پہنچ کر کچھ افاقہ محسوس ہوا اور خدائی مدد کے لئے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل نے مجھے سایہ میں لے رکھا ہے۔پھر جبریل اس میں نظر آئے۔انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کا سلوک دیکھ لیا ہے جو اس نے آپ کے ساتھ کیا۔اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھجوایا ہے تا کہ آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔تب پہاڑوں کے فرشتہ نے کہا کہ مجھے آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے تا کہ آپ جو چاہیں حکم دیں میں بجالاؤں۔اے محمد آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ چاہیں تو میں اس وادی کے یہ دونوں پہاڑ ان پر گرادوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ نہیں ایسا نہ کرو۔مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔''

(بُخَارِی کِتَابَ بَدْءُ الخَلقِ بَابَ اِذَا قَالَ اَحَدُ کُم آمِینَ وَالمَلَائِکَۃُ فِی السَّمَاءِ)

# ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل نہ کرے

## حضرت ابوبکرؓ کی بے مثال اطاعت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرف بزرگی کا جو بلند ترین درجہ دربار رسولؐ میں حاصل تھا۔اس کے نتیجہ میں آپ اپنے مقدس آقا کے وصال کے بعد اس کے سب سے پہلے جانشین منتخب ہوئے۔ لہٰذا طبعاً ہم کو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظارہ سب سے پہلے صدیق ہی کے وجود میں دیکھنا چاہیئے۔

ہدایت اور رشد کا آفتاب عالمتاب 2 برس تک ضوفشانی کے بعد غروب ہوگیا اور عرب ہی پر نہیں دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔موقع پاتے ہی تاریکی کے فرزندوں نے ضلالت کے گڑھوں سے سر نکالے اور دنیا میں گمراہی پھیلانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ان میں سے مسیلمہ کذاب سجاح بنۃ الحارف اور اسود عنسی وہ افراد تھے جنہوں نے سب سے پہلے جہنم کا سردار بننا چاہا اور کہا کہ محمدؐ نبوت کا دعویٰ کر کے کامیاب ہو سکتے ہیں تو ہم کیوں کامیاب نہیں ہو سکتے ؟ ادھر آنحضورؐ کے وصال کے فوراً بعد عرب میں ارتداد کی ایسی سخت آندھی چلی کہ سوائے دو تین شہروں کے قریباً سارا عرب مرتد ہو گیا۔ یہ لوگ نہ صرف مرتد ہوئے بلکہ انہوں نے باقاعدہ مدینۃ الرسول پر حملہ بھی کر دیا۔مرتدین کی کثرت کی کیفیت یہ تھی کہ مدینہ سے نکل کر بارہ بارہ میل تک ان کی فوجیں پڑی ہوئی تھیں اور مدینہ چاروں طرف سے دشمنوں اور مخالفوں میں گھرا ہوُا تھا۔

مسلمان اول تو ویسے ہی اپنے آقاؐ کی وفات سے مغموم اور مضمحل ہو رہے تھے ارتداد کا فتنہ عظیمہ ان کے لئے سوہان روح ہو گیا۔پھر نئے نئے مدعیان نبوت نے کھڑے ہو کر ان کی پریشانیوں میں اضافہ کر دیا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے جانشین کو گزرنا پڑا۔ حضور انورؐ نے وفات سے چند روز قبل اسامہ کے ماتحت جو آنحضرتؐ کے آزاد کردہ غلام زیدؓ کے

فرزند تھے۔ان کے باپ کی شہادت کا انتقام لینے کے لئے ایک لشکر مرتب کر کے سرحد شام پر روانہ فرمانے کا ارادہ کیا تھا اور تمام بڑے بڑے صحابہ کو اس لشکر میں شامل ہو کر جانے کا حکم دیا تھا۔لشکر روانگی کے لئے تیار تھا کہ آنحضورؐ کی طبیعت علیل ہوگئی اور اسی علالت کے دوران میں حضورؐ کی وفات ہوگئی۔قوم نے متفقہ طور پر حضرت صدیقؓ کو رسول ؐ کا جانشین منتخب کیا۔صدیق اکبرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ایسے سخت حالات میں ایک مضبوط لشکر کو جس میں مسلمانوں کے جنگ آزمودہ اور تجربہ کار بہادر شامل تھے،مدینہ کے باہر بھیجنا بظاہر ایک ناعاقبت اندیشی کا فعل قرار دیا جاسکتا تھا۔اس لئے انصار نے جمع ہو کر حضرت عمرؓ کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ اس کے متعلق بارگاہ خلافت میں حاضر ہوں اور عرض معروض کریں۔حضرت فاروقؓ آ گئے تو جناب صدیقؓ نے پوچھا آپ کیوں آئے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے انصار نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ موجودہ حالات کے متعلق میں بعض ضروری باتیں آپ کی خدمت میں عرض کروں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ وہ کیا ضروری باتیں ہیں؟ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ:

”پہلی بات تو یہ ہے کہ اس وقت اس لشکر کی روانگی ہرگز ہرگز قرینِ مصلحت نہیں۔مدینہ چاروں طرف سے مرتدین کی فوجوں اور دشمنوں کے لشکروں سے گھرا ہوا ہے۔خود مدینہ کے اندر منافقین موجود ہیں جو پل پل کی خبریں حملہ آوروں کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ہمیں اس وقت ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت ہے۔اگر یہ لشکر چلا گیا تو پھر ہماری حفاظت کی کوئی شکل نہیں۔حملہ آور ہمیں بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح کر دیں گے اور ہماری عورتوں کے ساتھ نہ معلوم کیا برتاؤ کریں۔اس لئے مناسب یہ ہے کہ فی الحال اس لشکر کی روانگی ملتوی رکھیں۔جب یہ فتنہ خدا کے فضل سے دور ہو جائے تو پھر فوراً اس لشکر کو روانہ کر دیجئے گا۔اس لشکر کی اس وقت روانگی تو بلاشبہ خودکشی کے مترادف ہوگی۔سوچئے تو سہی جب ہمارے سارے

لڑنے والے ہی چلے گئے تو کیا عورتوں اور بچوں کو لے کر آپ حملہ آوروں کا مقابلہ کریں گے؟

دوسرا مشورہ انصار کا یہ ہے کہ اگر آپ کی رائے میں اس لشکر کی فوراً ہی روانگی ضروری ہو تو پھر زیادہ مناسب ہو گا کہ بجائے اسامہ کے جن کی عمر ابھی صرف 17 سال کی ہے کسی تجربہ کار اور جنگ آزمودہ صحابی کو لشکر کا سردار بنایا جائے مگر قریش کے معززین اور انصار کے شرفاء ویسے بھی شاید اسامہ کی ماتحتی پر دل سے راضی نہ ہوں کیونکہ وہ ایک غلام کے فرزند ہیں۔''

یہ سن کر حضرت صدیقؓ کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہو گیا اور انہوں نے فرمایا:

''عمر! کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بات میرے لئے ممکن ہے کہ جس لشکر کو تیار کر کے روانگی کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں، میں اسے روک سکتا ہوں؟ نہیں خدا کی قسم کبھی نہیں۔ خوب غور سے سنو۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ بنوں کے درندے اور جنگلوں کے بھیڑیے مدینہ میں آئیں گے اور ہماری عورتوں اور بچوں کو اٹھا کر لے جائیں گے۔ تب بھی میں اس لشکر کو روانگی سے نہیں روک سکتا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانگی کا حکم دیا تھا۔ خواہ حالات کتنے ہی بدترین ہوں اور چاہے واقعات کیسی ہی نازک صورت اختیار کریں۔ مگر یہ ممکن ہی نہیں کہ میں اس لشکر کو روانہ نہ کروں۔ یہ لشکر روانہ ہو گا اور ضرور ہو گا۔ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے آگے نہ خطرہ کی پرواہ ہے نہ موقع کی نزاکت کا احساس۔ رہی دوسری بات تو پہلے مطالبہ سے بھی زیادہ نامعقول ہے۔ اسامہ 17 سال کا نوجوان سہی، وہ غلام زادہ سہی۔ لیکن کیا اسے آنحضورؐ نے خود سپہ سالار مقرر نہیں کیا؟ پس کیا ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ سپہ سالار کو معزول کر کے کسی اور کو اس کی بجائے فوج کا افسر بنائے؟ یہ بات اسی طرح ناممکن ہے۔ جس

طرح سورج کا مغرب سے نکلنا۔جاؤ میری یہ بات انصار تک پہنچادو۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے بہت دبی زبان سے ایک عرض اور بھی کی کہ:

"جو خطرہ کا وقت اس وقت ہم پر پڑا ہے اور جس طرح ہم چاروں طرف سے دشمنوں کی فوجوں میں گھر کر مجبور اور لاچار ہو چکے ہیں۔ایسے خطرناک حالات سے مسلمان کبھی دو چار نہیں ہوئے اور انکی ایسی بے بسی کی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ان حالات میں مصلحت کا (تقاضا) یہ ہے کہ مرتدین کے مطالبات میں سے زکوٰۃ کی معافی کا مطالبہ فی الحال منظور کر لیا جائے کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں اس وقت اتنے بڑے لشکرِ عظیم کے مقابلہ کی طاقت بالکل نہیں ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

"عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے بہادر تھے۔مگر کیا اسلام نے تمہیں بزدل بنا دیا؟ اٹھو اور جاؤ۔ مال زکوٰۃ میں سے اگر اونٹ کا گھٹنا باندھنے والی ایک رسی بھی نہیں ملے گی تو میں اس کے لئے بھی جہاد کروں گا۔میں کوئی نرمی کرنے یا مرتدین کے کسی مطالبہ کو ایک منٹ کے لئے بھی ماننے کو تیار نہیں۔میں خدا کا خلیفہ اور رسول کا جانشین ہوں۔اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہیں ہوگا۔تو میں تنہا ان سے لڑوں گا اور میرا خدا یقیناً مجھے ان پر فتح دے گا۔"

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہی کہ لشکر فوراً روانہ ہو گیا اور دنیا نے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ صدیقؓ کی اولوالعزمی نے مرتدین کے لشکروں کو بھی پسپا کر دیا اور تمام مدعیان نبوت کا بھی قلع قمع کر دیا۔ دیکھا آپ نے عشقِ نبیؐ کے متوالے نے کس بے جگری اور جوانمردی کے ساتھ انتہائی خطرناک گھڑی میں بھی اپنے آقاؐ کے حکم اور فرمان کو پورا کیا اور قطعاً اس امر کی پرواہ نہیں کی کہ نتیجہ کیا ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ کارنامہ تاریخ عالم میں اپنی کوئی دوسری نظیر نہیں رکھتا۔معجزانہ طور پر حضرت صدیقؓ اس وقت استقلال نہ دکھاتے اور مخالف حالات کا فوق العادت بہادری کے ساتھ

مقابلہ نہ کرتے تو کون کہہ سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کا دنیا میں نام و نشان بھی باقی رہتا یا نہیں۔ بلاشبہ صدیق کا وجود پاک اسلام کے احیاء کے لئے آدم ثانی کا حکم رکھتا ہے۔ اس تمام دلاوری، بہادری اور بے خوفی اور اولوالعزمی کا واحد سبب صرف یہ تھا کہ صدیقؓ کے بدن کا ایک ایک رونگٹا اپنے آقاؐ کی محبت اور اس کے عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کو اپنے نبیؐ کا فرمان پورا کرنے سے روک نہیں سکتی تھی۔ انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ میری جان چلی جائے مگر میں اپنے آقاؐ کے لائے ہوئے دین کو مٹنے نہیں دوں گا۔ پس اس صداقت کے ماننے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے اس موقع پر پہاڑ سے بھی زیادہ مستقل مزاجی کا ثبوت دیا اور ایسا عظیم الشان کارنامہ یادگار چھوڑا کہ آج تک دنیا اسے حیرت کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت میں حضرت عمرؓ نے سراقہ کو سونے کے کنگن پہنائے

ڈھائی سال تک مسند خلافت کو زینت دینے کے بعد عاشق اپنے محبوبؐ کے قدموں میں جا سویا اور اب زمامِ سلطنت اس انسان کے ہاتھ میں تھی۔ جو کبھی اونٹ چرایا کرتا تھا اور آج دنیا کے تمام بادشاہ اس کے نام سے کانپ رہے تھے۔ اس نے ایک ہاتھ بڑھایا تو قیصر کا تاج اس کے قدموں میں تھا۔ دوسرا ہاتھ بڑھایا تو کسریٰ کی تمام شان و شوکت پیروں سے مسل کر پھینک دی۔

جب ایران فتح ہو گیا اور کسریٰ کے تمام خزائن مدینہ لا کر مسجد نبوی میں ڈھیر کر دیئے گئے تو ان میں فرمانروائے ایران کے وہ سونے اور جواہرات کے کڑے بھی تھے جن کو دربار کے وقت کسریٰ پہنا کرتا تھا۔ ان کو دیکھتے ہی حضرت فاروقؓ کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ ارشاد یاد آ گیا جو حضورؐ نے ایک موقع پر سراقہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ:

''اے سراقہ! میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں۔''

حضرت فاروق نے فوراً سراقہ کو بلایا اور ان سے فرمایا:

''دیکھو! یہ کسریٰ کے کنگن رکھے ہیں۔ فوراً میرے سامنے ان کو اپنے ہاتھوں میں پہن لو۔''

انہوں نے بڑے تعجب سے خلیفۂ رسولؐ اللہ کی طرف دیکھا اور کہنے

لگے: ''امیر المؤمنین! آپ مجھے یہ کنگن پہننے کے لئے فرماتے ہیں۔ حالانکہ مرد کے لئے سونا پہننا حرام ہے۔''

یہ عذر سنتے ہی حضرت فاروقؓ نے کوڑا اٹھایا اور نہایت غصہ سے فرمایا کہ:

''کیا تم سے آنحضرت ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھتا ہوں؟ اب جبکہ وہ وقت آیا کہ ہم حضورؐ کے ارشاد کو لفظاً لفظاً پورا ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو تم حیلے بہانے بناتے ہو اور حرام حلال کی بحث لیکر بیٹھ گئے ہو۔ تمہیں جبراً ان کڑوں کو پہننا پڑے گا۔ فوراً ان کو پہنو اور سارے مدینہ میں لوگوں کو دکھاتے پھرو اور کہو کہ دیکھو آج میرے آقاؐ کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی۔''

اللہ اللہ! کیا ایمان تھا اس مقدس گروہ کا جو حضورؐ کا معمولی سے معمولی ارشاد بھی پورے ذوق اور قلبی شوق سے پورا کرتے تھے۔ اور اس پر اتنے زیادہ حریص تھے جیسے سخت پیاسا ٹھنڈے پانی کا خواہش مند ہوتا ہے۔

## حضرت عثمانؓ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں خلافت سے دستبردار نہ ہوئے اور اپنی جان دے دی

دس برس تک عظیم الشان خدمات بجالانے کے بعد یہ دوسرا عاشق صادق بھی اپنے نبیؐ اور اپنے صدیقؓ کے ساتھ ایک ہی حجرہ میں دفن ہو کر ابدی راحت کی نیند سو گیا۔

اب دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کا مالک وہ انسان ہوا جو ''ذوالنورین'' کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ آپ کے آخری زمانہ خِلافت میں چند بد باطن اور خبیث الفطرت اشخاص نے محض اپنی ذاتی اغراض کے لیے خلافت کے خلاف ایک عظیم فتنہ برپا کیا اور خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے مستعفی ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

''مجھے نہ خلافت کی ضرورت ہے نہ خواہش۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیض پہنائے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اتارنا مت۔ یہ قمیض خلافت ہی ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائی ہے۔ پس حضورؐ کے فرمان کے مطابق میں کسی طرح بھی اور کسی قیمت پر بھی اس قمیض کو اتارنے کے لئے تیار نہیں۔ میں بڑی ہی خوشی سے اپنی جان اس کی نذر کردونگا مگر خلافت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ کیونکہ میرے عقیدہ میں حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردینا آدمی کو ابدی زندگی کا وارث بناتا ہے۔''
(ترمذی و ابن ماجہ)

یہ کہا اور پورے اطمینان کے ساتھ شہادت کا جامہ پہن لیا۔ آہ کتنے بدبخت اور نامراد تھے وہ ہاتھ جو اس نیک طینت اور باوفا عاشق کے قتل کیلئے اُٹھے۔

○ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنْ رَاَیْتَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَالْزِمْہُ وَاِنْ نُھِكَ جِسْمُكَ وَاُخِذَ مَالُكَ
(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 40)

کہ اگر تو رُوئے زمین پر خلیفۃ اللہ کو دیکھے تو اس کی کامل اطاعت کرتے ہوئے اس سے چمٹ جا چاہے تیرا جسم نوچ لیا جائے یا تیرا مال چھین لیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کو نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے پلے باندھ لیا اور ہر حال میں ان کی اطاعت کے عہد کو نبھایا اور اس کی بے نظیر مثالیں قائم کیں۔

○ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ میں مسلم افواج کے کمانڈر انچیف تھے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد بعض مصالح کی وجہ سے آپ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ رضی اللہ عنہ کو کمانڈر انچیف مقرر فرمایا۔ جب یہ اطلاع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ بلا چوں

وچراں اپنے عہدے سے الگ ہوئے اور اطاعتِ خلافت کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہوئے خود لوگوں کو خطاب کے ذریعے بتایا کہ لوگو اب خلیفۃ الرسول کی طرف سے ابوعبیدہ بن الجراح (اَمینُ الامّت) سپہ سالار مقرر ہوئے ہیں ان کی اطاعت کرو۔ آپ خود چل کر ابوعبیدہ کے پاس گئے اور انہیں سپہ سالاری سونپ دی۔

(بحوالہ سیرت صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم از مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صفحہ 145)

عسکری تاریخ میں شاذ ہی ایسی مثال ملے گی کہ دورانِ جنگ کمانڈر انچیف تبدیل ہو کر نئے کمانڈر کے ماتحت اُسی جنگ میں شامل رہے۔ لیکن یہ سب خلافت کی اطاعت کے سبب ممکن ہوا کیونکہ صحابہ جانتے تھے کہ ساری کامیابیوں کا دارومدار اطاعتِ خلافت میں ہے۔

○ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بعض امور میں باہم اختلاف تھا اور جسے دیکھ کر روم کے بادشاہ نے اسلامی مملکت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو حضرت امیر معاویہ نے اُسے لکھا کہ ہوشیار رہنا ہمارے آپس کے اختلاف سے دھوکا نہ کھانا۔ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علی کی طرف سے جو پہلا جرنیل تمہارے مقابلہ کے لئے نکلے گا وہ مَیں ہوں گا۔ لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب اطاعت کی رُوح ختم ہوگئی تو سپین کے مسلمان بادشاہوں نے مشرقی رومی حکومت سے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف اتحاد کیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے جس کے نتیجہ میں دن بدن اِدبار اور ذلّت مسلمانوں کا نصیب بنتی چلی جارہی ہے اور یہ سلسلہ بالآخر تب ہی ختم ہوگا جب پھر مسلمان خلافت علیٰ منہاج نبوّت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس کی کامل اطاعت کو اپنی زندگیوں کا حصّہ بنالیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی اطاعت و فرمانبرداری کے اس عظیم جذبے کی قدر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی کو وہ مقام نہیں ملا اور نہ قیامت تک کسی کو ملے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام روحانی مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے وابستہ کردئے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

(النساء70)

یعنی جوبھی اللہ اور اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین (میں) اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کی ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جو آپ کے ایک اشارے پر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کے لیے تیار رہتی تھی۔ اس پیاری جماعت نے اطاعت و وفاداری کے ایسے معیار قائم کئے کہ رہتی دنیا کے لیے یہ نمونے روشنی کے مینار ہیں۔ جن سے رہتی دنیا تک لوگ ھدایت پاتے رہیں گے جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے متعلق فرمایا کہ: أَصحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقتَدَيتُمُ اِهتَدَيتُم

یعنی میرے اصحاب تو ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کروگے، ہدایت پاجاؤگے۔

(تَشهِيدُ المُبَانِي بحوالہ تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 339)

○○

# اطاعت میں گمشدہ قوم

## صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے حیرت انگیز واقعات

### سب کچھ حاضر ہے

مال و دولت کس کو پسند نہیں۔ آج دنیا میں دیکھ لیں اکثر جھگڑوں اور فساد کی جڑ مال کی حرص اور طمع ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا داروں کا حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

> ''اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ اس پر صبر وشکر نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک اور کی طمع کرے گا اگر اسے دوسری بھی مل جائے تو وہ تیسری کی لالچ کرے گا۔ اس کی طمع، حرص اور لالچ بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ قبر کی مٹی اس کا پیٹ بھرے گی۔ اور کوئی چیز اس کا پیٹ نہ بھر سکے گی۔''

(ترمذی کِتَابُ الزُّھْدَ)

ایک طرف تو دنیا داروں کا یہ حال اور دوسری طرف دین کے متوالے ایک اور جہان میں اپنی ایک نئی دنیا بسائے ہوئے یوں نظر آتے ہیں۔ حضرت اسلمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جنگی ضرورت کے لئے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تحریک فرمائی ان دنوں میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں ابوبکرؓ سے زیادہ ثواب کما سکتا ہوں تو آج موقعہ ہے میں آدھا مال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا عمر کتنا مال لائے ہو اور کس قدر مال بچوں کے لئے چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا حضورؐ آدھا مال لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ جو کچھ انکے پاس تھا وہ سب لے کر آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا:

''ابوبکر! کتنا مال لائے ہو۔ اور کس قدر گھر والوں کے لیے چھوڑ آئے ہو؟''

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا:

''حضورؐ! جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب لے آیا ہوں اور بال بچوں کے لئے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔'' حضرت عمرؓ کہنے لگے یہ سن کر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ:

''میں ابوبکرؓ سے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا۔''

(ترمذی اَبوَابُ المَنَاقِب بَابَ فِی مَنَاقِبِ اَبِی بَکرٍ رضی اللہ عنہ وَعُمَرٍ رضی اللہ عنہ)

## پھر کبھی کچھ نہ لیا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالی امداد کے لئے سوال کیا۔ آپؐ نے مجھے مال عطا کیا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپؐ نے پھر مجھے عطا کیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''اے حکیم! یہ مال تو بڑا سرسبز نظر آنے والا ہے۔ اور بہت میٹھا لگنے والا ہے۔ مگر یاد رکھو جو بھی اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ یعنی بغیر کسی حرص اور لالچ کے حاصل کرے گا تو اس کے لئے اس مال میں برکت رکھ دی جائے گی۔ اور جو بھی نفس کی حرص اور لالچ سے اسے حاصل کرے گا اس کے لئے ہرگز اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا تو ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔''

پھر فرمایا:

اَلیَدُ العُلیَا خَیرٌ مِنَ الیَدِ السُّفلٰی

اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے) سے بہتر ہے۔

اس پر حضرت حکیم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آج کے بعد کسی سے کچھ نہ

لوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا سے چلا جاؤں۔اس کے بعد کبھی بھی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کسی سے کچھ نہ لیا۔اوراس شان سے حضورؐ کی نصیحت کی پیروی کی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں بلاتے تا کہ مال وغیرہ سے ان کوان کا حصہ دیں تو وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں انہیں بلاتے کہ کچھ مال انہیں عطا کریں تو وہ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔اس پر حضرت عمرؓ فرماتے:

''اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں حکیم کے معاملے میں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں اسے مال میں سے ان کا حصہ دیتا ہوں مگر وہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔''

(بخاری کِتَابُ الزَّکٰوۃِ)

پس حضرت حکیمؓ نے حضورؐ کے سمجھانے کے بعد کبھی بھی کسی سے کچھ نہ لیا۔ یہاں تک کہ اپنے رب کو پیارے ہو گئے۔

## آقا اور غلام ایک لباس میں

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں غلاموں کے ساتھ جو سلوک ہوتا تھا وہ یقیناً آج کے دور میں جانوروں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاتا۔غلاموں کے کوئی حقوق نہ تھے۔انکی کوئی زبان نہ تھی۔نہ ان کی کوئی آواز تھی۔وہ کلیتہً اپنے مالک کے رحم وکرم پر ہوتے۔اکثر ان سے بہت زیادہ کام لیا جاتا۔اوراس کے برعکس پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ دیا جاتا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ اذیت ناک سزائیں انہیں دی جاتیں کہ الامان۔ایسے معاشرے میں ہمارے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ کیسا پاکیزہ انقلاب برپا ہوا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

حضرت معرور بن سَوید بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور آپ کے ایک غلام کو دیکھا۔ان دونوں نے ایک جیسا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔جس میں کوئی فرق نہ تھا۔یہ دیکھ کر ہم بڑے متعجب ہوئے آقا اور غلام!! اور ان دونوں کا لباس ایک جیسا!!! ہم

نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں میں نے ایک غلام کو گالی دی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کر دی۔ آپؐ نے مجھے فرمایا۔ کیا تو نے اس پر ماں کی تہمت لگائی ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ یقیناً یہ غلام تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (عارضی طور پر) تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ اور اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے۔ اور ہرگز ان پر ایسی مشقت نہ ڈالے جو انہیں عاجز کر دے۔ اگر ایسی مشقت والا کام در پیش ہو تو اس میں انکی مدد کرے۔ اور ان کا ہاتھ بٹائے۔''

(بخاری کِتَابُ الْعِتَقِ بَابَ قُولُ النَّبِیِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَلعَبِیدُ اِخوَانُکُم)

پس دیکھیں کہ صحابہؓ کی کیسی اعلیٰ تربیت کی گئی اور کیسا اعلیٰ تربیت کا رنگ انہوں نے پکڑا کہ ایک طرف گالی دی جا رہی ہے۔ جب سمجھایا گیا تو گالی دینا تو درکنار اس غلام کو اس طرح اپنے گلے لگا لیا کہ وہ ہم لباس بن گیا، ہم نوالہ بن گیا، ہم پیالہ ہو گیا۔

## پھر رات کم ہی سوتے تھے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جب کوئی شخص رؤیا دیکھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا۔ (عام طور پر نماز فجر کے بعد وہیں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی رؤیا سنا کرتے تھے) مجھے بھی یہ خواہش اور تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ بیان کروں۔ میں ان دنوں جوان تھا اور مسجد نبوی میں ہی رات سویا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک رات میری تمنا پوری ہو گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے اور مجھے لے کر دوزخ میں چلے گئے ہیں۔ دوزخ ایک کنویں کی طرح بنی ہوئی تھی جس کے اوپر دو ستون تھے۔ اس دوزخ میں بعض ایسے لوگ بھی آگ میں جل رہے تھے جن کو میں پہچانتا تھا۔ پھر میں نے یہ دعا کی کہ:

''اے اللہ اس آگ سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

تو مجھے ایک اور فرشتہ ملا اس نے مجھے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں (تمہیں دوزخ کی آگ کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی) میں نے اپنی رؤیا ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کو سنائی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا:

''عبداللہ اچھا آدمی ہے۔کاش کہ وہ رات کو نماز تہجد ادا کیا کرے۔''

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے متعلق اس خواہش کا اظہار سنا تو پھر اس کے بعد وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور ہمیشہ رات کو لمبی لمبی نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ (بخاری کِتَابُ التَّھَجُّد بَاب فَضلِ قِيَامُ التَّهَجَّد)

یوں ایک خواہش،ایک تمنا،ایک فقرہ نے انکی ساری زندگی میں نماز تہجد کا چراغ روشن کر دیا۔جو پھر کبھی نہ بجھا۔جس کے نور سے وہ منور سے منور تر ہوتے چلے گئے۔اپنے امام سے ایک فقرہ سن کر پھر دن رات کی مصروفیات اور معمولات کو اس کے مطابق کر لینا۔اپنی عادات کو تبدیل کر لینا۔اور یہ صرف ایک دو دن کے لئے نہیں بلکہ ساری زندگی اس حکم کی کما حقہ تعمیل کرنا یقیناً ایک مشکل امر ہے۔مگر جب تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔جب نفس امّارہ اور نفس لوامہ کے دشوار گذار راستوں سے ہوتے ہوئے نفس مطمئنہ کی حدود میں داخل ہو جائیں تو پھر کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔یا یوں کہا جائے کہ جب عشق کے راستے سے سلوک کی یہ راہیں طے کی جائیں تب یہ بلند تر مقام خود قریب آجاتے ہیں اور یہ وسیع حوصلے نصیب ہوتے ہیں کہ جو حکم ملا،جس خواہش کا اظہار ہو اسی سانچے میں اپنی ساری زندگی کو ڈھال دیا۔صحابہ کرامؓ اس منزل سے خوب واقف تھے وہ اطاعت کے میدان کے شہسوار تھے جنہوں نے اطاعت کے معنوں کو نقطہ کمال تک پہنچا دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔صحابہ کرامؓ کی اطاعت،اطاعت تھی۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 74-73۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

کامل اطاعت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ حکم کیوں دیا گیا۔ یا یہ عمل کیوں کیا گیا۔ بس یہی کافی ہوتا ہے کہ یہ میرے آقا کا حکم ہے۔ یہ میرے محبوب کا فعل ہے۔ جس کی پیروی کرنے میں ہی سعادت ہے۔ اور برکت ہے۔ اطاعت میں دیوانگی چاہئے۔ اطاعت عقل کے معیار پر پرکھ کر نہیں کی جاتی۔

عاقل کا یہاں کچھ کام نہیں، وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر، مل جائیں مجھے دیوانے دو

(کلام محمودؓ)

## غصہ جاتا رہا

غصہ لڑائی فساد کی جڑ ہے۔ غصے کے وقت اکثر لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جس سے معاملے سنگین صورت اختیار کر لیتے ہیں اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

''بہادر وہ نہیں جو جنگ میں مدمقابل کو پچھاڑ لے بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔''

(صحیح بخاری کِتَابُ الأدَبِ بَابُ الحَذَرِ مِنَ الغَضَبِ)

○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کے باہر دو جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں۔ ان کی آوازیں مسلسل بڑھ رہی تھیں ان میں سے ایک نرمی کے لئے اور اپنا کچھ حصہ چھوڑنے کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ دوسرا اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا:

''اللہ کی قسمیں کھانے والا کون ہے؟''

حضورؐ کی یہ آواز سنتے ہی دونوں یکدم خاموش ہو گئے ان کا غصہ جاتا رہا اور جو قسمیں کھا رہا تھا کہ میں ایسا نہیں کروں گا وہ فی الفور بول اٹھا:

''وہ قسمیں کھانے والا میں ہوں۔''

اور گزشتہ سارے جھگڑے کو بھلا کر کہنے لگا کہ میرے ساتھی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ چاہتا ہے۔یعنی جواس کا مطالبہ تھا میں تسلیم کرتا ہوں۔

(بخاری کِتَابُ الصُّلَح)

یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لین دین کا معاملہ تھا۔ایک شخص کا حق بنتا تھا مگر دوسرا کسی وجہ سے اس کا حق ادا کرنے سے عاجز آ رہا تھا۔جس کی وجہ سے وہ مزید مہلت یا نرمی یا چھوٹ مانگ رہا تھا۔دونوں میں تصفیہ نہیں ہو رہا تھا۔دونوں جوش اور غصے میں آ رہے تھے۔ان کی آوازیں بلند ہو رہیں تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھتے ہی ان کا غصہ فرو ہو گیا اور حق والے نے اپنا حق چھوڑ دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ اطاعت اس معاملے میں بھی کرو جو خواہ بظاہر تمہیں ناپسند ہو۔اس پر بھی صحابہؓ نے پورا پورا عمل کیا۔اپنا حق چھوڑ دیا مگر اطاعت پر کوئی حرف نہ آنے دیا۔

## نصف چھوڑ دیا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں ابن ابی حدرد نے ان سے قرضہ لیا اور وقت پر ادا نہ کیا۔چنانچہ ایک دن مسجد نبوی میں انہوں نے ابن ابی حدرد سے قرض کا تقاضا کیا اور دونوں میں کچھ تلخ کلامی ہونے لگی اور آوازیں بلند ہونے لگیں۔جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک یہ آوازیں پہنچیں تو آپؐ نے اپنے حجرے کا پردہ ہٹایا اور کعب بن مالکؓ کو آواز دی۔حضرت کعبؓ نے فوراً عرض کیا:

''لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''

آپؐ نے زبان سے تو کچھ نہ فرمایا صرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرض معاف کر دو۔حضرت کعب نے فوراً عرض کی:

''قَدْ فَعَلْتُ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ! یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔''

پھر آپ نے ابن ابی حدرد کو کہا جاؤ اس کا آدھا قرض ادا کر دو۔

(بخاری کِتَابُ الصُّلَح)

## صلح میں پہل کرنا

قرآن کریم نے نصیحت فرمائی ہے کہ:

اَلصُّلۡحُ خَیۡرٌ کہ صلح کرنے میں ہی بھلائی ہے۔

آنحضور ﷺ نے بھی اپنے بھائی سے جلد صلح کرنے اور ناراضگی دور کر کے اسے معاف کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ صحابہ کرام نے اس پہلو سے بھی اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ حضرت ابو داؤدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ پریشانی کے عالم میں اپنے کپڑوں کو پکڑے ہوئے تشریف لائے اور حضور ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ابوبکر کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تمہارے بھائی ابوبکر کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی:

''میرے درمیان اور عمر بن خطابؓ کے درمیان کچھ تلخی ہوئی۔ میں ندامت کے ساتھ جلدی جلدی ان کے پاس گیا اور معذرت کی مگر انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپؐ کے پاس چلا آیا ہوں۔''

آپ نے تین مرتبہ فرمایا:

''ابوبکر! اللہ تجھے بخشے اور تیری مغفرت فرمائے۔''

ابھی ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ادھر حضرت عمرؓ اپنے فعل پر نادم ہونے اور حضرت ابوبکرؓ سے معذرت کرنے اور ان سے معافی مانگنے ان کے گھر پہنچے مگر انہیں ان کے گھر میں نہ پایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی طرح وہ بھی سیدھا حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ سے معافی مانگی۔ جب حضرت عمرؓ آنحضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ نے انہیں دیکھا تو آپؐ کے چہرے پر ناراضگی کے کچھ آثار نمایاں ہوئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپؐ عمرؓ سے ناراض نہ ہوں۔ چنانچہ آپ ڈر گئے اور اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا:

''اللہ کی قسم یا رسولؐ اللہ غلطی مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔''

آپ نے دو مرتبہ یہ بات کہی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑے جلال سے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے میرا انکار کر دیا۔ مگر ابوبکر نے میری تصدیق کی اور مجھ سے ہمدردی کی۔ اپنی جان سے بھی اور اپنے مال سے بھی۔ پس کیا تم میرے ساتھی کو نہیں چھوڑتے۔''

(بخاری کِتَابُ الفَضَائِلِ بَابَ فَضلِ اَبِی بَکرٍ)

## کھانے میں اضافہ

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز بہت ہلکی اور کمزور سنی ہے اور میں نے آپ میں بھوک کا اثر محسوس کیا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ ام سلیم نے کہا ہاں۔ جو کی چپاتیاں ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی اوڑھنی لی ان روٹیوں کو اس کے ایک سرے سے لپیٹا پھر اسے میرے کپڑوں میں داخل کیا اور اس چادر کا کچھ حصہ مجھے اوڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ میں اسے لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے حضورؐ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا اور آپؐ کے پاس لوگ جمع تھے۔ میں وہیں کھڑا ہو گیا آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا کیا کھانے کے لئے بھیجا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں یہ کہہ کر آپؐ چل دیئے اور میں بھی لوگوں کے آگے چل دیا۔ یہاں تک کہ میں نے حضرت ابوطلحہؓ کو آ کر خبر دی۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا:

''اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سارے حضرات آ گئے اور ہمارے پاس اتنا نہیں کہ ہم ان سب کو کھلا سکیں۔''

ام سلیم نے کہا کہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ آپ کے استقبال کے لئے نکلے اور حضورؐ

سے ملے۔ آپؐ حضرت ابوطلحہ کے ساتھ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا:

''اے ام سلیم! جو تمہارے پاس ہے لے آؤ۔''

ام سلیم نے وہی روٹیاں حاضر کر دیں۔ آپؐ نے ان روٹیوں کے متعلق حکم دیا۔ وہ توڑی گئیں اور ام سلیم نے اپنی کُپّی اس میں نچوڑ دی اور اس کو سالن دار کر دیا۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر دم کیا اور فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دو۔ چنانچہ دس کو اجازت دی گئی۔ ان دسوں نے کھایا اور خوب پیٹ بھر کر باہر نکلے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اور دس کو اجازت دو۔ انہیں بھی اجازت دی گئی۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا اور خوب کھایا اس کے بعد یہ بھی باہر گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اور دس آدمیوں کو اجازت دو۔ یہاں تک کہ اسی طرح سارے لوگوں نے کھایا اور سب سیر ہو گئے۔ یہ حضرات ستر یا اسی آدمی تھے۔ طبرانی اور ابویعلی کی روایت میں ہے کہ یہ حضرات ایک سو کے قریب تھے۔ (صحیح مسلم کِتَابُ الاَشرِبَه)

## کھانے میں برکت

حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کے لئے کھانا تیار کیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ چند حضرات کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے میری طرف اشارہ سے فرمایا اور یہ لوگ! میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ خاموش ہو گئے میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ دوبارہ جب آپؐ نے میری طرف دیکھا تو میں نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اور یہ لوگ! میں نے کہا نہیں۔

اسی طرح دوسری یا تیسری مرتبہ میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ لوگ بھی۔ حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ وہ تھوڑی سی چیز تھی جو میں نے صرف حضورؐ کے لئے تیار کی تھی۔ چنانچہ آپؐ تشریف لائے اور وہ جماعت بھی آپؐ کے ساتھ آئی اور سب نے کھایا اور اس میں سے بچ بھی رہا۔

(حِلیَۃُ الاُولِیَاء جلد 1 ص 154)

## مہمانوں کی بے مثال خاطر داری

حضرت سلیمان بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے ملنے کے لئے مکہ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ہم ایک بہت بڑے سامان کے پاس ہیں جس میں سے لوگ تین سو اونٹنیوں کے کجاوے کس رہے ہیں ان میں سو سواری کی ہیں اور دو سو اونٹنیاں بوجھ سے لدی ہوئی ہیں ہم نے دریافت کیا کہ یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بیان کیا کہ یہ سامان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا ہے ہم نے پوچھا کہ یہ سارا ہی ان کا ہے؟ ہم لوگوں سے تو یہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ تو بڑے متواضع انسان ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ سو سواری کی اونٹنیاں ان کے (مہمان) بھائیوں کے لئے ہیں جن پر انہیں سوار کر رکھا ہے اور یہ دو سو اونٹنیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو شہروں سے ان کے مہمان ان کے پاس آئے ہیں۔ ہمیں اس بات سے بڑا تعجب ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تم اس سے تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص مال دار آدمی ہیں اور آنے والے کا حق سمجھتے ہیں کہ اسے کثرت سے توشہ دیں۔ ہم نے کہا کہ ہمیں بھی ان سے ملاؤ۔ لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد حرام میں ہیں۔ چنانچہ ہم ان کی طلب میں چل دیئے اور ان کو کعبہ کی پشت پر بیٹھا ہوا پایا۔ دو چادریں اور ایک عمامہ زیب تن تھا۔ ان کے پاس کرتہ نہیں تھا اپنے دونوں جوتے بائیں ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ (طبقاتِ اِبنِ سَعَد جلد 4 ص 12)

## صحابہ کا باہم مہمان بانٹ لینا

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کرتے اس کے بعد واپس ہوتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے کہ ہر آدمی اپنی وسعت کے مطابق کچھ لوگوں کو لے لے۔ چنانچہ کوئی صحابی ایک آدمی کو لے جاتا اور کوئی دو کو اور کوئی تین کو اور باقی لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے جاتے۔

(حَیَاۃُ الصَّحَابَہ جلد 5 ص 221)

○ اسی طرح محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ بعض اوقات شام کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصحاب صفہ کو اپنے صحابہ پر تقسیم فرماتے کوئی صحابی ایک آدمی کو لے جاتا اور کوئی دو کو اور کوئی تین کو یہاں تک کہ کوئی دس کو لے جاتا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ہر رات اپنے گھر ان میں سے اسی آدمیوں کو لے جاتے جن کو رات کا کھانا کھلاتے۔

(حَیَاۃُ الصَّحَابَہ جلد 5 ص 221)

## بیٹھ جاؤ

بے مثل اطاعت، بے نظیر اسوہ اور شاندار نمونہ کے سینکڑوں ہزاروں واقعات جو صحابہؓ کی زندگیوں میں بھرے پڑے ہیں ان میں سے ایک ملاحظہ ہو جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انتخاب خلافت کے موقعہ پر مسجد المبارک ربوہ میں احباب جماعت سے پہلی بیعت لینے سے قبل اپنے مختصر سے خطاب کے آغاز میں بیان فرمایا۔ آپ ہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:

> ''حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اطاعت کے گُر سکھائے اپنے غلاموں کو، انکی ایک مثال آپ بارہا سن چکے ہیں۔ ایک صحابی جمعہ کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے کانوں میں یہ آواز پڑی ''بیٹھ جائیں''۔ وہ اسی وقت گلی میں بیٹھ گئے۔ اور جس طرح پرندہ پھدکتا ہے اس طرح دونوں قدموں پر اچھل اچھل کے مسجد کی طرف چلنے لگے۔ ایک اور صحابی نے دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن میرے کانوں میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز پڑی تھی کہ ''بیٹھ جاؤ''۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ یہ تو مسجد کے اندر والوں کے لئے ارشاد تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے یہ نہیں سنا۔ میرے کانوں میں تو صرف ''بیٹھ جاؤ'' کی آواز آئی تھی۔ اس لئے جہاں میں نے سنا وہیں بیٹھ گیا۔

جس آقا کی غلامی میں ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے اور دل جیتنے ہیں عالم کے۔ میں آپ کو عرض کرتا ہوں کہ اس کی غلامی کے بغیر کوئی نجات نہیں ہے۔ایک ذرہ بھی نجات کا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائرہ غلامی سے باہر نہیں ہے۔اس لئے جو اصول حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لئے اپنے غلاموں کے سامنے پیش فرمائے اور اپنی زندگی میں ان پر عملدرآمد کر کے دکھایا وہ جاری وساری ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام جیسی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

OO

# اطاعت کے متعلق سنہری ارشادات

❁ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اطاعت کے عظیم الشان فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور رُوح میں ایک لذّت اور روشنی آتی ہے مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔''

(الحکم 10رفروری 1901ء صفحہ 1)

❁ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''چاہئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میّت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مُردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرلو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر دیکھو کہ ہر روز ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔''

(خطبہ عید الفطر جنوری 190ء بحوالہ خطبات نور صفحہ 11)

❁ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔''

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936ء)

۞ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خلفاء کی اطاعت کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ تمہیں رفعت بخشنا چاہتا ہے۔ اگر تم ان کی اطاعت نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ابلیس بن جاؤ گے۔ اگر تم ابلیس نہیں بننا چاہتے تو پھر تمہیں خلفاء کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ تمہیں ان کی کامل طور پر اور بشاشت کے ساتھ اطاعت کرنی پڑے گی۔''

(خطبہ جمعہ 17 مارچ 1972ء بحوالہ خطبات ناصر جلد 4 صفحہ 125)

۞ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''خلافت کے خلاف بے ادبی کرنے والوں کا کبھی بھی مَیں نے نیک انجام ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ بھی تباہ ہوئے اور ان کی اولاد بھی تباہ ہوئی۔ اس لئے ہمیشہ کامل غلامی کے ساتھ خلافت کی اطاعت کا عہد کریں اور اس پر قائم رہیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 18/جولائی صفحہ 6)

۞ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دُنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں ...... ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل مئی 2003 صفحہ 1)

# حضرت حافظ حاجی مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

# اور درسِ اطاعت

سیدنا حضرت اقدس مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ دورِ آخر کے وہ عظیم الشان وجود تھے جن کو امام زمانہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اطاعت و فرمابرداری کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ آپ ؓ کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کیلئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلائے کلمہ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کیلئے جوش اُبھرا ہے، اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسبابِ مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسّر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور میں تجربہ سے نہ صرف حُسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ اُنہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں۔ اور اگر میں اجازت دیتا تو وہ سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے۔ اُن کے بعض خطوط کی چند سطریں بطور نمونہ ناظرین کو

دکھلاتا ہوں تا انہیں معلوم ہو کہ میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نورالدین بھیروی معالج ریاست جمّوں نے محبت اور اخلاص کے مراتب میں کہاں تک ترقی کی ہے اور وہ سطریں یہ ہیں:

مولٰنا ۔مرشدنا۔امامنا

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

عالیجناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدّد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دے دُوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دُوں۔ میں آپکی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد مَیں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ اُنکی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دُوں۔ حضرت پیرو مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپکی ضروریات میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے طیّار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔

مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمّت اور اُنکی غمخواری اور جان نثاری

جیسے اُن کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھ کر اُن کے حال سے اُنکی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کاملہ سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اسی راہ میں فدا کر دیں۔ اُن کی رُوح محبت کے جوش اور مستی سے اُنکی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ نہایت درجہ کی بے رحمی ہے کہ ایسے جان نثار پر وہ سارے فوق الطاقت بوجھ ڈال دیئے جائیں جن کو اُٹھانا ایک گروہ کا کام ہے۔ بیشک مولوی صاحب اس خدمت کو بہم پہنچانے کے لئے تمام جائداد سے دست بردار ہو جانا اور ایّوب نبی کی طرح یہ کہنا کہ ''میں اکیلا آیا اور اکیلا جاؤں گا'' قبول کر لیں گے۔ لیکن یہ فریضہ تمام قوم میں مشترک ہے اور سب پر لازم ہے کہ اس پُرخطر اور پُرفتنہ زمانہ میں کہ جو ایمان کے ایک نازک رشتہ کو جو خدا اور اُس کے بندے میں ہونا چاہیئے بڑے زور شور کے ساتھ جھٹکے دیکر ہلا رہا ہے۔ اپنے اپنے حسن خاتمہ کی فکر کریں اور وہ اعمال صالحہ جن پر نجات کا انحصار ہے اپنے پیارے مالوں کے فدا کرنے اور پیارے وقتوں کو خدمت میں لگانے سے حاصل کریں اور خدا تعالیٰ کے اُس غیر متبدّل اور مستحکم قانون سے ڈریں جو وہ اپنے کلام عزیز میں فرماتا ہے: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّونَ

یعنی تم حقیقی نیکی کو جو نجات تک پہنچاتی ہے ہرگز پا نہیں سکتے بجُز اس کے کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ مال اور وہ چیز خرچ کرو جو تمہاری پیاری ہیں۔

(فتح اسلام۔روحانی خزائن۔جلد3۔صفحہ 35-37 طبع 2008)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر فرمایا:

''مولوی حکیم نور دین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ

شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا، یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے...اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں...خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس اُمت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زاُمّت نور دیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بُودے

(نشان آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 407 طبع 2008)

○ ''اور وہ میری ہر امر میں اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکت قلب کی پیروی کرتی ہے اور میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ میری رضا میں فنا شدہ لوگوں کی طرح ہیں۔''

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 586 طبع 2008)

○ آپ نے خلفائے مسیح موعود علیہ السلام کیلئے جو معیار اطاعت تجویز فرمایا وہ اس طرح ہے:

''آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو، باہم کوئی تنازع نہ ہو۔ کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی طرح نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تمہاری حالت تمہارے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسی میت غسال کے ہاتھ میں

ہوتی ہے۔تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں، استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو، وحدت کو ہاتھ سے نہ دو دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوشی میں معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے اِنَّ عَذَابِی لَشَدِیْدٌ۔"

(الحکم 24 جنوری 1903ء جلد 7 نمبر 3۔صفحہ 15)

○ "تم اس حبل اللہ کو مظبوط پکڑ لو۔ یہ بھی خدا ہی کی رَسن ہے، جس نے تمہارے متفرق اجزاء کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پس اسے مظبوط پکڑے رکھو۔تم خوب یاد رکھو کہ معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں۔تم مجھ میں عیب دیکھو آگاہ کر دو مگر ادب کو ہاتھ سے نہ دو خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چار خلیفے بنائے ہیں۔آدم کو داؤد کو اور ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ میں موعود ہے اور تم سب کو بھی خلیفہ بنایا۔

## طاعت در معروف

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک اور غلطی ہے۔ وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے وَلا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔" (حیات نور صفحہ 91)

○ ''لوگ یا تو اس واسطے کسی کی فرماں برداری کرتے ہیں کہ وہ پاک اور مقدّس ہے۔ یا اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے اگر نافرمانی کریں گے تو سزا دے گا یا اس واسطے کہ وہ ہمارا محسن ہے۔ہم پر انعام کرتا ہے۔اس لئے اس کی اطاعت ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی طرف اپنی انہی تین صفتوں کا ذکر فرما کر بلاتا ہے:

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

ملک بھی اسی کا،اورسب خوبیوں کا سرچشمہ بھی وہی اور ہر چیز پر قادر بھی وہی۔ وہی پیدا کرنے والا،وہی نگرانِ حال۔پس عبادت کے لائق بھی وہی۔اگر تم کسی کی اس لئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ حسن رکھتا ہے۔تو یاد رکھو تمام کائنات کے حسن کا سرچشمہ تو وہی ذاتِ بابرکات ہے۔کوئی خوبی اگر کسی میں ہے۔تو اس کا پیدا کرانے والا وہی اللہ ہے۔اسی طرح اگر تم کسی کی اسلئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ محسن ہے۔تو سب محسنوں سے بڑا محسن تو اللہ ہے۔جس نے تمہارے محسن کو بھی سب سامان اپنی جناب سے دیا۔اور پھر اس سامان سے تمتع حاصل کرنے کا موقع اور قویٰ بھی اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔اگر کسی کی طاعت اس لئے کرتے ہو کہ وہ بادشاہ حکمران ہے تو تم خیال کرو۔اللہ وہ احکم الحاکمین ہے۔جس کا احاطہ سلطنت اس قدر وسیع ہے کہ تم اس سے نکل کر کہیں باہر نہیں جاسکتے۔''        (الفرقان۔جلدنمبر۔صفحہ 17)

○ ''عذاب کے بھیجنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول دنیا میں بھیجا۔تا کہ وہ اس کی بات مان کر عذاب سے بچ جاویں۔''

(حقائق الفرقان۔جلدنمبر 4 صفحہ 21)

○ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ (نوح:4)

اطیعون کا لفظ ان خیالات کے لوگوں کا ردّ کرتا ہے جن کے نزدیک رسول کی اطاعت ضروری نہیں۔ اس آیت میں حضرت نوح نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تمہارے تقویٰ اللہ کی حقیقت تب متحقق ہوگی جب تم میری اطاعت کرو۔ یہ اطاعتِ رسولؑ کیلئے ایک زبردست دلیل ہے۔''

(حقائق الفرقان۔جلدنمبر4صفحہ21)

○ ''ان تین باتوں 1۔عبادت الٰہی۔2۔تقوی اللہ۔۔اطاعتِ رسولؑ کے کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ: 1۔تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔2۔بدعملی کی سزا سے نجات پاؤ گے۔۔تمہاری عمر لمبی ہوگی۔

(حقائق الفرقان۔جلدنمبر4صفحہ21)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک شہد کی مکھی سے انسان بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ وہ کیسی دانائی سے گھر بناتی ہے۔شہد بناتی۔ دانائی کو کام میں لاتی۔قناعت بھی حد درجے کی کرتی ہے۔ محنت وکسب سے اپنے لئے کھانا مہیا کرتی ہے۔ بدبودار چیز پر بھی نہیں بیٹھتی۔ پھر اپنے امیر کی مطیع ہوتی ہے۔'' (حقائق الفرقان۔جلد2صفحہ60)

○ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ○(المائدہ:22)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر میرا کہنا نہ مانو گے تو گھاٹا پاؤ گے۔'' (حقائق الفرقان۔جلد2صفحہ91)

○ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۔

وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ ۔ جس کو خدا نے بڑا بنایا ہے۔اس کی تعظیم کرو۔
اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آتا ہے کہ حاکم وقت کی اطاعت چاہیئے۔''

(حقائق الفرقان۔جلد صفحہ 147)

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت واقع میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔اور یہی حقیقت ہے پُل صراط کی۔(ضمیمہ اخبار بدقادیان۔16 جون۔1910ء)

(حقائق الفرقان۔جلد صفحہ 16)

○ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ جاذبِ رحم کیا ہے۔صلوٰۃ۔زکوٰۃ۔اطاعتِ رسول۔حضرت ابوبکرؓ کے وقت زکوٰۃ کے لئے جنگ بھی ہوئی۔''(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔7 جولائی 1910ء)

(حقائق الفرقان۔جلد صفحہ 21)

○ ''ماں باپ جن کی اطاعت اور فرماں برداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے، خدا کے مقابل میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو۔فرماں برداری کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے کہ آیا فرماں بردار اللہ کا ہے یا کہ مخلوق کا۔ماں باپ کی فرماں برداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے اور بڑے بڑے تاکیدی الفاظ میں یہ حکم دیا ہے۔ان کے کفر واسلام اور فسق وفجور یا دشمنِ اسلام وغیرہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی اور ہر حالت میں ان کی فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا ہے۔مگر مقابلہ کے وقت ان کے متعلق بھی فرما دیا کہ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۔ اگر خدا کے مقابلہ میں آجاویں تو خدا کو مقدّم کرو۔ان کی ہرگز نہ مانو......

غرض نفس ہو یا دوست ہوں۔ رسم ہو یا رواج ہوں۔ قوم ہو یا ملک ہو۔ ماں باپ ہوں یا حاکم ہوں۔ جب وہ خدا کے مقابلہ میں آجاویں یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف تو خدا کو مقدّم رکھو۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد 1 صفحہ 1۔2)

○ "انسان اس شخص کی فرمانبرداری کرتا ہے جو محسن ہو۔ حاکم مسلّط ہو۔ اللہ جلّ شانہ اس فطرت کے لحاظ سے انسان کو سمجھاتا ہے۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد 1 صفحہ 69)

○ "میں نے دیکھا ہے کہ ہزاروں ہزار کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی وہ راہ جس سے مولیٰ کریم راضی ہو جاوے۔ اس کے فضل اور مامور کی اطاعت کے بغیر نہیں ملتی۔" (حقائق الفرقان۔ جلد 2 صفحہ 51)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّاں بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔"

(الفرقان خلافت نمبر مئی، جون 1967ء صفحہ 28)

○ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ فرمودہ 17 مئی 1901 میں اطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک اور جگہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ اور اس کی اولاد کو بہت بڑا ملک دیا۔ مگر غور طلب امر یہ ہے کہ جڑ اس بات کی کیا ہے؟ کیا معنی۔ وہ کیا بات ہے جس سے وہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور برگزیدہ ہوا اور معزز ٹھہرایا گیا؟ قرآن

کریم میں اس بات کا ذکر ہوا ہے جہاں فرمایا ہے۔

اِذْقَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ (البقرۃ:12)

جب ابراہیم کے رب نے اس کو حکم دیا کہ تو فرمانبردار بن جا تو حضرت ابرہیمؑ عرض کرتے ہیں میں رب العالمین کا فرمانبردار ہو چکا۔ کوئی حکم نہیں پوچھا کہ کس کا حکم فرماتے ہو۔ کسی قسم کا تامل نہیں کیا۔ فرمانبرداری کے حکم کے ساتھ ہی معاً بول اٹھے کہ فرمانبردار ہو گیا۔ ذرا بھی مضائقہ نہیں کیا اور نہیں خیال کیا کہ عزت پر یا مال پر صدمہ اٹھانا پڑے گا یا احباب کی تکالیف دیکھنی پڑیں گی۔ کچھ بھی نہ پوچھا۔ فرمانبرداری کے حکم کے ساتھ اقرار کرلیا کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ ہے وہ اصل جو انسان کو خدا تعالیٰ کے حضور برگزیدہ اور معزز بنا دیتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا سچا فرمانبردار ہو جاوے۔

فرماں برداری کا معیار کیا ہے؟ ایک طرف انسان کے نفسانی جذبات کچھ چاہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کچھ۔ اور اب دیکھیں کہ آیا خدا تعالیٰ کے احکام کو انسان مقدم کرتا ہے یا اپنے نفسانی اغراض کو۔ اسی طرح رسم ورواج، عادات، کسی کا دباؤ، حب جاہ ورعایت قانون قومی ایک طرف کھینچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایک طرف۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف جھکتا ہے یا اس پر دوسرے امور کو ترجیح دیتا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی قدر کرتا ہے اور ان کو مقدم کر لیتا ہے تو یہی خدا کی فرمانبرداری ہے۔

وہ لوگ جو اولوا الامر کہلاتے ہیں اور جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ان کے لئے بھی ارشاد الٰہی یوں ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:60)

یعنی اگر تم میں کسی امر کی نسبت تنازع ہو تو اس کا آخری فیصلہ اللہ اور اس کے

رسول کی اتباع سے کرلو۔یہی ایک سیدھی راہ ہے۔مگر یہ یادرکھو کہ اہل حق کے انکار کا مدار تکبر پر ہوتا ہے اس لئے اس سے دور رہو۔ورنہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ فرماتے ہیں کہ:

قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:10)

میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔آدم سے لے کر اب تک جو رسول آئے ہیں ان کو پہچانو۔ان کی معاشرت، تمدن اور سیاست کیسی تھی اور ان کا انجام کیا ہوا،ان کی صداقت کے کیا اسباب تھے،ان کی تعلیم کیا تھی، ان کے اصحاب نے ان کو پہلے پہل کس طرح مانا،ان کے مخالفوں اور منکروں کا چال چلن کیسا تھا اور ان کا انجام کیا ہوا؟ یہ ایک ایسا اصل تھا کہ اگر اس وقت کے لوگ اس معیار پر غور کرتے تو ان کو ذرا سی دقّت پیش نہ آتی اور ایک مجدد،مہدی،مسیح،مرسل من اللہ کے ماننے میں ذرا بھی اشکال نہ ہوتا۔مگر اپنے خیالات ملکی اور قومی رسوم بزرگوں کے عادات کے ماننے میں تو بہت بڑی وسعت سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماموروں اور اس کے احکام کے لئے خدا کے علم اور حکمت کے پیمانہ کو اپنی ہی چھوٹی سی کھوپڑی سے ناپنا چاہتے ہیں۔ہر ایک امام کی شناخت کے لئے یہ عام قاعدہ کافی ہے کہ کیا یہ کوئی نئی بات لے کر آیا ہے؟ اگر اس پر غور کرے تو تعجب کی بات نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اصل حقیقت کو اس پر کھول دے۔ہاں یہ ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ہیچ سمجھے اور تکبر نہ کرے ورنہ تکبر کا انجام یہی ہے کہ محروم رہے۔

پس انسان خدا کے غضب سے بچنے کے لئے ہر وقت دعا کرتا رہے۔وہ دعا جس کے پڑھنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے وہ ہے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۞ (الفاتحہ)

یعنی ہم کو صراط مستقیم دکھا جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہوا۔ ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو حق سے بیجا عداوت کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں کی راہ جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ منعم علیہ گروہ کی شناخت کے لئے ایک آسان اور سہل راہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات' احکام' اور عملدرآمد اور ان کی زندگی کو ان کے ثبوتوں اور آخر انجام کو دیکھو۔ پھر ان کے حالات پر نظر کرو جنھوں نے مخالفت کی۔ غرض مامور من اللہ لوگوں کا گروہ ایک نمونہ ہوتا ہے۔ اس خواہش کے پورا کرنے کے قواعد بتانے کے لئے جو ہر انسان میں بطور حجت رکھی گئی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ معزز ہو۔ خدا تعالیٰ کے حضور معزز وہی ہو سکتا ہے جو رب العالمین کا فرمانبردار ہو۔ یہ ایک دائمی سنت ہے جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔

اب ہم لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ہم غور کر کے دیکھیں کہ ہم لباس، عادات، عداوت، دوستی، دشمنی، غرض ہر رنج و راحت، ہر حرکت و سکون میں کس پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ کیا فرمانبرداری کی راہ ہے یا نفس پرستی کی؟

عام مسلمانوں اور عام غیر مذہب کے لوگوں کو دیکھو کہ اگر وہ جھوٹ بولتے ہیں تو کیا مسلمان ہو کر ایک مسلمان جھوٹ سے محفوظ ہے؟ غیر مذہب والے اگر نفس پرستیاں اور شہوت پرستیاں کرتے ہیں تو کیا مسلمانوں میں ایسے کام نہیں کرتے؟ اگر ان میں باہم تباغض اور تحاسد ہے تو کیا ہم میں نہیں؟ اگر ان حالات میں ہم انہی کے مشابہ ہیں اور کوئی فرق اور امتیاز ہم میں اور ان میں نہیں ہے تو بڑی خطرناک بات ہے، فکر کرو!!!

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

(الرعد:12)

یاد رکھو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں تبدیلی اسی وقت ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے جب انسان خود اپنے اندر تبدیلی کرے۔ اگر ہم وہی ہیں جو سال گذشتہ اور پیوستہ میں تھے تو پھر انعامات بھی وہی ہوں گے لیکن اگر چاہتے ہو کہ ہم پر نئے نئے انعامات ہوں تو نئے نئے طریق پر تبدیلی کرو۔

خدا کی کتاب نے تصریح کر دی ہے کہ کفر کیا ہوتا ہے کیونکر پیدا ہوتا ہے اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ایمان کیا ہوتا ہے۔ اس کے نشان اور انجام کیا ہیں؟ منافق اور مفتری کے انجام اور نشان کو بتا دیا ہے۔ پھر امام اور راستباز کی شناخت میں کیا دقت ہوسکتی ہے؟

حضرت آدمؑ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں ہزار مامور آئے ہیں۔ سب کے واقعات ایک ہی طرز اور رنگ کے ہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو تکبر سے محفوظ کر لو تو شیطانی عمل دخل سے پاک ہو کر خدا کے فیضان کو لے سکو گے۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود بھی خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور انہی باتوں کی وصیت اپنی اولاد کو بھی کی اور یعقوب نے بھی یہی وصیت کی کہ اے میری اولاد! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک عجیب دین کو پسند کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر وقت فرمانبرداری میں گزارو۔ چونکہ موت کا کوئی وقت معلوم نہیں ہے اس لئے ہر وقت فرمانبردار رہو تا کہ ایسی حالت میں موت آوے کہ تم فرمانبردار ہو۔ میری تحقیقات میں یہی بات آئی ہے کہ سچی تبدیلی کر کے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ ایک پاک تبدیلی کریں۔ آمین۔

(الحکم جلد 5 نمبر 19.24 رمئی 1901ء صفحہ 10-11)

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی اطاعت کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض خدا کی رضا کی خاطر تھی غیروں کی نظر میں بھی آپ کا ایک عظیم مقام تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے سر سید احمد خان سے پوچھا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے۔ حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ سر سید نے جواب میں کہا کہ نورالدین بنتا ہے۔'' (حیات نور۔صفحہ 217)

○○

# حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

# اور درسِ اطاعت

## اطاعت امام کی اہمیت

قرآن کریم نے اطاعت امام کو ایسا اہم قرار دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور نصیحت کی ضرورت نہیں رہتی۔ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ○ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ○ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ○ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ○

(الانفال:26-21)

یعنی اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور رسول کا حکم سن لینے کے بعد اس کے حکم سے ادھر ادھر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سب سے بدتر مخلوق وہ ہے جو گونگی، بہری ہو اور عقل سے کام نہ لے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس مخلوق میں کوئی نیکی دیکھتا تو ضرور انہیں اپنی اور اپنے

رسول کی بات سنوا دیتا تو اپنی موجودہ حالت کے مطابق تو وہ یہی کرتے کہ اس سے نفرت سے منہ پھیر لیتے اور ماننے سے انکار کر دیتے۔اے مومنو! جس وقت خدا اوراس کا رسول تم کو روحانی زندگی بخشنے کیلیئے بلائیں تو تم اُس کی بات کو فوراً قبول کر لیا کرو اور یاد رکھو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔اور یہ بھی یاد رکھو کہ آخر تم سب کو اس کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جانا ہے اور چاہئے کہ تم اس فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے غلطی کرنے والوں تک ہی محدود نہ رہے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی سزا بہت سخت ہوتی ہے۔

ان آیات میں گو اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہے لیکن جیسا کہ قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، رسول کے متعلق جو احکام نظام سلسلہ کے متعلق ہیں وہ رسول کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں اور یہاں چونکہ نظام کے بارہ میں احکام ہیں یہ جس طرح رسول کے بارہ میں ہیں اسی طرح ان کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں۔نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ جو میرے امیر کی اطاعت کرتا ہے، وہ میری اطاعت کرتا ہے۔پس رسول کے نائبوں کی اطاعت رسول کی اطاعت میں شامل ہے۔

اس تمہید کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو تاکید کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت کریں اور اس میں ذرّہ بھر فرق نہ آنے دیں اور اطاعت میں وہ اس قدر بڑھ جائیں کہ کان میں آواز پڑنے کے بعد پھر کوئی نافرمانی کی مثال نہ ملے۔پھر فرماتا ہے کہ مومنوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس جدید نظام کے قیام کی اصل غرض ہی یہ ہے کہ پہلی قومیں گونگی اور بہری ہوگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو سُن کر لبیک کہتے ہوئے نہیں دوڑتیں۔اس لئے اللہ کی نصرت ان سے جاتی رہی اور اس نے اپنے لئے تم کو منتخب کیا ہے تا کہ تم اس کی بات سنو اور سنتے ہی اس طرف دوڑ پڑو۔اس کے بعد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول کے احکام ہی وہ احکام ہیں جو انسان کا کامل اور دائمی زندگی عطا کرتے ہیں، جو ان سے دور ہوا وہ گویا مردہ ہے جو

روحانی زندگی سے محروم ہے۔پس جبکہ ساری دنیا روحانی طور پر مردہ ہے تم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جن کے دروازے ان دنوں خاص طور پر کھلے ہیں ، بڑھ بڑھ کر حاصل کرو اور اس کی صورت یہی ہے کہ کامل مطیع ہو جاؤ اور ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہو۔ادھر خدا تعالیٰ کی طرف سے یا اس کے رسول کی طرف سے آواز آئے ادھر تم لبیک لبیک کرتے ہوئے دوڑ پڑو۔اور یاد رکھو کہ برکات اور فضلوں کے نزول کے بھی خاص اوقات ہوتے ہیں ۔ جو شخص ان اوقات سے فائدہ نہیں اٹھاتا ، آخر اس کا دل بھی مردہ ہو جاتا ہے اور وہ بھی منکروں کی طرح خدا اور اس کے رسول کی آواز سننے سے محروم رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو شخص بشاشت اور اخلاص سے اس کی اور اس کے رسول کی آواز کو نہیں سنتا اور اپنے نفس کو ان کے حکم سننے کیلئے آمادہ نہیں کرتا اور انانیت اور کبر کے دوز ہر اس میں موجود ہوتے ہیں اور سفلی زندگی کا کوئی حصہ اس میں باقی رہ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے دل کو سخت کر دیتا ہے۔پھر اگر ایسے شخص کا دماغ سچائی کو قبول بھی کر لے اور اس کی فکر اور عقل اسے صحیح بھی تسلیم کر لے تب بھی اس کا دل چونکہ مردہ ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے دماغ اور دل کے درمیان میں ایک دیوار حائل کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے دل ، دماغ کا حکم ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور گو عقل ایسے انسان کی تسلی پا چکی ہوتی ہے مگر اس کا قلب عمل کرنے سے دریغ کرتا ہے اور نفس اطاعت الٰہی میں لذت نہیں پاتا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص ایمان کے مرتبہ سے محروم رہ جاتا ہے اور زندگی جو مومنوں کیلئے مقدر ہے اس شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔

## اپنے بھائیوں کے افعال کی نگرانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم تم سے ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو بھول کر گویا قوم کے وجود کا حصہ ہو جائے تو اس کے جہاں فوائد ہوں گے وہاں نقصان بھی ہوں گے۔یعنی ایسی منظم قوم کا اگر ایک فرد کوئی غلطی کرے گا تو لوگ اسے ساری قوم کی طرف منسوب کریں گے کیونکہ ان کے نظام کو دیکھتے ہوئے لوگ اس امر کے سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ کسی شخص نے بغیر باقی قوم کے مشورہ کے کوئی کام کیا ہو، پس فرماتا ہے کہ یہ ایک سخت خطرہ ہے

جو نظام کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔اس میں ہزاروں خوبیاں بھی ہیں اور بعض خطرات بھی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ایک منظم قوم کا فرد کوئی غلطی کرتا ہے تو لوگ اسے ساری قوم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس کو انفرادی فعل قرار دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔اس لئے مومنوں کو چاہئے کہ اپنے بھائیوں کے افعال کی نگرانی کریں اور افراد کو بھی چاہئے کہ جب کوئی کام کرنے لگیں، اس خطرہ کو سامنے رکھیں کہ ہمارا کام ساری قوم کی طرف منسوب ہوگا اور ہم اپنی غلطی سے جماعت کو بدنام کر دیں گے اور اس طرح کے افراد بھی دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس لئے ان کے ذریعہ مجھے ہمیشہ سچی خبریں ملتی رہتی ہیں اور میں ان سے فائدہ اٹھا کر جماعت کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہوں۔

## اطاعت رسول بھی صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہوسکتی

پس درحقیقت اقامت صلوٰۃ بھی بغیر خلیفہ کے نہیں ہوسکتی۔اسی طرح اطاعت رسول بھی جس کا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَ الفاظ میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے ایک رشتہ میں پرویا جائے۔یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں، صحابہؓ بھی روزے رکھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی روزے رکھتے ہیں، صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں پھر صحابہ اور آج کل کے مسلمانوں میں کیا فرق ہے۔یہی فرق ہے کہ وہ اس وقت نمازیں پڑھتے تھے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کہتے تھے کہ اب نماز کا وقت آ گیا ہے، وہ اس وقت روزے رکھتے تھے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کہتے تھے کہ اب روزوں کا وقت آ گیا ہے اور وہ اس وقت حج کرتے تھے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کہتے تھے کہ اب حج کا وقت آ گیا ہے اور گو وہ نماز اور روزوں اور حج وغیرہ عبادات میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے تھے مگر ان کے ہر عمل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کی روح بھی جھلکتی تھی جس کا یہ فائدہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے، صحابہؓ اُسی وقت اس پر عمل کرنے کیلئے کھڑے ہو

جاتے تھےلیکن یہ اطاعت کی روح آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔مسلمان نمازیں بھی پڑھیں گے،مسلمان روزے بھی رکھیں گے،مسلمان حج بھی کریں گےمگران کے اندراطاعت کا مادہ نہیں ہوگا کیونکہ اطاعت کا وہ مادہ نظام خلافت کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔پس جب بھی خلافت ہوگی اطاعت رسول بھی ہوگی۔کیونکہ اطاعت رسول یہ نہیں کہ نمازیں پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو یہ تو خدا کےحکم کی اطاعت ہے۔اطاعت رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہےتو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں اور جب وہ کہے کہ اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہےتو وہ زکوٰۃ اور چندوں پر زور دینا شروع کر دیں اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کوقربان کرنے کی ضرورت ہےتو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے کیلئے کھڑے ہوجائیں۔غرض یہ تینوں باتیں ایسی ہیں جوخلافت کےساتھ لازم وملزوم ہیں۔اگرخلافت نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری نمازیں بھی جاتی رہیں گی،تمہاری زکوٰتیں بھی جاتی رہیں گی اور تمہارے دل سے اطاعت رسول کا مادہ بھی جاتا رہے گا۔ہماری جماعت کو چونکہ ایک نظام کے ماتحت رہنے کی عادت ہےاوراس کے افراداطاعت کا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے اگر ہماری جماعت کے افرادکوآج اُٹھا کرمحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رکھ دیا جائے تو وہ اسی طرح اطاعت کرنے لگ جائیں جس طرح صحابہ اطاعت کیا کرتے تھے۔لیکن اگرکسی غیراحمدی کواپنی بصیرت کی آنکھ سےتم اس زمانہ میں لے جاؤ توتمہیں قدم قدم پر وہ ٹھوکریں کھاتا دکھائی دے گااور وہ کہے گا کہ ذرا ٹھہر جائیں مجھےفلاں حکم کی سمجھ نہیں آئی بلکہ جس طرح ایک پٹھان کےمتعلق مشہور ہے کہ اس نے کہہ دیا تھا''خومحمدؐصاحب کا نماز ٹوٹ گیا۔قدوری میں لکھا ہے کہ حرکت صغیرہ سے نماز ٹوٹ جاتا ہے۔''اسی طرح وہ بعض باتوں کا انکار کرنے لگ جائے گا۔لیکن اگرایک احمدی کو لے جاؤ تواس کو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ وہ کسی غیر مانوس جگہ میں آ گیا ہے بلکہ جس طرح مشین کا پُرزہ فوراً اپنی جگہ پرفِٹ آ جاتا ہے،اسی طرح وہ وہاں پرفِٹ آ جائے گا اور جاتے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی بن جائے گا۔ (انوارالعلوم۔جلد15۔صفحہ 80 تا85)

# حضرت امیر المومنین ؓ کا درس اطاعت

حضرت مصلح موعودؓ نے 26 اکتوبر 1934ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ اول ہر شخص جو سلسلہ میں داخل ہے جس نے میرے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور ان کے ذریعہ خدا کی بیعت کی ہے وہ اپنی جان، مال، عزت آبرو، اولاد، جائداد غرض یہ کہ ہر چیز خدا رسول اور اس کے نمائندوں کے لئے قربان کر چکا ہے اور اب کوئی چیز اس کی اپنی نہیں۔ میں یہ کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس کے دل میں بیعت کے اس مفہوم کے متعلق ذرہ بھی شبہ ہے وہ اگر منافق کہلانا نہیں چاہتا۔ تو وہ اب بھی بیعت کو چھوڑ دے جس بیعت میں نفاق ہو وہ کسی فائدہ کا موجب نہیں ہوسکتی۔ بلکہ وہ ایک لعنت ہے جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس نے میری بیعت کسی شرط کے ساتھ کی ہوئی ہے اور کوئی چیز اس کی اپنی باقی ہے اور اس کے لئے میری اطاعت مشروط ہے وہ میری بیعت میں نہیں اور میں تمام کے سامنے اور پھر اخباروں میں اس خطبہ کی اشاعت کے بعد ان لاکھوں لوگوں کو جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں رہتے ہیں صاف صاف الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں کوئی استثنٰی باقی ہے تو میں اسے اپنی بیعت میں نہیں سمجھتا۔ میرا خدا گواہ ہے اور آپ لوگ جو سن رہے ہیں آپ بھی گواہ ہیں کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے۔ کیا پہنچا دی ہے؟ (اس پر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہاں پہنچا دی ہے) میرا خدا گواہ ہے اور آپ لوگ مقر ہیں کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے کہ مشروط بیعت کوئی بیعت نہیں۔ بیعت وہی ہے جس میں ہر چیز قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو۔ پس میرا ہر حکم جو خدا تعالیٰ کے احکام کے ماتحت ہو اور جس کے خلاف کوئی نص صریح موجود نہ ہو اسے ماننا آپ کا فرض ہے

جب اجتہاد کا معاملہ آ جائے تو وہی اجتہاد صحیح ہوگا جو میرا ہے اور اس میں لازماً پابندی کرنا آپ کا فرض ہے سوائے اس کے کہ کوئی مجھے مشورہ دے دے باقی تعمیل میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں خدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے نمائندوں کی اطاعت کا حکم ہے وہیں اولی الامر کی اطاعت بھی ضروری قرار دی گئی ہے اور ان کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر یہ تعلیم دی ہے۔ آپ کی کوئی کتاب نہیں جس میں آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو اور میں جس قدم پر آپ لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں وہ ایسا جوش پیدا کر دینے والا ہے کہ ممکن ہے کسی کو حکومت کی اطاعت میں بھی کوئی شک پیدا ہو جائے۔ پس اگر کوئی اس سے آگے نکل جائے یا شبہ کرے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔ اگر ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا تو بالکل ممکن ہے ایک وقت تمہیں تلوار کی دھار پر چلنا پڑے۔ ایک طرف تو میری اطاعت کے متعلق ذرا سی خلش بیعت سے خارج کر دینے والی ہوگی اور دوسری طرف ذرا سا عدوان جو حکومت کی اطاعت سے برگشتہ کر دے تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے منحرف کر دے گا۔ ان دونوں حدود کے اندر رہتے ہوئے تمہیں ہر قسم کی قربانی کرنی ہوگی اور سلسلہ کے وقار کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک جدوجہد کرنی پڑے گی۔

پھر فرمایا:

''غرض دو فرمانبرداریاں ہیں جن کا میں مطالبہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو ساری دنیا کو متحد کرنے والی ہے اور دوسری وقتی اور حالات کے مطابق بدلتی رہنے والی ہے۔ پہلی فرمانبرداری میری ہے جو خدا اور اس کے رسول کے ماتحت ہے کیونکہ میں صرف ہندوستان کے لوگوں کا ہی خلیفہ نہیں۔ میں خلیفہ ہوں حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کا اور اس لئے خلیفہ ہوں افغانستان کے لوگوں کے لئے عرب، ایران، چین، جاپان، یورپ، امریکہ، افریقہ، سماٹرا، جاوا اور خود انگلستان کے لئے۔غرض کہ کل جہان کے لوگوں کے لئے میں خلیفہ ہوں۔اس بارے میں اہل انگلستان بھی میرے تابع ہیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس پر میری مذہبی حکومت نہیں سب کے لئے یہی حکم ہے کہ میری بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہوں لیکن دوسرا حکم وقتی ہے اور حالات کے ماتحت بدلتا رہتا ہے آج یہاں انگریزوں کی حکومت ہے اور اس کے وفادار ہیں لیکن کل یہ بدل گئی تو ہم اس نئی حکومت کے فرمانبردار ہوں گے اس کے بالمقابل خلافت نہیں بدل سکتی۔اس وقت میں خلیفہ ہوں اور میری موت سے پہلے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہوسکتا اور تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے میری ہی اطاعت فرض ہے۔ہندوستانیوں پر بھی میری اطاعت ویسی ہی فرض ہے جیسے اہل ایران یا اہل امریکہ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک کے رہنے والوں پر لیکن ان کے لئے انگریزوں کی اطاعت فرض نہیں۔اہل افغانستان پر میری اطاعت فرض ہے مگر انگریزوں کی نہیں۔بلکہ ان کی جگہ اپنی حکومت کی اطاعت فرض ہے۔اسی طرح اہل امریکہ پر میری اطاعت فرض ہے مگر انگریزوں کی نہیں۔اس اطاعت میں احمدی متفرق ہیں۔لیکن میری اطاعت پر سب متفق ہیں۔افغان، ایران، ڈچ، شامی اور مصری وغیرہ اپنے اپنے ہاں کی حکومتوں کے مطیع ہیں مگر وہ مرکزی نقطہ جس پر سب متفق ہیں وہ میری اطاعت ہے اس میں جو تفرقہ کرتا ہے وہ فاسق ہے اور جماعت کا ممبر نہیں۔

(تاریخ احمدیت۔جلد 6۔صفحہ 473-472)

# تعلیم الاسلام کالج کے اساتذہ اور طلباء کو نصیحت

''میں اس موقعہ پر اساتذہ اور طلباء دونوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد دوسرے کالجوں سے زیادہ بلند اور اعلیٰ ہے۔ کئی باتیں اس قسم کی ہیں جو دوسرے کالجوں میں جائز سمجھی جاتی ہیں لیکن ہم اپنے کالج میں ان باتوں کی اجازت نہیں دے سکتے۔ طلباء کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افسروں کی کامل اطاعت اور فرماں برداری کریں اور اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افسروں کی کامل اطاعت اور فرماں برداری کریں اور ان افسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے سے بڑے افسروں کی کامل اطاعت اور فرماں برداری کریں۔ اگر کسی شخص کو کوئی شکایت پیدا ہو تو اسلامی طریق کے رو سے یہ جائز ہے کہ وہ بالا افسر کے پاس اس معاملہ کو پہنچائے اور حقیقت ظاہر کرے اور اگر وہ افسر توجہ سے کام نہ لے تو اس سے بھی بالا افسر کے پاس اپیل کرے۔ یہ دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے اور وہ اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ہمارا یہ طریق نہیں کہ جب تک ایجی ٹیشن نہ ہو ہم کسی کی بات نہیں سنتے۔ ہم صداقت کو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے منہ سے سن کر بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بلکہ صداقت اگر ایک چوہڑے کے منہ سے نکلے تو ہم اس کو بھی ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر صداقت نہ ہو تو خواہ سارا کالج مل کر زور لگائے ہم وہ بات تسلیم کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گے۔''

(تاریخ احمدیت۔ جلد 9۔ صفحہ 48)

اکتوبر 1924ء حضرت صاحبؓ چند خدام کے ساتھ مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے کو لندن مشن کی چابی عطا فرمانے کیلئے از راہ شفقت خود پٹنی تشریف لے گئے۔ پٹنی پہنچنے پر آپ نے لمبی دعا کروائی اور دعا کے بعد اپنے ہاتھ سے مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو کلید عطا فرمائی اور حسب ذیل ہدایات مبلغ ثانی کو فرمائیں:

میاں غلام فرید صاحب! آپ نے مولوی صاحب کی اطاعت میں کام کرنا ہے ساری ترقی اور برکات اپنے افسروں کی اطاعت میں ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ طبائع میں اختلاف ہوتا ہے اور یہ قدرتی امر ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ محبت کے تعلقات میں بھی رنج پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ باوجود اس محبت کے جو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تھی، ایک دفعہ آپ سے ناراض ہو گئیں۔ لیکن وہ ایسی ناراضگی نہ تھی جس سے نافرمانی پیدا ہوتی بلکہ ان کے اخلاص و اطاعت میں زیادتی ہی ہوتی رہی اس لئے اگر اختلاف بھی ہو تو بھی کبھی یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان کی نافرمانی کی جاوے۔ بلکہ محبت کے ساتھ اس کام کو کرنا چاہئے جو وہ سپرد کریں۔ کیونکہ یہ کام خدا کا کام ہے نہ کسی انسان کا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اطاعت کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں نشاط نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے مومنین کی صفات میں فرمایا ہے:

ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (النساء : 66)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ پر وہ راضی ہوتے ہیں اور اس فیصلہ پر ان کے قلب میں کوئی تنگی نہیں پیدا ہوتی بلکہ وہ خوشی اور نشاط کے ساتھ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ اصول بتا دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں اپنے افسروں کی اطاعت کس طرح کرنی چاہئے کہ اس اطاعت میں نشاط ہو۔

تسلیم کامل جب ہی ہوتی ہے جبکہ اطاعت کے ساتھ نشاط اور شرح صدر ہو

اور یہ بات ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ غلطی کا امکان تو ہر شخص سے ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کون ہے جس سے غلطی کا امکان نہ ہو۔ بشریت کے لحاظ سے ہر شخص سے ممکن ہے اور جہاں غلطی کا امکان ہو وہاں انسان اگر اطاعت کرتا ہے تو حقیقت میں ایمان کی وجہ سے ہی کرتا ہے اور وہ ایمان اس میں نشاط پیدا کر دیتا ہے۔ اگر سینہ میں تنگی ہو تو اپنی کمزوری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُحد کی جنگ میں تکلیف ہوئی اور اس لڑائی میں منافقوں نے جو مشورہ دیا، دراصل صحیح ثابت ہوا۔ مگر صحابہ کی جو رائے تھی وہ اس کے خلاف تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس موقعہ پر مجارٹی (Majority) کے فیصلہ کو ترجیح دی۔ آپؐ کے طرز عمل سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں: اوّل یہ کہ غلطی کا امکان ہر شخص سے ہے۔ دوم افسر یا مجارٹی جس بات کا حکم دیں اس کی تعمیل کی جاوے اور نشاط سے کی جائے۔ قرآن مجید اسی بات پر زور دیتا ہے اور کامیابی کی روح اسی سے پیدا ہوتی ہے۔''

(انوار العلوم - جلد 8 - دورۂ یورپ صفحہ 563-564)

○ ''پس صداقت اور انصاف سے کام لو اور غیرت اور قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کرو۔ مگر یاد رکھو تم نے ظلم نہیں کرنا اور جھوٹ نہیں بولنا اور اگر کوئی شخص تمہیں ظلم کرنے یا جھوٹ بولنے کی تعلیم دیتا ہے۔ تمہیں کہتا ہے کہ جاؤ اپنے دشمن کو مار آؤ یا جاؤ اُسے پیٹو، تو تم فوراً سمجھ جاؤ کہ تمہارے سامنے ایمان کا جبّہ پہنے ایک شیطان کھڑا ہے۔ اور تم فوراً سمجھ لو کہ وہ میری نافرمانی کرنے والا ہے اور میری اطاعت سے منہ موڑنے والا انسان ہے۔ تم فوراً میرے پاس آؤ اور ایسے شخص کی شکایت کرو اور اس گندے وجود کو کاٹنے کی جلد تر کوشش کرو ایسا نہ ہو کہ وہ باقی قوم کو بھی گندہ کر دے۔''

اس عبارت کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنی پالیسی اچھی طرح کھول

کر نہیں بتادی۔ پھر اگر آپ لوگ میری واضح پالیسی پر عمل نہ کریں تو میں کیونکر یقین کروں کہ آپ لوگ پوری طرح میرے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ امام کا فائدہ یہی ہے کہ اس کے حکم کے مطابق ساری جماعت ایک آواز اٹھائے۔ پس جب تک امام ایک جماعت میں موجود ہے اور ایک خاص پالیسی کو اس کے عمل کیلئے پیش کر رہا ہے، اس وقت اس جماعت کیلئے کوئی دوسرا قدم اٹھانا درست اور جائز نہیں۔ ہاں جس امر میں وہ خاموش ہو اور وہ امر جماعت نہیں بلکہ افراد سے تعلق رکھتا ہو، افراد اپنے لئے شریعت کے مطابق طریق عمل تجویز کرنے میں آزاد ہوتے ہیں مگر جس امر کے متعلق امام ایک حکم دے اس میں اس کے حکم کے خلاف وہ امور بھی جائز نہیں ہوتے جن کو دوسرے حالات میں شریعت نے جائز قرار دیا ہو۔

○ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں لوگوں کو خیال تھا کہ ان کی زندگی تک یہ سلسلہ ہے لیکن جب وہ فوت ہو گئے تو پھر بھی یہ سلسلہ قائم رہا پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے متعلق لوگ یہ کہنے لگے کہ وہ بڑے عالم ہیں، ان پر سلسلہ کا دارومدار ہے۔ لیکن جب وہ فوت ہو گئے تو ان کے بعد سلسلہ اور بھی بڑھا۔ اسی طرح ہمارے بعد بھی یہ سلسلہ بڑھتا جائے گا۔ جب تک نظام قائم رہے گا اور جماعت میں اطاعت کا مادہ رہے گا۔ لیکن جب لوگ نظام توڑ دیں گے تو پھر خدا کی سنت ہے کہ وہ برکتیں اٹھا لیتا ہے۔ ہاں! خدائی سلسلے آدمیوں پر نہیں ہوا کرتے وہ خدا کی منشاء کے ماتحت قائم ہوتے ہیں۔''

(بحوالہ روزنامہ الفضل۔29 نومبر 1927)

○ ''اگر وہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے اسی طرح چلتے جس طرح نبض حرکت قلب کے پیچھے چلتی ہے۔ اگر وہ سمجھتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک حکم کے نتیجہ میں اگر ساری دنیا کو بھی اپنی جانیں قربان کرنی پڑتی ہیں تو وہ ایک بے

حقیقت شے ہیں۔ اگر وہ ذاتی اجتہاد سے کام لے کر اس پہاڑی درّہ کو نہ چھوڑتے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس ہدایت کے ساتھ کھڑا کیا تھا کہ خواہ ہم فتح حاصل کریں یا مارے جائیں تم نے اس مقام سے نہیں ہلنا تو نہ دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کا موقع ملتا اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو کوئی نقصان پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی پوری اطاعت نہیں بجا لاتے اور ذاتی اجتہادات کو آپ کے احکام پر مقدم سمجھتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں کہیں ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا وہ کسی شدید عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ گویا بتایا کہ اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھو اور ایک ہاتھ کے گرنے سے بیٹھ جاؤ۔''

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ جلد 6 صفحہ 410 تا 412)

○ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ قادیان میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خلافت اور امارت میں فرق ہے۔ خلیفہ کے ساتھ مذہبی تعلقات (بیعت) بھی ہوتے ہیں اس لئے خلفاء کی تو مان لیتے ہیں اور اپنے امیروں کی نہیں مانتے یا اس کیلئے شرح صدر نہیں پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تاکید کرتا ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں کہتا ہوں جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔'' (سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 80)

○ ''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہرگز اللہ تعالیٰ

کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اُٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا، تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔"

عاقل کا یہاں پہ کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

(الفضل 4 ستمبر 1937ء صفحہ 8)

○ "وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے۔"

(الفضل 20 نومبر 1946ء صفحہ 7)

○ "یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں، خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"

(الفضل 15 نومبر 1946ء صفحہ 6)

○ ''مبلغین اور واعظین کے ذریعہ بار بار جماعتوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی رہے کہ پانچ روپے کیا، پانچ ہزار روپے کیا، پانچ لاکھ روپے کیا، پانچ ارب روپے کیا، اگر ساری دنیا کی جانیں بھی خلیفہ کے ایک حکم کے آگے قربان کردی جاتی ہیں تو وہ بے حقیقت اور ناقابل ذکر چیز ہیں ... اگر یہ باتیں ہر مرد ہر عورت، ہر بچے، ہر بوڑھے کے ذہن نشین کی جائیں اور ان کے دلوں پر ان کا نقش کیا جائے تو وہ ٹھوکریں جو عدم علم کی وجہ سے لوگ کھاتے ہیں، کیوں کھائیں۔''

(تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 63۔مرتبہ ادارہ ترقی اسلام سکندر آباد دکن)

○ ''تم سب امام کے اشارے پر چلو اور اس کی ہدایات سے ذرّہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہو۔ جب وہ حکم دے بڑھو اور جب وہ حکم دے ٹھہر جاؤ اور جدھر بڑھنے کا وہ حکم دے اُدھر بڑھو اور جدھر سے ہٹنے کا وہ حکم دے اُدھر سے ہٹ جاؤ۔''

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 515۔516)

○ ''اے دوستو! بیدار ہو اور اپنے مقام کو سمجھو اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو اور کم سے کم آئندہ کے لئے کوشش کرو کہ 100 میں سے 100 ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو، جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کیلئے مقرر کیا ہے اور اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح تم سے خوش ہو جائے۔''

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 525)

○ ''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے

اٹھاتا ہے اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔ اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔ اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے۔ اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔''

(خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل 4 ستمبر 1997)

○ ''وہی خدا جو اس وقت فوجوں کے ساتھ تائید کیلئے آیا آج میری مدد پر ہے اور اگر آج تم خلافت کی اطاعت کے نکتہ کو سمجھو تو تمہاری مدد کو بھی آئے گا۔ نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے۔ جب تک خلافت قائم رہے نظامی اطاعت پر اور جب خلافت مٹ جائے انفرادی اطاعت پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے۔''

(الفضل 4 ستمبر 1937)

○ ''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم، وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔''

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936 مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936)

○ ''جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے۔ ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس

کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔جن کے نتائج ساری جماعت پر آ کر پڑتے ہوں۔ کیونکہ پھر امام کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہے گی۔امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔'' (الفضل 5 جون 1937)

○ ''تمہارا فرض ہے کہ جب بھی تمہارے کانوں میں خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز آئے تم فوراً اس پر لبیک کہو اور اس کی تعمیل کیلئے دوڑ پڑو کہ اسی میں تمہاری ترقی کا راز مضمر ہے۔ بلکہ اگر انسان اس وقت نماز پڑھ رہا ہو تب بھی اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ نماز توڑ کر خدا تعالیٰ کے رسول کی آواز کا جواب دے۔فرمایا یہی حکم اپنے درجہ کے مطابق خلیفۃ الرسول پر بھی چسپاں ہوتا ہے اور اس کی آواز پر جمع ہو جانا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔'' (تقریر منصب خلافت)

## ناظروں کے دوروں سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس مشاورت 1931ء کے موقع پر ایک طرف تو ناظروں کو یہ ہدایت کی کہ وہ دورے کر کے جماعتوں کی رہنمائی کریں اور دوسری طرف جماعتوں سے ارشاد فرمایا کہ:

''میں امید کرتا ہوں آئندہ جماعتیں ناظروں کے دورہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گی اور ان کا احترام کر کے ثابت کر دیں گی کہ ہم دینی خدمت کرنے والوں کو پورا پورا احترام کرنے والے ہیں۔رسول کریم ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ میں جسے کسی کام کے لئے مقرر کرتا ہوں۔اس کی اطاعت کرنے والا میری اطاعت کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرنے والا میری نافرمانی کرتا ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ نے آرگنائزیشن کو مذہب کا حصہ بنا دیا اور کام کرنے والوں کی اطاعت اور احترام نظام کی جان ہے۔'' (تاریخ احمدیت۔جلد 5۔صفحہ 272)

## جذبہ اطاعت کے فروغ کے لئے اہم خطبہ

سیدنا المصلح الموعودؓ کی خدمت میں یہ انتہائی افسوسناک اطلاعات پہنچیں کہ بعض نوجوان سلسلہ کے نظام کا احترام نہیں کرتے اور اپنے افسروں کی اطاعت کرنے کی بجائے سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ یہ چیز چونکہ سلسلہ احمدیہ کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لئے حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ نے 2 جون 1944ء کو اطاعت کی اہمیت پر ایک مفصل خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

''سلسلہ مقدم ہے سب انسانوں پر۔ سلسلہ کے مقابلہ میں کسی انسان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ کوئی ہو۔ حتیٰ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا بھی مجرم ہو تو اس کا بھی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ کوئی انسان بھی سلسلہ سے بالا نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بالا ہیں۔ اسی طرح احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی بالا ہے۔ اسلام اور احمدیت کے لئے اگر ہمیں اپنی اولادوں کو بھی قتل کرنا پڑے ہم اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں گے لیکن سلسلہ کو قتل نہ ہونے دیں گے۔

پس تم اپنے اندر سلسلہ کی صحیح اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ کا فضل تم پر نازل ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ بے دینوں کی موت نہ مرو اور ایسے مقام پر کھڑے نہ ہو کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ تم کو مرتدین میں داخل کر دے تو اپنے اندر صحیح اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ پیدا کرو۔ احمدیت یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ احمدیت ایک ایسی دھار ہے کہ جو بھی اس کے سامنے آئے گا وہ مٹا دیا جائے گا۔ یہ تلوار کی دھار ہے اور جو بھی اس کے سامنے کھڑا ہو گا وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ جس سلسلہ کو قائم کرنا چاہے اس کی راہ میں جو بھی کھڑا ہو وہ مٹا دیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے اس کے مقابلہ میں کسی انسان کی پروا نہیں کی جائے گی خواہ وہ کوئی ہو۔ خواہ وہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا کیوں نہ ہو، خواہ وہ میرا بیٹا کیوں نہ ہو۔ سلسلہ مقدم اور غالب ہے ہر انسان پر۔''

(تاریخ احمدیت۔ جلد 9۔ صفحہ 179-178)

## خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کرنے کی تاکیدی ہدایت

حضرت المصلح موعودؓ ایک عرصہ سے یہ افسوس ناک صورت دیکھ رہے تھے کہ بعض مرکزی ادارے ایک دوسرے سے عدم تعاون بلکہ رقابت کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔ چونکہ اس طریق سے حضورؓ کی جاری فرمودہ تحریکات کو براہ راست نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضرت المصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ 25 اکتوبر 1946ء میں جماعت کو انتباہ کیا اور فرمایا:

''ہمارے سپرد ایک بہت بڑا کام ہے اور وہ کام کبھی سرانجام نہیں دیا جاسکتا جب تک ہر شخص اپنی جان اس راہ میں لڑا نہ دے۔ پس تم میں سے ہر شخص خواہ دنیا کا کوئی کام کررہا ہو اگر وہ اپنا سارا زور اس غرض کے لئے صرف نہیں کردیتا۔ اگر خلیفہ وقت کے حکم پر ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار نہیں رہتا۔ اگر اطاعت اور فرمانبرداری اور قربانی اور ایثار ہر وقت اس کے سامنے نہیں رہتا۔ تو اس وقت تک نہ ہماری جماعت ترقی کرسکتی ہے اور نہ وہ اشخاص مومنوں میں لکھے جاسکتے ہیں۔ یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ اگر اسلام اور ایمان اس چیز کا نام نہ ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے کسی مسیح کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے مسیح موعود کی ضرورت تھی تو مسیح موعود کے ہوتے ہماری بھی ضرورت ہے۔ ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان

رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حق دار نہیں ہوسکتا۔‘‘

(تاریخ احمدیت۔جلد 9۔صفحہ 608)

○○

# حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ

# اور درس اطاعت

## ''تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنو اور اطاعت کرو''

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سورۂ تغابن میں فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○16 (التغابن:17)

یعنی جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ وہ تمہاری جانوں کیلئے بہتر ہوگا اور جو لوگ اپنے دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں، وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

عربی زبان میں فلاح کا لفظ بڑے وسیع معانی میں استعمال کیا جاتا ہے اور دین اور دنیا کی حسنات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دنیا کے متعلق فلاح ان باتوں پر بولا جاتا ہے کہ انسان کو صحت والی زندگی حاصل ہو، مال میں فراخی ہو اور عزت و وجاہت اور اقتدار اور ثروت سب کچھ اسے میسر ہو۔ آخرت کے متعلق فلاح کا لفظ استعمال ہو تو اس کے معنی ہوں گے کہ انسان نے ابدی زندگی پائی جس

کے بعد فنا نہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ایسی روحانی دولت دی گئی جس کے ساتھ کوئی تنگی نہیں اور خدا تعالیٰ نے اسے عزت کے ایسے مقام تک پہنچا دیا کہ اس کے ساتھ کسی ذلت کا تصور بھی ممکن نہیں اور اسے صفات الٰہیہ کا ایسا عرفان حاصل ہوا کہ جس کے ساتھ کوئی جہالت نہیں۔

تو اس آیت میں فرمایا کہ آؤ اس فلاح کا ایک نسخہ تمہیں بتاؤں اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دل کے بخل سے بچایا جاتا ہے۔وہی دنیا اور آخرت دونوں میں مفلح (فلاح پانے والا) ہوتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کے بخل سے نجات کس طرح ہو۔اس کے جواب کیلئے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ

کہ جہاں تک ہو سکے اپنی طاقت، قوت اور استعداد کے مطابق تقویٰ کی راہوں پر چلتے رہو اور تقویٰ یہ ہے کہ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا (بخاری کتاب الجہاد والسیر باب السمع والطاعۃ للامام) کہ اللہ تعالیٰ کی آواز سنو اور لبیک کہتے ہوئے اس کی اطاعت کرو۔اگر تم تقویٰ کی راہوں پر چل کر سمعاً و طاعۃ کا نمونہ پیش کرو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی توفیق دے گا کہ تم اپنی جانوں، مالوں اور عزتوں سب کو اس کی راہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔اس طرح تمہیں دل کے بخل سے محفوظ کر لیا جائے گا۔یہی کامیابی کا راز ہے۔

اس نسخہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب سمجھا اور پھر اس پر خوب عمل کیا۔دیکھو دنیا میں بھی انہیں ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ کسی اور قوم کو ویسی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔اور اسی زندگی میں ان کو آئندہ کے متعلق ایسی بشارتیں ملیں کہ کسی اور قوم کو ان کا حقدار قرار نہیں دیا گیا یا پھر اس نسخہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے ہی سمجھا اور اس کے مطابق عمل کر کے حقیقی کامیابی اور فلاح کے حصول کیلئے جدوجہد کی اور کر رہی ہے اور آئندہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے گی۔انشاءاللہ۔

.....میں نے یہ بھی سوچا کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں کوئی بزرگی یا برتری حاصل نہیں لیکن جس رب عظیم نے اس خاکسار نابکار کو خلافت کی کرسی پر بٹھایا ہے اسی قادر توانا نے آپ کے دلوں میں میرے لئے محبت پیدا کی۔میری زبان آپ کے دلوں پر اثر کرتی ہے اور آپ میری آواز کو سن کر

اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے مجنونانہ طور پر اپنے دینی کاموں میں لگ جاتے ہیں جیسا کہ باہر سے آنے والی بہت سی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہی لکھتے ہیں کہ جب آپ کا خطبہ یہاں پہنچا تو تمام عہدیدار مجنونانہ طور پر اپنے کام میں لگ گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خصوصاً ان عہدیداروں کو جنہوں نے اس عرصہ میں بہت محنت اور بڑی تگ و دو سے کام کیا اور جماعت میں احساس ذمہ داری کو بیدار کیا ہے، جزائے خیر دے۔ اور اپنی رضا کی راہوں سے نوازے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ تغابن کی آیات میں بڑی وضاحت سے فرمایا ہے۔ حقیقی اور کامل فلاح انہیں حاصل ہو اور اس دنیا کی حسنات سے بھی انہیں نوازے اور آخرت کی حسنات بھی زیادہ سے زیادہ ان کے حصہ میں آئیں۔

میں نے پہلے بھی دعا کی ہے اور آئندہ بھی کروں گا۔ آپ بھی ایسے سب دوستوں کیلئے دعا کریں جنہوں نے جماعت کے بوجھ کو اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہتر سے بہتر جزاء خیر دے اور جیسا کہ اس نے جماعت کو ان نامساعد حالات میں بھی یہ توفیق دی ہے کہ مالی قربانی کے میدان میں اس کا قدم پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے ہی بڑھا ہے۔ آئندہ بھی محض اس کے فضل اور احسان سے دنیا کے ہر ملک اور عمل کے ہر میدان میں ہر چڑھنے والے دن اس کا قدم پہلے کی نسبت آگے ہی بڑھنے والا ہو۔ آمین۔ سب توفیق اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ..

(روزنامہ الفضل 25 مئی 1966ء صفحہ 2 تا 3)

OO

# حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ

# اور درس اطاعت

## ''ہر جماعتی عہدے دار نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو اوّل وہ خود اطاعت کا نمونہ بنے''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ 14 جون 1996ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ:

''جہاں جماعت کو میں نے توجہ دلائی ہے وہاں اب امراء کو بھی نصیحت کرنا چاہتا ہوں بلکہ ہر جماعتی عہدیدار کو کہ اس نے اگر خدمت لینی ہے اور اطاعت کے اعلیٰ نمونے دیکھنے ہیں تو خود اس کے لئے لازم ہے کہ اول وہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ بنے۔ یعنی اپنے سے بالا، اس پر نظر رہے اور وہ بہترین اطاعت کا ایک نمونہ بن جائے اور دوسرے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطاعت کا حکم ہے آپ کے لئے اگر ہے تو اس کے تابع ہی ہے مگر اس کے ہم مرتبہ نہیں ہوسکتا۔ گو منطقی نقطہ نگاہ سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں آپ کے مقرر کردہ امراء کی اور غلاموں کی اطاعت بھی داخل فرمادی گئی ہے۔ اس لئے ان سب امراء کو جو نظام جماعت کے نمائندہ ہیں یا صدر ہیں یا قائدین ہیں یا زعماء ہیں یا لجنہ کی صدرات ہیں ان سب کو اطاعت کا اپنے منصب کے لحاظ سے ایک حق حاصل ہوگیا ہے اور اس میں ان کی ذات کا کوئی دخل نہیں۔ یہ نصیحت جہاں

میں کر رہا ہوں وہاں یہ بھی سمجھانا چاہتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ سب سے زیادہ اہم ترین اطاعت کا حکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لئے ہے اور آپؐ ہی کی ذات کے حوالے سے پھر آگے یہ حکم پھیلا ہے۔ مگر آپؐ کے متعلق بھی قرآن کریم نے متنبہ فرمایا کہ اگر تجھے وہ رحمت کا دل نہ دیتے جو ہر وقت ان پر جھکا رہتا ہے، ہر وقت ان کے خیال میں مگن رہتا ہے، ان کی تکلیف تجھ پر مصیبت بن جاتی ہے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبہ:128) جو دکھ اٹھاتے ہیں تجھے بھی مصیبت پڑ جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا اس قسم کی کیفیات تو تیری اعلیٰ عظمت اور تیرے متعلق خدا تعالیٰ کے اعلیٰ فرمان بھی ان کو اکٹھے نہ رکھ سکتے۔ اس لئے کہ تو تو صحت مند ہے یہ سارے صحت مند نہیں اور جو اعلیٰ صحت اطاعت کے لئے درکار ہے جو ہر ٹھوکر سے بالا ہو جاتی ہے، ہر ابتلاء سے ثابت قدم گزرتی ہے وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اور وہ صحابہ اکرام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں قریب تر رہتے تھے ان کا ایک الگ مرتبہ تھا۔ ان کے متعلق اس آیت میں ہرگز یہ نہیں فرمایا گیا کہ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:160) انہوں نے تو رہنا ہی تھا ساتھ۔ ان پر تو یہ مضمون صادق آتا تھا کہ "ہمیں تو راہرووں کی ٹھوکریں کھانا مگر جانا" یعنی محبوب کی گلیوں میں۔ اس لئے قرآن کریم کی ہر آیت کو اس کے موقع محل کے مطابق چسپاں کرنا چاہئے لیکن ایک بڑی جماعت ایسی تھی جو تربیت میں وہ مرتبہ نہیں رکھتی تھی۔ وہ ہر لمحہ دلداری کے محتاج تھے اور دلداری کے رستوں سے وہ رفتہ رفتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آتے رہے، قریب تر ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ پھر اس مرتبے اور مقام پہ پہنچے کہ جس کے متعلق قرآن کریم نے ان کے ثبات قدم کی گواہیاں دیں۔ پس وہ جو مضمون ہے وہ عمومی تربیت کا مضمون ہے کہ جو امیر مقرر ہو اور خاص طور پر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے امیر مقرر ہو اس کے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انسانی فطرت کو نظر انداز کر کے محض اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے مامور بنا دیا ہے وہ یہ سمجھے کہ اب ہر شخص کا فرض ہے میری اطاعت کرے اور اطاعت میں حد کمال کو پہنچ جائے مگر میں بس صرف مامور بن کر بیٹھا رہوں گا میرا کام اطاعت قبول کرنا ہے اس سے بڑھ کر نہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ یہ فطرت انسانی کے خلاف

بات ہے اور قرآن فطرت کے مطابق ہے۔

اور قرآن یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خدام میں جو اطاعت کے بے مثال نمونے تم دیکھتے ہو اس میں تم ان کے لئے جتنی بھی دعائیں کرو بے شک کرو مگر یاد رکھو کہ اس کا اصل کریڈٹ، اس کا اصل سہرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سر پر ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے پیار، محبت، مغفرت، عفو اور ان کی خاطر تکلیفیں اٹھا کر خود ایک مقام پیدا کرلیا اور ایک ایسا مقام پیدا کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات نہ ہوتیں تو ان میں جو نمونے تم دیکھتے ہو وہ نظر نہ آتے۔ پس یہ ان کی ذاتی خوبی نہیں۔ یہ اطاعت بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن کا ہی ایک عکس ہے۔ تو یہ آیت کریمہ ہمیں اس طرف بھی متوجہ کر رہی ہے کہ ہر وہ شخص جو مامور ہے کسی پہلو سے خواہ محدود دائرے میں ہو، ایک زعیم بھی جو انصار اللہ کا زعیم ہے وہ بھی محدود دائرے میں ایک مامور ہے، ایک زعیم بھی جو خدام الاحمدیہ کا زعیم ہے وہ بھی تو اپنے دائرے میں اور محدود دائرے میں ایک مامور ہے۔ تو ہر شخص جس کا حکم مانا جائے اسے مامور کہا جاتا ہے یعنی اس کی بات مانی جائے گی۔ ان معنوں میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی منصب ماموریت عطا فرمایا ہے جو انبیاء علیہ السلام کو دیا جاتا ہے، یہ الگ مضمون ہے۔ مگر مامور کا عام معنی یہی ہے کہ اپنے دائرے میں صاحب اختیار ہو، صاحب امر ہو۔ اس پہلو سے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اسے یاد رکھنا ہوگا کہ جن لوگوں پر مامور ہے ان کے دل جیتنے میں اسے لازماً محنت کرنی ہوگی اور ان کے طبعی فطری تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ پس وہ امیر جو امیر بن کر یہ اہم اور بنیادی نکتہ نظر انداز کر دیتا ہے وہ بیوقوف بھی ہوگا اور ایک قسم کا اس میں تکبر بھی پایا جائے گا۔ بیوقوف اس لئے کہ جو مرکزی نکتہ قرآن کریم نے بار بار سمجھایا جس کے بغیر امارت مکمل ہو ہی نہیں سکتی اسے نظر انداز کر بیٹھا ہے اور تکبر ان معنوں میں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے متعلق قرآن یہ فرماتا ہے کہ اگر یہ صفات تجھ میں نہ ہوتیں تو انہوں نے بھاگ جانا تھا، اپنے متعلق وہ کیسے سوچ سکتا ہے کہ مجھ میں نہ بھی ہوں تو فرق کوئی نہیں پڑتا انہوں نے ماننی ہی ماننی ہے۔ اگر وہ مانتے ہیں تو پھر تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ عمومی نظام جماعت کی برکت سے مانتے ہیں اور وہ بھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر مانتے ہیں۔ وہ دہرے ثواب کماتے ہیں اور تم مجرم بن جاتے ہو۔

پس کسی امارت پر فائز ہونا کوئی معمولی امر نہیں ہے، اس کے بہت گہرے تقاضے ہیں، انہیں لازماً پورا کرنا ہوگا۔ مگر جہاں تک نافرمانی والے کا تعلق ہے اس کا یہ عذر کبھی قبول نہیں ہو سکتا کہ چونکہ اس نے مجھ سے حسن سلوک نہیں کیا تھا اس لئے میں نافرمانی کا حق رکھتا ہوں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں۔ قرآن کریم نے ان کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اگر سختی کی وجہ سے دور ہٹے ہوں ہرگز یہ حق تسلیم نہیں کیا کہ ان کو ہٹنے کا حق تھا۔ ان کی ایک نفسیاتی کمزوری بیان فرمائی ہے۔ ورنہ جو اطاعت کا اعلیٰ حق ہے اس میں کسی شخص کی ذاتی کمزوری یا ذاتی صفات کا کوئی بھی دخل ہونا نہیں چاہئے۔ اطاعت کے زاویے سے دیکھیں یعنی مطیع کے زاویے سے دیکھیں تو پھر یہ مضمون یوں نکلے گا کہ مطیع کو اگر اس کا مطاع یعنی جس کو امر کا اختیار دیا گیا ہے باوجود اس کے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا اپنے دائرہ اختیار میں حکم دیتا ہے تو مطیع کا فرض ہے کہ لازماً قبول کرے اور یہ عذر نہیں رکھے کہ چونکہ اس نے مجھ سے حسن سلوک نہیں کیا اس لئے میں حق رکھتا ہوں کہ اس کی اطاعت سے باہر چلا جاؤں۔ یہ حق قرآن کریم نے کہیں بھی کسی کو نہیں دیا۔

جہاں تک مومن کا تعلق ہے ان کی ایک ہی آواز بیان فرمائی ہے جو حضرت محمد رسول اللہؐ کی آواز کے تابع اٹھی اور یک جان ہو کر اٹھی ہے اور یہ آواز تھی سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (البقرة:286) ہمیں تو اس کے سوا کچھ نہیں پتہ۔ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ جو سنا اس پر عمل کیا۔ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اور سننے اور اطاعت ہی میں اے رب ہمیں تیری غفران کی حرص ہے۔ ہم جو سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں تو اس غرض سے نہیں کہ جس کی اطاعت کرتے ہیں اس سے کوئی فیض ہمیں پہنچے گا یا اس کی محبت بذات خود ہمارا مطمعٔ نظر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس لئے ہے کہ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا تا کہ تو ہم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ہم نے آخر تیرے حضور پہنچنا ہے۔ سارا حساب کتاب تیرے حضور پیش ہوگا۔

توسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا کا مضمون ایک وہ ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے خدا تعالیٰ کی جانب رخ سے ہمیں معلوم ہوا۔ جب خدا کی طرف اپنا رخ فرمایا تو ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف سے تھا اس کے متعلق یہ اعلان ہوا ہے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ہمارا اور کوئی کام نہیں ہے لیکن جہاں جس کو مامور بنایا گیا ہے اس کے رخ سے دیکھیں تو اسے سمع اور اطاعت کی روح پیدا کرنے کے لئے اپنی جان کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اپنے آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ وہ تمام نفسیاتی تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں جن کے نتیجے میں پھر یہ ایسی جماعت پیدا ہو۔ تو ایک طرف سے مضمون کو دیکھا جائے تو مضمون بعض دفعہ بگڑ جاتے ہیں اور غلط استدلال پیدا ہو جاتے ہیں اور لوگ غلط استدلال کے نتیجے میں خود اپنی ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں۔ اب یہی صورت حال اگر آج کل کے حالات پر جو جماعتوں میں رونما ہوتے رہتے ہیں چسپاں کر کے تفصیل سے دیکھیں تو آپ کے سامنے یہ مسئلہ خوب کھل کے آجائے گا۔ ایک امیر ہے جو اپنی رحمت اور شفقت کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ ذاتی تعلقات کو محض اس لئے نہیں بڑھاتا کہ خدا کی خاطر اب وہ مجبور ہے اور برداشت اور حوصلہ پیدا نہیں کرتا اور اس فکر میں نہیں رہتا کہ جس طرح بھی ممکن ہے مجھ سے محبت اور احسان کے رشتوں میں یہ لوگ باندھے جائیں۔ وہ امیر اپنی جماعت میں ویسی اطاعت کے نمونے نہیں دیکھ سکتا۔ ناممکن ہے بلکہ بسا اوقات وہاں ٹھوکر کے واقعات کثرت سے دکھائی دیں گے۔ چھوٹی سی بات ہوئی اور لوگ ناراض ہو کے بھاگ گئے۔ امیر سے نہیں بھاگے اپنی عاقبت سے بھاگ گئے۔ اپنی آخرت تباہ کر لی۔ لیکن اس صورت میں دونوں یکساں ذمہ دار نہیں ہیں تو کم سے کم کچھ نہ کچھ ذمہ داری دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ برابر کا لفظ کہنا مشکل ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔ بعض دفعہ ایک ذمہ داری کسی پر کم کسی پر زیادہ مگر ذمہ دار دونوں ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان لوگوں کی بدنصیبی ہے جو ایسے امیر کی امارت میں ہیں جو ان سے رحمت اور شفقت کا سلوک نہیں کرتا اور اس امیر کی بھی بدنصیبی ہے جو کرتا بھی ہو تو کچھ خود سروں کا امیر بنایا گیا ہے کیونکہ بعض دفعہ یہ امیر کے قصور کی وجہ سے خود سری نہیں آتی بعض جماعتوں میں کچھ گٹھلیاں بن جاتی ہیں۔ کچھ شریروں کی گٹھلیاں جن کا شغل

ہی یہ رہتا ہے کہ کچھ ایک گروہ یہاں بنالیا ایک گروہ وہاں بنالیا اور تاک میں رہتے ہیں کہ امیر سے جو بھی ہو جب بھی کوئی غلطی ہو اس کو پکڑیں اور بلند آواز سے کہیں کہ یہ دیکھو یہ حرکتیں کر رہا ہے ہم اس کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ موقع ملے تو دھمکیاں بھی اس کو دیں۔ ایسے ظالموں کی کینسر کی گٹھلیاں بھی کئی جگہ موجود ہیں اور جہاں یہ موجود ہیں وہاں امیر کو ہم نے بدل بدل کے دیکھ لیا۔ انتہائی رافت کرنے والا، شفقت کرنے والا امیر بھی بھیجیں تو اس کے ساتھ وہی بدتمیزی کا سلوک ہوگا بلکہ بعض دفعہ نسبتاً سخت امیر کے سامنے یہ لوگ جھک جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس نیت سے سخت امیر مقرر کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ لوگ نیکی اور شفقت اور رحمت کی زبان سے بالکل نابلد ہو جاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں یہ زبان ہوتی کیا ہے۔ وہ دوسری زبان کسی حد تک سمجھتے ہیں۔ کوئی مضبوط امیر ہو جو بدتمیزیاں برداشت نہ کرے اور آگے سے اسی طرح دوٹوک جواب دے سکے تو وہ ماحول تو نہیں ہے جو اسلامی ماحول ہے اس کو تو میں ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ مگر بیماروں کی دنیا میں صحت مند قانون چلا بھی تو نہیں کرتے۔ وہاں پھر یہ مضمون صادق آتا ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ روح ہی بد ہے تو فرشتے بھی تو ویسے ہی سخت گیر ہوں گے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو جہنم کے تعلق میں بیان فرمایا ہے۔ کہتا ہے جہنم کے فرشتے بھی بڑے سخت گیر ہیں۔ کوئی رحم نہیں جانتے۔ وہ جہنمی چیختے چلاتے رہتے ہیں کہ اے جہنم کے داروغے ہمارے لئے خدا سے کچھ مانگ۔ وہ کہتا ہے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ان کی سخت گیری جو ہے وہ اٹل ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ تو جیسی روح ویسے فرشتے کا مضمون محض محاورہ نہیں۔ قرآن سے ثابت ہے کہ جیسے جیسے لوگ ہوں ویسے ویسے ہی فرشتے ان پر مسلط کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مرتے وقت کے فرشتے آتے ہیں۔ جو نیک لوگوں کے فرشتے ہیں وہ ان کے لئے آسانیاں پیدا کر رہے ہیں ان کو محبت اور پیار سے تیار کرتے ہیں اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کے لئے اور خوشخبریاں دیتے ہیں کہ تم ایک تکلیف کے مقام سے ایک آرام کے مقام کی طرف منتقل ہو رہے ہو اور جو سخت گیر فرشتے ہیں وہ ان لوگوں پر آتے ہیں جو ظالم ہیں۔ ساری عمر انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کئے ہوں۔ ان کو کہتے ہیں خود اپنی جانیں نکال کر باہر لاؤ۔ اب اس قسم

کا سخت منظر ہے کہ اس کو قرآن کریم میں پڑھتے ہوئے انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تو اس لئے یہ کہنا کہ بعض دفعہ لوگ سخت گیر مزاج کے مستحق ہوجاتے ہیں یہ قرآنی مضامین سے مختلف نہیں۔مگر اسے مثالی ماحول بہرحال نہیں کہا جاسکتا۔

مثالی ماحول تو وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوا اور آپؐ نے اپنی تمام زندگی میں اطاعت کو قائم کرنے میں جو نمونے دکھائے ہیں ان نمونوں کی پیروی کررہا ہو۔اگر سو فیصدی نہیں تو کوشش ضرور ہو کہ ویسے نمونے پیدا ہوں۔ جہاں یہ صورت حال ہو وہاں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں یہ خوبی ہے کہ وہ پھر اپنی جان بھی ایسے امیروں پہ نچھاور کرنے لگتی ہے۔صدر ہو خدام الاحمدیہ کا، قائد ہو، زعیم ہو ان سب سے قطع نظر اس کے کہ ان کا کوئی رشتہ کوئی دوستی کا تعلق، کچھ مزاج میں ہم آہنگی ہے کہ نہیں وہ لوگ گہری محبت کا سلوک کرتے ہیں۔ان کا خیال رکھتے ہیں۔ان کی ہر بات کو قبول کرکے ہر پہلو سے اس پر عمل درآمد کی کوشش کرتے ہیں۔

پس اس پہلو سے جماعت کی تاریخ میں بہت سی بڑی بڑی جماعتوں کی ایسی مثالیں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کسی ایک امیر نے ایسا سلوک کیا تو آج تک ان جماعتوں کو اسی امیر کا فیض نصیب ہورہا ہے اور اس کی نیکیوں کا پھل آج تک کھا رہے ہیں۔اس کے لئے دعائیں نہ کریں تو ان کی بے پرواہی ہے، ناشکری ہے۔مگر جو شخص نیک روایات پیچھے چھوڑ جائے، جس نے عرق ریزی کے ساتھ اور اپنا خون بہا کر محنت کرکے وہ پاکیزہ ماحول بنایا ہو جو بہترین اسلامی ماحول ہے جس میں امیر اپنے ماتحتوں پر فدا اور ماتحت اپنے امیر پر فدا، اس کی رضا پر نظر رکھنے والے ہوں یہ ماحول پھر بعض دفعہ نسلاً بعد نسلٍ ان لوگوں پر احسان کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض شریر اس کو بدلنے کی کوشش کریں، اس کے مزاج کو بگاڑ دیں۔پس یہ وہ باریک باتیں ہیں جن میں سے ہر بات پر نظر رکھنی ہوگی۔

جماعت کو سمجھنا چاہئے کہ ہمارا دائرہ اختیار کیا ہے۔ اطاعت کہتے کس کو ہیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اطاعت تو اصل وہ ہے کہ مرضی کے خلاف ہو اور جان کی قربانی پیش کرنی پڑے۔امیر،

بحیثیت امیر جماعت کے تصور میں نہیں وہ بھی، جو بھی جس کو خدا نے کسی حکم پر فائز فرمایا ہو، جس دائرے میں بھی ہو، اس سے اگر غلطی بھی ہوجاتی ہے تو اس غلطی کو نظر انداز کر کے اپنے اطاعت کے فرائض میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہونے دیں اور اس مضمون کو یاد رکھیں کہ میں اپنی جان، مال، عزت اور وقت کو قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ یہ اطاعت کا وہ مضمون ہے جس کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس عہد کی صورت میں ہمیں سمجھایا کہ اطاعت محض خشک اطاعت کا نام نہیں ہے کہ مرضی کی بات ہو تو اطاعت کرو، جہاں تکلیفیں اور آزمائشیں سامنے آئیں وہاں اطاعت سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ جان، مال عزت اور وقت کو قربان کرنے کے لئے تیار رہوں گا۔ بعض لوگوں کو تو میں نے دیکھا ہے کہ یہ بھی لکھتے ہیں اس امیر نے لمبی باتیں کیں، ہمارا وقت ضائع کیا۔ فلاں بات کی ہمارا وقت ضائع کردیا۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو میرا فرض ہے کہ اس امیر کو سمجھاؤں اور اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو وہ سرزنش کا سزاوار ہو گیا ہے لیکن آپ کا یہ کام نہیں کہ امیر پر روزمرہ اٹھ کر ایسی باتیں کریں تم مجلسوں میں لمبی باتیں کرتے ہو ہمارا وقت ضائع کرتے ہو، بلایا ہے کوئی خاص بات بھی نہیں تھی۔ یہ دل کی بدتمیزیاں ہیں۔ ان کو حقوق قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ماتحت کے حقوق ہیں۔ ماتحت کا حق ہے تو امیر پر ہے کہ ان کے حقوق کا خیال رکھے لیکن ماتحت اس قسم کی باتیں خود نہیں کہا کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے غلاموں کا اتنا خیال تھا کہ نماز سے بڑھ کر اور کون سا لمحہ ہے جو آپ کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہو مگر ایک بچے کے رونے کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز چھوٹی کرنے پر مجبور کردیتی تھی۔ اس خیال سے کہ اس کی دردناک آواز اس کی ماں کے دل پر کیا اثر کرتی ہوگی نماز جلدی ختم کردی لیکن کہیں ہم نے نہیں سنا کہ مائیں چیخ اٹھی ہوں کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے نمازوں کی فکر پڑی ہوئی ہے ہمارے بچے رو رہے ہیں اور تجھے پرواہ ہی کوئی نہیں۔ یہ جہالت تھی اگر ہوتی۔ لیکن یہ شانِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ایسا موقع آنے کا سوال ہی نہیں پیدا کبھی ہوا۔ وہ شخص جو دوسروں سے بڑھ کر ان کی تکلیفوں کا خیال رکھتا ہو اس کے اوپر جائز حملہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ تم نے بے پرواہی کی ہے اور اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی کسی مسلمان

کو یہ کہنے کا حق نہیں ملا کہ آپ نے ہم سے بے پرواہی کی اس کے نتیجے میں ہم سے یہ واقعہ ہو گیا کیونکہ آپؐ سب کی ضرورتوں پر اپنی ضرورتوں کو قربان کر دیا کرتے تھے اور اس حد تک کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ انسان میں اتنی طاقت کیسے ہے، ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

بعض دفعہ بعض چیزیں اچھی بھی لگتی ہیں لیکن انسان اس حد تک ان پر عمل کر ہی نہیں سکتا جب تک اس کے سارے نظام کے اندر ،اس کے اندرونی نظام کے اندر گہری تبدیلیاں واقع نہ ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض کردار ایسے ہیں جن کو دیکھ کر ان کی عظمت کی وجہ سے سر سے ٹوپی گرتی ہے، اتنے بلند ہیں۔ مکارم الاخلاق پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فائز کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ بھی درست ہے کہ ہم پر لازم ہے کہ ان کی پیروی کریں لیکن یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ کیا تھا تم نے تو بالکل ویسا نہیں کر کے دکھایا۔ اخلاق کے مضمون میں اور انصاف کے مضمون میں ایک فرق ہے۔ انصاف کے تقاضے اگر امیر پورا نہیں کرے گا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کو پکڑوں لیکن قربانی کے وہ نمونے نہ دکھا سکے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دکھائے ہیں تو صرف یہ نظر ہوگی کہ کوشش کرتا ہے کہ نہیں۔ اسے نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ تم یہ بھی تو کر سکتے تھے۔ اس طرح بھی دل جیت سکتے تھے۔ یہ قربانی ،اس قربانی کا مظاہرہ کر سکتے تھے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے سرزنش کی جائے اور سختی کی جائے کیونکہ دو الگ الگ مضمون ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف فرائض کی دنیا تک نہیں رہے۔ آپؐ کا قدم احسان کی طرف بلند ہوا ہے اور احسان سے ایتاء ذی القربیٰ میں جا کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بلندیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہماری نظر کی رسائی سے بھی آگے نکل چکا ہے۔ اس لئے ہر ایسی کوشش جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے وہ بھی تجزیہ کے لحاظ سے مختلف مراتب رکھتی ہے۔ بعض جگہ وہ کوشش فرض میں داخل ہے۔ بعض جگہ وہ کوشش نوافل میں داخل ہے۔ لیکن نوافل کہہ کہ اسے نظر انداز کرنے والا بھی فرض کو نظر انداز کر رہا ہے۔ اب بظاہر اس بات میں تضاد ہے لیکن کوئی تضاد نہیں ہے۔ ایک فرائض کی دنیا ہے اس میں امیر کا فرض ہے کہ ان سب تقاضوں کو پورا کرے جو امیر کے اوپر لازماً عائد

ہوتے ہیں اور جماعت سے ایک خاص رنگ کا سلوک جس کی تفصیل میں آپ کو بتاؤں گا اس طرح وہ سلوک کرے اور کسی سے کوئی امتیاز نہ کرے لیکن کس حد تک وہ ان کی بدتمیزیوں کو برداشت کرے گا، کس حد تک ان کے دکھوں پر شکوہ نہ کرتے ہوئے دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ان کی مدد چاہے یہ وہ احسان والا مضمون ہے جس کے متعلق ہر شخص کے اپنے اپنے حالات ہیں، اپنی اپنی صلاحیتیں ہیں۔ ان صلاحیتوں کے علاوہ ہر شخص کا پس منظر الگ الگ ہے، اس کا خاندان الگ الگ ہے۔ جس خاندان میں وہ پل کر بڑا ہوا ہے اس کے روزمرہ کے معاملات کے طریق اس پر اثر انداز ہیں، اس کی طبیعت پر ایک چھاپ لگ گئی ہے۔ یہ خیال کر لینا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کا حوالہ دے کر اچانک اس کو نرم رُو بنا دو گے یہ ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ میں چونکہ سخت رُو ہوں اور میں نے اپنے ماں باپ سے یہ سختیاں سیکھی ہوئی ہیں اس لئے مجھے حوالہ نہ دو سنت کا یہ اس کی فرض ناشناسی ہوگی بلکہ گستاخی اور بدتمیزی ہوگی۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ ہاں میں نے سن لیا، میں ادب کرتا ہوں، احترام کرتا ہوں جو تم نے حوالہ دیا ہے بہت بڑا ہے۔ میری مجال نہیں ہے کہ اس کے خلاف کچھ کہہ سکوں مگر تم بھی دعا کرو میں بھی کوشش کروں گا کہ آئندہ اس پہلو سے بہتر نمونہ دکھا سکوں۔

پس جو فرائض جس جس پر عائد ہوتے ہیں، جو جو حسن واحسان کے تقاضے جس جس پر عائد ہوتے ہیں ان کی کوشش کرنا اور دیانتداری سے کوشش کرنا نظام جماعت کی حفاظت کے لئے اور اس کے استحکام کے علاوہ اس کی بقاء اور ہمیشہ ہمیش جاری رکھنے کے لئے بڑا ضروری ہے، بہت ضروری ہے۔ یہ باریک پہلو ہیں جن کے اندر نظام جماعت کی جان مضمر ہے۔ ان باریک پہلوؤں سے نظر اٹھائیں گے تو اسی حد تک نظام جماعت بیمار پڑنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے اندر ایسی کمزوریوں کی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی جو رفتہ رفتہ پھر ایسے نظاموں کو پارہ پارہ کر دیا کرتی ہیں۔ تو میں جن باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلا رہا ہوں ان کو معمولی نہ سمجھیں۔ میری نظر آئندہ لمبے عرصے تک ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ جماعت احمدیہ ان اعلیٰ اخلاق پر اور ان اقدار پر اتنی مضبوطی سے قائم ہو جائے کم سے کم

ان اقدار پر جو نظام جماعت کے لئے لازم ہیں کہ پھر ہم اطمینان کی حالت میں اپنی جانیں خدا کے حضور سپرد کرسکیں۔ہم کہہ سکیں کہ اے خدا جہاں تک ہم میں طاقت تھی، جہاں تک کوشش تھی ہم نے تیرے نظام کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی زندگیوں کی قربانیاں پیش کردی ہیں۔اور ہم خوشی سے تیرے حضور آرہے ہیں یہ کہتے ہوئے، جانتے ہوئے کہ یہ جماعت اب ایک نسل میں تباہ ہونے والی جماعت نہیں رہی۔نسلاً بعد نسلٍ ان کی خوبیاں تیرے قائم کردہ آسمانی نظام کی حفاظت کے لئے ہمیشہ قربانیاں پیش کرتی رہیں گی۔ یہ وہ روح اور جذبہ ہے جس کی خاطر میں آپ کو یہ باتیں سمجھاتا ہوں اور ان کی آزمائش کا وقت آپ پر روازنہ آتا ہے اور اس وقت اگر آپ بیدار مغزی سے اپنے حالات کا جائزہ لیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ آپ کتنی دفعہ کامیاب ہوئے ہیں، کتنی دفعہ ناکام ہوئے ہیں تو اس وقت تک آپ کو یہ باتیں سننے کے باوجود بھی عمل کی توفیق نہیں مل سکتی۔ روزمرہ اپنی زندگی کے حالات میں ان کو جاری کرکے دیکھیں۔

اب میں واپس آتا ہوں امیر کی ذمہ داریوں کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے۔ جہاں تک امیر کے فرائض کا تعلق ہے اس پر لازم ہے کہ وہ سب سے یکساں ہوجائے اور سب سے یکساں ہونے کے لئے ایک اور اس میں خوبی پیدا ہونا ضروری ہے کہ وہ چند لوگوں کو اپنے اوپر قبضہ نہ کرنے دے۔ یہ فطری کمزوری کا رُجحان ہے جو ہمیں دنیا میں ہر نظام میں ملتا ہے جو بالآخر اس نظام کو تباہ برباد کرکے رکھ دیتا ہے۔بھٹو صاحب جب برسرِ اقتدار آنے والے تھے اور ان کی مجلس لگی ہوئی تھی ایک ہوٹل میں تو میرا چونکہ ان کے ساتھ آنا جانا تھا،تعلقات تھے، میں بھی ان کو مبارک باد دینے گیا۔تو انہوں نے مجھے یہ کہا کہ ملتے رہا کرو آئندہ بھی۔مطلب یہ تھا کہ اب میں حکومت میں آ گیا ہوں لیکن یہ مطلب نہیں کہ میں اپنے تعلقات کو اس وجہ سے قربان کردوں کہ میں کوئی بڑا آدمی بن گیا ہوں۔شاید ان کے ذہن میں یہ تھا یا کچھ اور بات ہوگی۔ میں نے ان سے کہا کہ میں تو آئندہ ملنے جلنے کا وعدہ لینے کے لئے نہیں آیا۔ یہ بتانے آیا ہوں کہ اب ملنا جلنا ختم ہوگیا ہے۔اچانک ساری مجلس پر ایک سناٹا سا چھا گیا کہ کیسی عجیب بات کر گیا ہے یہ اور بھٹو صاحب نے ایک دم سب باتیں

چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہو کے سوال کیا، کیا؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔ یہ کہنے آئے ہو کہ اب تم مجھ سے ملنا جلنا بند کر دو گے۔ میں نے کہا ہاں میں یہی کہنے آ رہا ہوں۔ کہتے ہیں کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا مطلب یہ ہے کہ میں نے سیاست کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوا ہے اور مشہور جو بڑی بڑی شخصیتیں ہیں ان پر میری نظر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اچھے سے اچھا سیاست دان بھی نیک سے نیک نیتیں لے کے بھی جب اوپر آتا ہے تو اس کے اردگرد جو جھوٹی تعریفیں کرنے والے اس کی طاقت میں Share کرنے کی خاطر، اس میں حصہ ڈالنے کی خاطر اس سے چمٹ جاتے ہیں جیسے مکھی گڑ پہ بیٹھ جائے آ کے۔ وہ ہیں جو اس گڑ کو ناپاک کر دیتے ہیں پھر اور بڑے بڑے سیاست دان جو بڑی نیک اور پاک نیتیں لے کے آئے تھے جب طاقت پر قابض ہوئے تو ان ظالموں نے جو اردگرد اکٹھے ہو جاتے ہیں انہوں نے ان کو خراب کر دیا اور میں جھوٹی تعریف لے کر کبھی کسی سے نہیں مل سکتا اور سچی بات پھر حاکم کو بری لگتی ہے اور سیاست دان برداشت کر لیتا ہے جب تک وہ حاکم نہ ہو۔ اب آپ صرف سیاست دان ہی نہیں رہے آپ حاکم ہو گئے ہیں اور میں وہی ہوں مجھ پر کوئی تبدیلی نہیں۔ نہ مجھے آپ سے کوئی حرص، نہ کوئی لالچ اور ملنا نہ ملنا اس پہلو سے برابر ہے۔ تو مجھے خطرہ ہے کہ اب میں ملا اور میں نے سچی باتیں کیں تو پھر آپ کو تکلیف پہنچے گی تو بعد میں جو تعلق توڑنے ہیں ابھی کیوں نہ توڑ لئے جائیں۔ یہ باقی جو باتیں ہیں اس کو میں چھوڑتا ہوں۔

میں مثال دے رہا ہوں کہ یہ جو مضمون ہے کہ ایک صاحب اقتدار کو لوگ گھیرے میں لے لیتے ہیں یہ ایک دائمی مضمون ہے۔ تمام دنیا کی تاریخ پر اس کا برابر اطلاق ہوتا ہے اور اس تاریخ کا محض سیاست سے تعلق نہیں۔ اقتصادیات سے بھی تعلق ہے اور دوسرے انسانی زندگی کے دائروں سے بھی تعلق ہے۔ جہاں کسی آدمی کو بڑا ہوتے دیکھیں وہاں پرانے رشتے یاد آ جاتے ہیں۔ پرانے تعلقات کے حوالے سے انسان اس کے گرد اکٹھا ایک جمگھٹ شروع کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ مجھے یاد ہے مجھے اس پہ ہنسی بھی بہت آئی مگر واقعہ ہے جو انسانی فطرت کی کمزوری کو ظاہر کرنے کے لئے دلچسپ ہے۔ ایک احمد نگر کی خاتون تھیں ان کے بیٹے نے ذکر کیا کہ ضیاء الحق صاحب کا یہ

حال ہے دیکھو ذرا اخلاق۔ میری ماں نے فون کیا تو فون ہی نہیں اٹھایا اس پہ اور ہونے ہی نہیں دیا حالانکہ وہ بھی ارائیں ہم بھی ارائیں۔ اب ارائیں کا رشتہ اور وہ بھی جالندھر کے یہ بھی جالندھر کے تھے یہ اتنا پکا ہو گیا کہ پہلے ساری عمر تو ضیاء کا خیال نہیں آیا ان کو، وہ حکومت پہ آیا تو ارائیت جاگ اٹھی اور اس خیال سے اس کے گرد اکٹھے ہونے لگ گئے۔

یہ گرد اکٹھے ہونے والے بعض دفعہ بہت ہی خطرناک نتیجے پیدا کرتے ہیں اور جماعت میں یہ نہیں ہونے دینا چاہئے کسی قیمت پر بھی۔ اگر آپ کے گرد کچھ لوگوں نے ایسا گھیراؤ کر لیا جو آپ کو جماعت سے الگ کر دیں ان معنوں میں کہ جماعت کے تمام تاثرات ان سے فلٹر ہو کر آپ تک پہنچیں اور براہ راست جماعت میں یہ اعتماد نہ رہے کہ آپ ان کے اسی طرح برابر ہیں اور ان کے خلاف اسی طرح بات سننے کے لئے تیار ہیں جیسے ان کی بات سنتے ہیں تو پھر آپ کی امارت اسی حد تک کمزور پڑ جائے گی۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کچھ لوگوں نے جنہوں نے خدمتیں کرنی ہیں انہوں نے اکٹھے ہونا ہی ہونا ہے لیکن اب یہ آپ کا کام ہے کس کو اکٹھے کرنا ہے۔ کس کو اکٹھے اپنے گرد جمع نہیں ہونے دینا اور اگر ہوتے ہیں تو اس کو اپنے مرتبے اور مقام پہ رکھیں۔ ان کی مجال نہیں ہونی چاہئے کہ آپ کے ان معاملات میں دخل انداز ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد فرائض منصبی کے طور پر کئے ہیں۔ ایسی صورتوں میں صرف یہ جماعت کے دوسرے افراد کا تعلق نہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ بیویوں کے زیر اثر آجاتے ہیں اور فرائض ہیں امارت کے یا صدارت کے اور بیوی کے جو تعلقات ہیں دوسری عورتوں سے وہ تعلقات اس کے فرائض منصبی پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ یہ بتاتی ہے فلاں جو عورت ہے نا اس کا خاوند تو بہت بے ہودہ ہے اور وہ ایسا ہے یا فلاں عورت جو ہے وہ بیچ میں سے آپ کو پسند نہیں کرتی۔ فلاں ماحول میں یہ باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ کچے کانوں والا خاوند، وہ زنخوں کی طرح اپنے فیصلے پر چلنے کی بجائے اپنی بیوی کے تابع چلتا ہے جب کہ یہ دلداری اور اخلاق نہیں ہیں۔ یہ بزدلی اور نامردی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ نظام جماعت سے بے وفائی ہے۔ کسی عورت کا کوئی کام نہیں ہے کہ جس

منصب پر اس کا خاوند فائز ہوا ہے اس منصب سے تعلق میں کسی طرح بھی اس پر اثر انداز ہو۔سوائے مغفرت رحم اور شفقت کے۔ یہ الگ مضمون ہے۔شفقت اور رحمت اور مغفرت کی استدعا کرنا یہ تو بالکل اور بات ہے مگر پولیٹیکل Issue بنا لینا اس کو کہ چونکہ میرا خاوند ایک مامور ہے کسی منصب پر اس لئے میں اس کو بتاؤں کہ فلاں اچھا ہے، فلاں برا ہے، فلاں یوں کرتا ہے، فلاں یوں کرتا ہے۔ یہ باتیں بالکل ناجائز ہیں، کسی قیمت پر قبول نہیں ہونی چاہئیں۔

اس پہلو سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ میں نے جو اپنی بیوی سے تعلق رکھا ہمیشہ صرف ایک دفعہ ایک واقعہ ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے کچھ ناراضگی کا اظہار کیا مجھ پر تو میری بیوی کے دل پہ چوٹ لگی تو اس نے کچھ لفظ کہے۔اس دن میں نے ان کو کہہ دیا کہ آج کے بعد پھر یہ نہیں ہوگا۔کبھی ہوا تو تم سے کاٹا جاؤں گا اور خلیفۂ وقت کا ہو کے رہوں گا۔ چاہے وہ مجھے جوتیاں ماریں چاہے مجھے غلام رکھیں مجھے تمہاری محبت پسند نہیں ہے اس غلامی کے بدلے جس پر تمہارے الفاظ کا منفی اثر میں نے دیکھا ہے۔ وہ دن اور موت کا دن ایک دفعہ بھی کبھی ساری عمر انہوں نے میرے فرائض کے تعلق میں کبھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میں صدر خدام الاحمدیہ رہا، میں وقف جدید میں رہا، میں انصار اللہ میں بھی رہا اشارۃً یا کنایۃً بھی انہوں نے مجھے کبھی کوئی بات نہیں کہی اور یہی حال ہمارے گھر کے ماحول کا تھا ہمارے نوکروں، ہمارے بچوں کا۔

بعض دفعہ لوگ ایسے بے وقوف ہیں اور ایسے کچی فطرت کے لوگ ہوتے ہیں، کچی عادتوں کے، کہ وہ اپنی عادتیں دوسرے کی طرف اس طرح منتقل کر دیتے ہیں۔ایک لکھنے والے نے مجھے لکھا کہ وہ جو ساری عمر آپ کے گھر نوکر رہی ہے وہ آپ کے اوپر چونکہ اثر انداز ہو جاتی ہے باتیں کر کے اس لئے آپ نے بعضوں کے متعلق اچھی رائے قائم کر لی ہے بعضوں کے متعلق نہیں۔ اس بے چاری کا تو یہ حال ہے کہ اس کے داماد کو میں نے جماعت سے خارج کیا اور مجال نہیں کہ اشارۃً بھی کبھی کوئی زبان پہ حرف لائی ہو۔وہ جانتی ہے اس کی تربیت میرے گھر میں ہوئی ہے اس کو پتہ ہے کہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جماعتی معاملات میں اسے زبان کھولنے کی اجازت دی جائے

گی۔ پس یہ میں اس لئے مثالیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ میں ان تجربوں سے گزرا ہوا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کوششیں ہوتی ہیں اور مہلک ہوتی ہیں اور جو لوگ پھر قریبی بن جائیں، مصاحب بن کے رہیں جماعت میں، وہ سارے تقویٰ کا نظام بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں کیونکہ پھر لوگوں کی نظر اللہ پر نہیں بلکہ ان کو خوش کرنے پر ہوتی ہے۔ یہ کوئی معمولی مصیبت نہیں ہے یہ تو ایک عذاب ہے جو امیر یا عہدیدار اگر وہ لوگوں کی باتوں میں آئے اور لوگوں کی باتیں سنے۔ یہ درست ہے کہ اگر نہ بھی سنیں گے تو الزام تو لگنے ہی ہیں جیسا کہ میں نے اپنے متعلق بتایا ہے الزام لگانے والے نے لگا دیا۔ مگر اس الزام تراشی سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی الگ نہیں رکھا گیا، میری کیا حیثیت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی لوگ بدتمیزی سے زبانیں دراز کرتے ہیں اذن ہے یہ تو۔ یہ تو کان ہے لوگوں کی باتیں سنتا، ان پر عمل کرتا۔ فرمایا أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ أُذُنُ تو ہے مگر اچھی باتوں کا اذن ہے۔ جہاں تمہاری بھلائی دیکھتا ہے اس کا کان جھک جاتا ہے اس طرف قبول کر لیتا ہے۔ جہاں برائی کا سوال ہے وہاں سوال ہی نہیں، ہرگز ممکن نہیں کہ آپ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذن کہہ سکیں کسی پہلو سے بھی۔ ہر بات کی تحقیق کرتا ہے، جائزہ لیتا ہے، انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے، پھر تسلیم کرتا ہے ورنہ سنی سنائی باتوں کو نہیں مانتا۔ تو خیر کے حق میں سنی سنائی بھی قبول کر لیتا ہے۔ جہاں بھلائی پہنچنی ہو وہاں ضروری نہیں کہ پہلے سو فیصدی ثابت ہو جائے کہ اتنا اچھا ہے اس لئے اس کو انعام دیا جائے۔ کسی نے اچھا کہا تو انعام کے لئے طبیعت کھل گئی اور انعام کا سلسلہ جاری بھی ہو گیا۔ یہ اذن خیر ہے۔ کسی نے کسی کی بھلائی کی اچھی بات کہی تو فوراً دل پر قبول کر لیا کیونکہ اس سے پہلے ہی محبت ہے اور تعلق ہے۔ یہ نظام جو ہے اذن کا یہ مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں انسانی زندگی میں جاری ہے۔

تو بعض لوگ اذن سیئہ ہوتے ہیں اذن خیر کی بجائے۔ یعنی برائی کے کان ہو جاتے ہیں اور بھلائی کے کان نہیں رہتے۔ ایسے لوگوں کو پھر جتنی بھی آپ برائیاں پہنچائیں گے وہ قبول کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ برائی کی بات سننا ان کا چسکا بن جاتا ہے اور اس عادت نے محض نظام

پر بعض دفعہ برے اثر نہیں ڈالے بلکہ اکثر گھروں کے امن کی تباہی کی یہی وجہ بنتی ہے۔ اگر گھر کے بڑے، خاوند یا بیوی یا ساس یا سسر یا ماں باپ جس حیثیت سے بھی آپ ان کو دیکھیں ان کے اندر یہ عادت ہو کہ برائی سنیں اور اسے قبول کریں اور اسے قبول کرنے میں لطف اٹھائیں اور یہ سمجھیں کہ اب ہمیں فلاں کے خلاف ایک بات ہاتھ آ گئی ہے۔ یہ جو ہاتھ آنے والا مسئلہ ہے اور یہ مزہ کہ ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ فلاں میں کیا برائی ہے یہی انسانی زندگی میں ایک تباہی مچا دیتی ہے انسانی زندگی کا امن لوٹ لیتی ہے۔ مگر نظام جماعت میں تو اگر داخل ہوگی تو اس کے بہت ہی بد اثر پیدا ہوں گے اور دیر تک، دور تک اس کے اثرات جائیں گے۔ اس لئے ہم نے اگر نظام جماعت کی حفاظت کرنی ہے تو ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا۔

کسی امیر کو زیب نہیں دیتا کہ وہ چند لوگوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جائے یا چند لوگوں کے گھیرے میں اس طرح دکھائی دے کہ دوسری باقی جماعتوں پر یہ تاثر ہو کہ یہ ہم سے الگ ہو گیا ہے اور ان کی باتیں سنتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر میرا تجربہ ہے کہ لوگ پھر امیر کو نہیں ان لوگوں کو باتیں سناتے ہیں اور ان سے تعلقات بڑھاتے ہیں ان کی خدمت میں تحائف پیش کرتے ہیں اپنی جہالت کی وجہ سے کہ اس کو خوش رکھیں گے تو ہماری باتیں ہوں گی۔ تو تقویٰ کہاں باقی رہا؟ تقویٰ تو خدا کو خوش کرنے کا نام ہے اور ایسی صورت میں فیصلے سارے ہی غلط ہوتے ہیں اور اس مزاج کے لوگ اگر امیر کو براہ راست خوش کرنے کی کوشش کریں گے وہ بھی تقویٰ سے خالی بات ہوگی کیونکہ ان کو پتہ نہیں کہ امیر کا مزاج اور خدا کا مزاج ہم آہنگ ہیں۔ اگر ہم آہنگ ہوں تو کوئی خطرہ نہیں لیکن اگر امیر کے مزاج پر ان کی نظر ہے اور وہ صحیح جانتے بھی نہیں کہ امیر کا مزاج ہے کیسا تو اس مزاج کو دیکھ کر فیصلے کرتے ہیں بسا اوقات وہ اللہ کی رضا کے خلاف ہوتے ہیں اور امیر کو خوش کرنے کی خاطر خدا کو ناراض اور بعض دفعہ امیر کو بھی ناراض کرتے ہیں کیونکہ امیر کا مزاج غلط سمجھے ہوتے ہیں۔ اپنی ٹیڑھی سوچ کو ایک بچارے امیر کی طرف منسوب کر دیا اور پھر اس سوچ کی خدمت کرتے ہوئے، اس کی مطابعت کرتے ہوئے غلط کام کر بیٹھے اور جب ناراضگی ہوئی تو پھر ان کے لئے اور مصیبت اور

ٹھوکر کا موجب۔

تو یہ جو میں عمومی حوالے دے رہا ہوں یہ فرضی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو بات بھی میں کہہ رہا ہوں اس کے پیچھے ایک تاریخ ہے۔ میرے سامنے لمبے ذاتی تجارب ہیں اور ہر بات کے پیچھے ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔ اپنی بات میں نے ذاتی تجربے کے طور پر تو بیان کردی مگر اب سب کا حال کھولنا اس لئے بھی مناسب نہیں کہ بعض باتیں جب میں بیان کروں گا تو آپ میں سے بعض جماعتوں کے لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ یہ فلاں کے متعلق بات ہو رہی ہے، یہ فلاں کہ متعلق بات ہو رہی ہے۔ پھر اور بھی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مگر تقویٰ کو فوقیت دیں اور امیر کا یہ فرض ہے کہ ایسے تاثرات کو اپنے سے زائل کرنے کی کوشش کرے اگر اس میں کچھ بھی جواز ہے اور اگر جواز نہیں ہے تو پھر بھی ظالم لوگ تو ایسی باتیں کرتے ہی رہتے ہیں پھر اس کا فرض ہے مستغنی ہو جائے اور یہ ایک دوسری صفت ہے جو امیر میں ہونی ضروری ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس صفت کو بڑے پیار کے ساتھ نہ صرف قبول فرمایا بلکہ اسے فروغ دینے کے لئے قرآن کریم میں آپ کے اس مزاج کو صاد فرما دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جو بہت ظالمانہ بہتان لگا ہے۔ اس بہتان کے تعلق میں سب سے زیادہ صدمہ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھا لیکن آپؐ نے اس ذاتی صدمے کی وجہ سے ان ظالموں سے خیر کے سلوک کو بند نہیں کیا، نہ پسند کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق روایت ہے آپؓ نے بعض ایسے لوگوں سے جو اس ظلم میں بالواسطہ شریک ہو گئے تھے احسان کا سلوک بند کردیا، جو خدمت کیا کرتے تھے ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اس سے ہاتھ روکا تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ انسانی ضرورتیں اور محتاجیاں الگ مسئلہ ہے۔ اس وجہ سے ایسا فعل نہ کرو۔ تو دیکھیں قرآنی تعلیم سنت محمدیہؐ میں ڈھل کر کیسے عظیم نمونے پیدا کر رہی ہے جن کی کوئی تصویر سارے جہان میں نیکوں کے اندر بھی دکھائی نہیں دیتی۔ بہت باریک لطائف ہیں جو محمد رسول اللہؐ کے اعلیٰ کردار کی باتیں، جو نظام جماعت سے تعلق رکھنے

والی باتیں ہیں صرف ان پر میں کہتا ہوں اگر نظر رکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔

خدا تعالیٰ بار بار بیان فرما رہا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے، دھوکے باز ہے، قسمیں کھاتا ہے تجھ پر ایمان لایا مگر نہیں لایا۔ مگر اس کے باوجود آنحضرتؐ اپنے روزمرہ کے کردار میں اور اپنے نظام کے فرائض کی ادائیگی کے تعلق میں ان سے قطعاً ادنیٰ بھی ناانصافی کا سلوک نہیں کرتے۔ یہ خدا نے راز کی بات بتائی ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے جس پر جس کا عیب چاہے کھول دے۔ مگر جہاں تک دنیا کے تقاضے ہیں اس علم کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے تھے کہ جب تک انصاف کے پورے تقاضے انسانی سطح پر پورے نہ ہوں کوئی قانونی ردعمل دکھانے کا حق نہیں ہے۔ کچھ مزاج ہی ایسا تھا مگر مزاج کے علاوہ بھی عدل کے اعلیٰ مضامین کو اور اعلیٰ اصولوں کو جس باریکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمجھتے تھے دنیا میں کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ پس اس پہلو سے آپ کا جو نمونہ ہے وہ یہاں بھی تو جاری ہونا چاہئے۔

اب بعض لوگ امیر کے متعلق بعض باتیں کہتے ہیں اور وہ اس حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے متعلق پہلا ردعمل تو یہ ہونا چاہئے کہ اگر اس نے واقعی سنجیدگی سے بات کو لینا ہے تو فرض ہے کہ وہ تحقیق کرائے اور پوری تحقیق انصاف سے کروائے۔ اس وقت تک جب تک تحقیق نہ ہوا ایسے شخص سے اپنے تعلقات میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی پیدا نہ کرے اور اگر تحقیق کروالے تو پھر یہ دیکھے کہ کس حد تک اس میں عفو کا حوصلہ ہے، مغفرت کا حوصلہ ہے اور یہ دیکھے کہ کس حد تک عفو اور مغفرت ان کی اصلاح کا موجب بن سکتے ہیں۔ تو پھر اپنے عفو اور مغفرت کی جھولی میں ہاتھ ڈالے اور ان سے وہ احسان کا سلوک کرے جو ان کی اصلاح کا موجب ہوسکتا ہے۔ اس طرح جو بگڑے تگڑے جیسے کہتے ہیں محاورے میں، بگڑے تگڑے لوگ جو ہیں وہ بھی ٹھیک ہونے لگتے ہیں اور دن بدن سرکشوں اور بدوں کے دائرے تنگ ہونے لگتے ہیں اور یہ نہ ہو تو پھر ان کے دائرے رفتہ رفتہ بڑھنے لگ جاتے ہیں۔

اور یہی ہے جو مجھے فکر لاحق ہے کہ امارت کے حقوق ادا کرنے کی طرف تو میں نے جماعت کو توجہ دلائی اگر امیر کو اپنے حقوق ادا کرنے کی طرف تفصیل سے توجہ نہ دلائی تو جماعت میرے تعلق

میں اس اعلیٰ تقویٰ پر قائم ہو تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اور قرآن کے فرمان کے پیش نظر عمل درآمد کرے گی بھی تو اس میں جان نہیں ہوگی۔ سچی جان پڑ ہی نہیں سکتی اور پھر اس حالت کو کوئی بقا نصیب نہیں ہو سکتی۔ کوئی ایسا وقت آ سکتا ہے بیماری کا جیسے موسم بدلیں تو بعض بیماریاں سر اٹھا لیتی ہیں۔ کوئی ایسے حادثے پیش ہو سکتے ہیں ایسی جماعتوں میں کہ جہاں دبی ہوئی ناانصافی کے احساس اس وقت سر اٹھا لیں اور ایک باغیانہ رجحان پیدا ہو جائے۔ تو بعض کمزوریاں ایسی ہیں جن کے بیج بعض دفعہ باقی رہتے ہیں اور بیج ان کے کلیتہً مٹائے جا ہی نہیں سکتے۔ اصل میں صرف دیکھنا یہ ہے کہ بیج نشو و نما پا کر بڑھ رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں یا پھیلے ہوئے سکڑنے لگ گئے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے تنے تک آ گئے اور تنے سے بھی ٹوٹ کر، مرجھا کر پھر وہ جڑوں تک پہنچ گئے ہیں اور جڑیں بھی پھر مرجھانے لگیں۔ یہ دو ہی رجحان ہمیں قدرت میں ملتے ہیں۔ اب دیکھیں بعض موسموں میں بعض درخت کس طرح زور کے ساتھ پتے نکالتے اور نشو و نما پاتے ہیں۔ وہ جو دور ہٹے ہوتے ہیں راستوں کے کناروں پر رفتہ رفتہ راستوں پر قبضہ کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ کھلے راستوں سے بھی گزرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی شاخیں ہر طرف سے آ کر خالی جگہوں پر قابض ہو جاتی ہیں اور جب ان پر بُرے دور آتے ہیں تو وہ سکڑنے لگتے ہیں، ان کی شاخیں ہٹتی ہیں پھر ٹوٹنے لگتی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی اصل جگہ پر پہنچیں تو سڑک ساری کھلی کھلی صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔ تو اسی طرح جماعتوں میں منافقوں کا حال ہے اور بدکاروں کا حال ہے۔ باغیوں کا حال ہے۔ وہ فضا ان کے لئے پیدا نہ کریں کہ ان کی شاخیں آگے بڑھیں اور صراط مستقیم پر قبضے کرنے لگیں۔ اگر آپ نے توجہ نہ کی تو یہ خطرہ ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔ ان کے لئے وہ ماحول رکھیں کہ ان کو صراط مستقیم میں داخل ہو کر راہروؤں کے لئے مشکل پیدا کرنے کا وہم وگمان بھی باقی نہ رہے۔ بیماریاں پالے ہوئے بیٹھے ہیں تو بیٹھے رہیں، اپنے دلوں میں سکیڑے رہیں۔ مگر امارت کا اور نظام جماعت کا یہ کام ہے کہ ان کی بیماریوں کی نشو و نما کے حق میں کوئی فضا پیدا نہ ہونے دیں۔

جو امیر ان فرائض کو اس طرح سمجھ کر اپنی جماعت کی عمومی صحت پر نظر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے

فضل کے ساتھ وہاں یہ مریض سکڑنے لگتے ہیں، ان کے اردگرد بیٹھنے والے کم ہونے لگتے ہیں، ان کی مجلسیں اُجاڑ ہونے لگتی ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ اکیلے اکیلے رہ جاتے ہیں یا دو تین ساتھ کے اور ان سے لوگ خود ہی تعلق توڑ لیتے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم تنہا چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ بے چین ہوں گے تو اپنی جگہ ہوتے رہیں مگر جماعت کی صحت پر وہ کبھی بداثر پیدا نہیں کر سکتے۔ اب اپنے تجربے سے آپ جن جن جماعتوں کو، جن جن حالات کو جانتے ہیں اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں اور نظر دوڑائیں تو آپ کو سب کچھ دکھائی دینے لگ جائے گا کہ ہر جگہ یہی ہوتا رہتا ہے۔ بعض جگہ بیماریوں کے اڈے بڑے ہوجاتے ہیں۔ لگتا ہے ایک عام فتنہ آ گیا، ایک زلزلہ برپا ہو گیا، اس طرح لوگ تباہ ہوجائیں گے۔ بعض دفعہ اس کا برعکس منظر ہے۔

(خطبہ جمعہ 14/جون 1996ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 26/جولائی تا 8/اگست 1996ء صفحہ:19 تا 23)

○ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر 28 اکتوبر 1979ء کو اپنے خطاب میں فرمایا:

''ہمارے عہد میں ایک چیز شامل ہے خلافت سے وابستگی۔ میں آپ کو خوب کھل کر بتانا چاہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ جو انسان یعنی فرد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وہ اپنی جگہ پر خطرناک ہیں۔ میرا تجربہ ہے جماعت کے ان لوگوں پر نظر ڈال کر جنہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے وہ بھی نیک انجام پا گئے لیکن خلافت کے خلاف بے ادبی کرنے والوں کا کبھی میں نے نیک انجام ہوتے نہیں دیکھا۔ وہ بھی تباہ ہوئے اور انکی اولادیں بھی تباہ ہوئیں۔ کیونکر ایسا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خلافت وہ خدائی رسی ہے جس کے ساتھ دنیا نے بندھنا ہے۔ جس کے ساتھ خدا کے ساتھ تعلق قائم ہونا ہے۔ یہ حبل اللہ ہے اور خدا عظیم خدا اگر ایک بندہ کی لغزش دیکھ کر اسے معافی دینا چاہے تو دیتا چلا جائے گا، کوئی نہیں جو روک سکے۔ لیکن اگر کوئی اس کی رسی پر ہاتھ ڈالتا ہے اور اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کیلئے یہی

پیغام ہے:

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

مسیح موعودؑ کے بعد شاخ مثمرم وہ شاخ ہے جس پر ہمیشہ روحانیت کے پھل لگتے رہیں گے۔ وہ خلافت ہے اس شاخ پر اگر کسی نے بدنظر کی تو وہ یقیناً تباہ اور برباد کردی جائے گی۔ خائب وخاسر کی جائے گی۔ وہ ہاتھ کاٹے جائیں گے جو بدنیتی سے اس کی طرف اٹھیں گے۔ اس لئے ہمیشہ کامل غلامی کے ساتھ خلاف کی اطاعت کا عہد کریں اور اس پر قائم رہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 18 جولائی 2008ء صفحہ 13)

○○

# حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس

## ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

# اور درس اطاعت

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 19 ستمبر 2003 بمقام مسجد فضل لندن۔ انگلستان)

### دسویں شرط بیعت

''یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔''

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت کے ساتھ بھائی چارہ سے بڑھ کر رشتہ قائم کرنا ضروری ہے

اس شرط میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم سے اس بات کا عہد لے رہے ہیں کہ گو کہ اس نظام میں شامل ہو کر ایک بھائی چارے کا رشتہ مجھ سے قائم کر رہے ہو کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لیکن یہاں جو محبت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم ہو رہا ہے یہ اس سے

بڑھ کر ہے کیونکہ یہاں برابری کا تعلق اور رشتہ قائم نہیں ہو رہا بلکہ تم اقرار کر رہے ہو کہ آنے والے مسیح کو ماننے کا خدا اور رسول کا حکم ہے۔ اس لئے یہ تعلق اللہ تعالیٰ کی خاطر قائم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور اسلام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے، پھیلانے کے لئے رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ اس لئے یہ تعلق اس اقرار کے ساتھ کامیاب اور پائیدار ہوسکتا ہے جب معروف باتوں میں اطاعت کا عہد بھی کرو اور پھر اس عہد کو مرتے دم تک نبھاؤ۔ اور پھر یہ خیال بھی رکھو کہ یہ تعلق یہیں ٹھہر نہ جائے بلکہ اس میں ہر روز پہلے سے بڑھ کر مضبوطی آنی چاہئے اور اس میں اس قدر مضبوطی ہو اور اس کے معیار اتنے اعلیٰ ہوں کہ اس کے مقابل پر تمام دنیاوی رشتے تعلق، دوستیاں ہیچ ثابت ہوں۔ ایسا بے مثال اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کے مقابل پر تمام تعلق اور رشتے بے مقصد نظر آئیں پھر فرمایا کہ یہ خیال دل میں پیدا ہوسکتا ہے کہ رشتہ داریوں میں کبھی کچھ لو اور کچھ دو، کبھی مانو اور کبھی منواؤ کا اصول بھی چل جاتا ہے۔ تو یہاں یہ واضح ہو کہ تمہارا یہ تعلق غلامانہ اور خادمانہ تعلق بھی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔ تم نے یہ اطاعت بغیر چون و چرا کئے کرنی ہے۔ کبھی تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ کہنے لگ جاؤ کہ یہ کام ابھی نہیں ہوسکتا، یا ابھی نہیں کرسکتا۔ جب تم بیعت میں شامل ہو گئے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے نظام میں شامل ہو گئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے، ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔ اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفۂ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔ لیکن یہاں یہ خیال نہ رہے کہ خادم اور نوکر کا کام تو مجبوری ہے، خدمت کرنا ہی ہے۔ خادم کبھی کبھی بڑبڑا بھی لیتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ خادمانہ حالت ہی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ کی خاطر اخوت کا رشتہ بھی ہے اور اللہ کی خاطر اطاعت کا اقرار بھی ہے اور اس وجہ سے قربانی کا عہد بھی ہے۔ تو قربانی کا ثواب بھی اس وقت ملتا ہے جب انسان خوشی سے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ تو یہ ایک ایسی شرط ہے جس پر آپ جتنا غور کرتے جائیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبتے چلے جائیں گے اور نظام جماعت کا

پابند ہوتا ہوا اپنے آپ کو پائیں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(الممتحنۃ آیت13)

اے نبی! جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں (اور) اس (امر) پر تیری بیعت کریں کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ ہی چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی (کسی پر) کوئی جھوٹا الزام لگائیں گی جسے وہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ ہی معروف (امور) میں تیری نافرمانی کریں گی تو تُو اُن کی بیعت قبول کر اور اُن کیلئے اللہ سے بخشش طلب کر۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں عورتوں سے اس پر عہد بیعت لینے کی تاکید ہے کہ شرک نہیں کریں گی۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ (اولاد کی تربیت کا خیال رکھیں گی) جھوٹا الزام کسی پر نہیں لگائیں گی۔ اور معروف امور میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا نبی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کیا وہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اور اگر نبی دے سکتا ہے تو پھر خلیفہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اس بارہ میں واضح ہو کہ نبی کبھی ایسے احکامات دے ہی نہیں سکتا۔ نبی جو کہے گا معروف ہی کہے گا اس کے علاوہ کچھ نہیں کہے گا۔ اس لئے قرآن شریف میں کئی مقامات پر یہ حکم ہے کہ تم نے اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرنی ہے، انہیں بجالانا ہے۔ کہیں نہیں یہ لکھا ہوا کہ جو

معروف حکم ہو اس کی اطاعت کرنی ہے۔تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف حکم کیوں ہیں۔لیکن دراصل یہ دو مختلف حکم نہیں ہیں۔بعضوں کے سمجھنے میں غلطی ہے۔تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ نبی کا جو بھی حکم ہوگا معروف ہی ہوگا اور نبی کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف،شریعت کے احکامات کے خلاف کر ہی نہیں سکتا وہ تو اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔تو جس کام کے لئے مامور کیا گیا ہے اس کے خلاف کیسے چل سکتا ہے۔یہ تو تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تم نبی کو مان کر، مامور کو مان کر اس کی جماعت میں شامل ہو کر محفوظ ہو گئے ہو کہ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

## معروف اور غیر معروف کی تعریف

بعض دفعہ بعض لوگ معروف فیصلہ یا معروف احکامات کی اطاعت کے چکر میں پڑ کر خود بھی نظام سے ہٹ گئے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خراب کر رہے ہوتے ہیں اور ماحول میں بعض قباحتیں بھی پیدا کر رہے ہوتے ہیں۔ان پر واضح ہو کہ خود بخود معروف اور غیر معروف فیصلوں کی تعریف میں نہ پڑیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بھی آیا ہے {وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ} (الممتحنة آیت13) اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنا لی ہے۔اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔اس میں ایک سر ہے۔میں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولا تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔''

(خطبات نور صفحہ 420`421)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں۔اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ناپاک کو حرام ٹھیراتا ہے۔اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں۔اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 420)

پس جب نبی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے پرے نہیں ہٹتا تو خلیفہ بھی جو نبی کے بعد اس کے مشن کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی ایک جماعت کے ذریعہ مقرر کردہ ہوتا ہے۔وہ بھی اسی تعلیم کو انہیں احکامات کو آگے چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچائے اور اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت کر کے ہمیں بتائے۔تو اب اسی نظام خلافت کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت میں قائم ہو چکا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گا۔ان میں شریعت اور عقل کے مطابق ہی فیصلے ہوتے رہے ہیں اور انشاءاللہ ہوتے رہیں گے اور یہی معروف فیصلے ہیں۔اگر کسی وقت خلیفہ وقت کسی غلطی یا غلط فہمی کی وجہ سے کوئی ایسا فیصلہ کر دیتا ہے جس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو اللہ تعالیٰ خود ایسے سامان پیدا فرما دے گا کہ اس کے بدنتائج نہیں نکلیں گے۔اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفۂ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے۔ لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر

اس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو تو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہو گا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو گا اور اس کے مخالفوں کو شکست ہو گی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمتِ صغریٰ حاصل ہو گی خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہو گی جو ان کی ہو گی۔ بے شک بولنے والے وہ ہوں گے، زبان انہی کی حرکت کرے گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے، دماغ انہی کا کام کرے گا، مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہو گا۔ ان سے جزئیات میں معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ بعض دفعہ ان کے مشیر بھی ان کو غلط مشورہ دے سکتے ہیں لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہی کو حاصل ہو گی اور جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی تو وہ صحیح ہو گی اور ایسی مضبوط ہو گی کہ کوئی طاقت اسے توڑ نہیں سکے گی۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 376-377)

تو اس سے واضح ہو گیا کہ غیر معروف وہ ہے جو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور شریعت کے احکامات کی خلاف ورزی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر ایک شخص کو حاکم مقرر کیا تا کہ لوگ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس شخص نے آگ جلوائی اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ آگ میں کود جائیں۔ بعض لوگوں نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ ہم تو آگ سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ لیکن کچھ افراد آگ میں کودنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو ہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔ نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ

کی نافرمانی کے رنگ میں کوئی اطاعت واجب نہیں۔اطاعت صرف معروف امور میں ضروری ہے۔

(سنن ابی داؤد۔کتاب الجہاد باب فی الطاعۃ)

اس حدیث کی مزید وضاحت حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے ملتی ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **عَلْقَمَہ بِن مُجَزِّز** کو ایک غزوہ کے لئے روانہ کیا جب وہ اپنے غزوہ کی مقررہ جگہ کے قریب پہنچے یا ابھی وہ رستہ ہی میں تھے کہ ان سے فوج کے ایک دستہ نے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انہوں نے ان کو اجازت دے دی اور ان پر عبداللہ بن **حُذَافَہ بِن قَیس اَلسَّھْمِیْ** کو امیر مقرر کر دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ غزوہ پر جانے والوں میں سے تھا۔ پس جب کہ ابھی وہ رستہ میں ہی تھے تو ان لوگوں نے آگ سینکنے یا کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی تو عبداللہ نے (جن کی طبیعت مزاحیہ تھی) کہا کیا تم پر میری بات سن کر اس کی اطاعت فرض نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ اس پر عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا: کیا میں تم کو جو بھی حکم دوں گا تم اس کو بجالاؤ گے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ہم بجالائیں گے۔ اس پر عبداللہ بن **حُذَافَہ**ؓ نے کہا میں تمہیں تاکیداً کہتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود پڑو۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہو کر آگ میں کودنے کی تیاری کرنے لگے۔ پھر عبداللہ بن حذافہ نے دیکھا کہ یہ تو سچ مچ آگ میں کودنے لگے ہیں تو عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا اپنے آپ کو (آگ میں ڈالنے سے) روکو۔

پھر جب ہم اس غزوہ سے واپس آ گئے تو صحابہؓ نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''امراء میں سے جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔'' (سنن ابن ماجہ، کِتَابُ الْجِھَادَ،)

تو ایک تو اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نہ ماننے کا فیصلہ بھی فرد واحد کا نہیں تھا۔ کچھ لوگ آگ میں کودنے کو تیار تھے کہ ہر حالت میں امیر کی اطاعت کا حکم ہے، انہوں نے سنا ہوا تھا اور یہ سمجھے کہ یہی اسلامی تعلیم ہے کہ ہر صورت میں، ہر حالت میں، ہر شکل میں امیر کی اطاعت کرنی ہے

لیکن بعض صحابہ جو احکام الٰہی کا زیادہ فہم رکھتے تھے، آنحضرت ﷺ کی صحبت سے زیادہ فیضیاب تھے، انہوں نے انکار کیا نتیجۃً مشورہ کے بعد کسی نے اس پر عمل نہ کیا کیونکہ یہ خودکشی ہے اور خودکشی واضح طور پر اسلام میں حرام ہے۔ دوسرے عبداللہ بن حُذَافَہ جوان کے لیڈر تھے جب انہوں نے بعض لوگوں کی سنجیدگی دیکھی تو ان کو بھی فکر پیدا ہوئی اور انہوں نے بھی روکا کہ یہ تو مزاق تھا اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرما کر معروف کا اصول وضع فرما دیا کہ کیا معروف ہے اور کیا غیر معروف ہے۔ واضح ہو کہ نبی یا خلیفۂ وقت کبھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی واضح حکم کی خلاف ورزی تم امیر کی طرف سے دیکھو تو پھر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اور اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت راشدہ کا قیام ہو چکا ہے تو خلیفہ وقت تک پہنچو۔ اس کا فیصلہ ہمیشہ معروف فیصلہ ہی ہوگا۔ اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق ہی ہوگا۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ اب تم ہمیشہ معروف فیصلوں کے نیچے ہی ہو۔

آج کل بھی اعتراض ہوتے ہیں کہ ایک کارکن اچھا بھلا کام کر رہا تھا اس کو ہٹا کر دوسرے کے سپرد کام کر دیا گیا ہے۔ خلیفۂ وقت یا نظام جماعت نے غلط فیصلہ کیا ہے اور گویا یہ غیر معروف فیصلہ ہے۔ وہ اور تو کچھ نہیں کر سکتے اس لئے سمجھتے ہیں کہ کیونکہ یہ غیر معروف کے زمرے میں آتا ہے (خود ہی تعریف بنالی انہوں نے) اس لئے ہمیں بولنے کا بھی حق ہے، جگہ جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے کا بھی حق ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جگہ جگہ بیٹھ کر کسی کو نظام کے خلاف بولنے کا کوئی حق نہیں۔ اس بارہ میں پہلے بھی مَیں تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں۔ تمہارا کام صرف اطاعت کرنا ہے اور اطاعت کا معیار کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ اَمَرۡتَہُمۡ لَیَخۡرُجُنَّ. قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا. طَاعَۃٌ مَّعۡرُوۡفَۃٌ. اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔

(النور آیت 54)

اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق اطاعت (کرو) یقیناً اللہ، جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اس آیت سے پہلی آیات میں بھی اطاعت کا مضمون ہی چل رہا ہے۔ اور مومن ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ اور اس تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ٹھہرتے ہیں اور بامراد ہو جاتے ہیں۔ تو اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ مومنوں کی طرح سنو اور اطاعت کرو کا نمونہ دکھاؤ، قسمیں نہ کھاؤ کہ ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دعویٰ تو منافق بھی بہت کرتے ہیں۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ عملاً اطاعت کی جائے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے فرما رہا ہے کہ جو معروف طریقہ ہے اطاعت کا، جو دستور کے مطابق اطاعت ہے وہ اطاعت کرو۔ نبی نے تمہیں کوئی خلاف شریعت اور خلاف عقل حکم تو نہیں دینا۔ مثلاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے مان لیا ہے تو پنج وقتہ نماز کے عادی بنو۔ جھوٹ چھوڑ دو۔ کبر چھوڑ دو۔ لوگوں کے حق مارنے چھوڑ دو۔ آپس میں پیار محبت سے رہو۔ تو یہ سب طاعت در معروف کے حکم میں ہی آتا ہے۔ تو یہ کام تو کرو نہ اور کہتے پھرو کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ آپ جو ہمیں حکم دیں گے کریں گے۔ اسی طرح خلفاء کی طرف سے بھی مختلف وقتوں میں روحانی ترقی کے لئے مختلف تحریکات ہیں۔ جیسے مساجد کو آباد کرنے کے بارے میں، اولاد کی تربیت کے بارے میں، اپنے اندر وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارے میں، دعوت الی اللہ کے بارے میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔ تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے یا دوسرے لفظوں میں طاعت در معروف کے زمرے میں آتی ہیں۔ تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل تو کام نہیں کروانے۔ یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ یا سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ انہوں نے تو تمہیں ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی چلانا ہے۔

## اطاعت کی اعلیٰ مثال

اطاعت کی اعلیٰ مثال ہمیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں اس طرح ملتی ہے کہ جب ایک جنگ کے دوران حضرت عمرؓ نے جنگ کی کمان حضرت خالدؓ بن ولید سے لے کر حضرت ابوعبیدہؓ کے سپرد کردی تھی۔تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اس خیال سے کہ خالدؓ بن ولید بہت عمدگی سے کام کررہے ہیں ان سے چارج نہ لیا۔تو جب حضرت خالدؓ بن ولید کو یہ علم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے یہ حکم آیا ہےتو آپ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ چونکہ خلیفۂ وقت کا حکم ہے اس لئے آپ فوری طور پر اس کی تعمیل کریں ۔مجھے ذرا بھی پروانہیں ہوگی کہ مَیں آپ کے ماتحت رہ کر کام کروں۔اور مَیں اسی طرح آپ کے ماتحت کام کرتا رہوں گا جیسے میں بطور کمانڈر ایک کام کررہا ہوتا تھا۔تو یہ ہے اطاعت کا معیار۔کوئی سرپھرا کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ اس وقت غیرمعروف تھا، یہ بھی غلط خیال ہے۔ہمیں حالات کانہیں پتہ کس وجہ سے حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا یہ آپ ہی بہتر جانتے تھے۔بہرحال اس فیصلہ میں ایسی کوئی بات ظاہراًبالکل نہیں تھی جو شریعت کے خلاف ہو۔چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی لاج بھی اللہ تعالیٰ نے رکھی اور یہ جنگ جیتی گئی اور باوجود اس کے جیتی گئی کہ اس جنگ میں بعض دفعہ ایسے حالات آئے کہ ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں سوسو دشمن کے فوجیوں کی تعداد ہوتی تھی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اپنے آقا کی غلامی میں، ایسی غلامی جس کی نظیر نہیں ملتی، حَکَم اور عَدَل کا درجہ ملا ہے اس لئے اب اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور محبت سے ہی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی اطاعت اور محبت کا دعویٰ سچا ہوسکتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی اتباع سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ سچ ہوسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران آیت 32)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ پایا وہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کی وجہ سے ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سید و مولیٰ، فخر الانبیاء، خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جو سچی اور کامل پیروی آنحضرت ﷺ کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے پھر بعد اس کے ایک مصفّٰی اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے اور یہ سب نعمتیں آنحضرت ﷺ کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران آیت 32)

یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا

خدا بھی تم سے محبت کرے۔ بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف وگزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے تب زمین پر اس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوت جذب اس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نُور اس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے تب خدا جو اس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اُس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اترتا ہے اور اس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

پس اس محبت و عشق کی وجہ سے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاک دل کو بھی اپنا عرش بنایا۔ (حفظ مراتب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دلوں پر اترتا رہے گا۔لیکن اب آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ، آپؐ کی کامل اطاعت کا دعویٰ تبھی سچ ثابت ہوگا جب آپ کے روحانی فرزند کے ساتھ محبت اور اطاعت کا رشتہ قائم ہوگا۔ اسی لئے تو آپ فرما رہے ہیں کہ سب رشتوں سے بڑھ کر میرے سے محبت و اطاعت کا رشتہ قائم کرو تو تم اب اسی ذریعہ سے آنحضرت ﷺ کی اتباع کرو گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرو گے۔ آپ یہ

بات یونہی نہیں فرما رہے بلکہ رسول خدا ﷺ خود ہمیں یہ بات فرما چکے ہیں جیسے کہ فرمایا کہ اگر مسیح اور مہدی کا زمانہ دیکھو تو اگر گھٹنوں کے بل تمہیں جانا پڑے تو جا کر میرا اسلام کہنا۔ اتنی تاکید سے، اتنی تکلیف میں ڈال کر یہ پیغام پہنچانے میں کیا بھید ہے، کیا راز ہے۔ یہی کہ وہ میرا پیارا ہے اور مَیں اس کا پیارا ہوں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ پیاروں تک پہنچ پیاروں کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر تم میری اتباع کرنے والے بننا چاہتے ہو تو مسیح موعود کی اتباع کرو، اس کو امام تسلیم کرو، اس کی جماعت میں شامل ہو۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے۔ روایت ہے کہ خبردار رہو کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا۔ خوب سن لو کہ وہ میرے بعد امت میں میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ ضرور دجال کو قتل کرے گا۔ صلیب کو پاش پاش کرے گا یعنی صلیبی عقیدے کو پاش پاش کردے گا اور جزیہ ختم کردے گا''۔ (اس زمانے میں جو آپ ہی کا زمانہ ہے اس کا رواج اٹھ جائے گا کیونکہ اس وقت مذہبی جنگیں نہیں ہوں گی۔ جزیہ کا رواج اُٹھ جائے گا۔) ''یاد رکھو جسے بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا اسلام ضرور پہنچائے۔''

(اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَطِ لِلطِّبْرَانِی)

اس حدیث پر غور کرنے کی بجائے اور جنہوں نے غور کیا ہے اور اس کی تہ تک پہنچے ہیں ان کی بات سمجھنے کے بجائے آج کل کے علماء اس کے ظاہری معنوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس طرح غلط راستے پر ڈال دیا ہوا ہے اور وہ طوفان بدتمیزی پیدا کیا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی ڈھونڈتے ہیں، وہ ان سے نمٹ بھی رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی نمٹے گا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود منصف مزاج حاکم ہوگا جس نے انصاف کے علاوہ کوئی بات ہی نہیں کرنی اور ایسا امام ہے جس نے عدل کو دنیا میں قائم کرنا ہے اس لئے اس سے تعلق جوڑنا، اس کے حکموں پر چلنا، اس کی تعلیم پر عمل کرنا کیونکہ اس نے انصاف اور عدل ہی کی تعلیم دینی ہے اور وہ سوائے قرآنی تعلیم کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ تو آج کل کے یہ لوگ اس طرح صلیب کو توڑنے کے پیچھے چل پڑے ہیں کہ ہتھوڑے لے کر مسیح آئے گا اور صلیب توڑے گا۔ یہ سب فضول

باتیں ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ وہ آنے والا مسیح اپنے آقا اور مطاع کی پیروی میں دلائل سے قائل کرے گا اور دلائل سے ہی صلیبی عقیدے کا قلع قمع کرے گا، اس کی قلعی کھولے گا۔ دجال کو قتل کرنے سے یہی مراد ہے کہ دجالی فتنوں سے امت کو بچائے گا۔ پھر چونکہ مذہبی جنگوں کا رواج ہی نہیں رہے گا اس لئے ظاہر ہے کہ جزیہ کا بھی رواج اٹھ جائے گا۔ اور پھر اس حدیث میں سلام پہنچانے کا بھی حکم ہے۔اور مسلمان سلام پہنچانے کی بجائے آنے والے مسیح کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔اللہ ہی انہیں عقل دے۔

پھر ایک اور حدیث ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کا پتہ چلتا ہے کہ کیوں ہمیں آپ سے اطاعت کا تعلق رکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے معبوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔(جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الْفِتَن بَابُ فِتْنَةُ الدَّجَّالِ وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج)

تو اس حدیث میں بھی چونکہ سمجھنے کی ضرورت تھی، موٹی عقل کے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی اور وہ ظاہری معنوں کے پیچھے چل پڑے۔ عجیب مضحکہ خیز قسم کی تشریح کرتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ خنزیر کو قتل کرنے سے مراد خنزیر صفت لوگوں کا قلع قمع کرنا ہے سؤروں کی برائیاں، باقی جانوروں کی نسبت تو اب ثابت شدہ ہیں۔تو وہی بُرائیاں جب انسانوں میں پیدا ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ ان کی صفائی انتہائی ضروری ہے۔ پھر یہ ہے کہ وہ مال دیں گے، مال تقسیم کریں گے اس کو بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے ابھی چند دن پہلے پاکستان میں علماء نے جلسہ کیا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف، جماعت کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کرتے ہوئے ایک یہ بھی سوال اٹھایا کہ مسیح نے آ کر تو مال تقسیم کرنا تھا نہ کہ لوگوں سے مانگنا تھا۔ دیکھو احمدی (وہ تو

قادیانی کہتے ہیں ) چندہ وصول کرتے ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ جھوٹے ہیں اب ان عقل کے اندھوں کو کوئی عقلمند آدمی سمجھا نہیں سکتا کہ مسیح جو روحانی خزائن بانٹ رہا ہے تم اس کو لینے سے بھی انکاری ہو چکے ہو۔اصل میں بات یہی ہے کہ ان کی دنیا کی ایک آنکھ ہی ہے۔اوراس سے آگے یہ لوگ بڑھ بھی نہیں سکتے۔ان کا یہ کام ہے،ان کو کرنے دیں، پاکستانی احمدیوں کو زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ان کے گند اور لغویات سن کر صبر دکھاتے ہوئے ، حوصلہ دکھاتے ہوئے ، منہ پھیر کر گزر جایا کریں۔ان کے گند کے مقابلے میں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی ہم اپنی ہار مانتے ہیں۔ہم ان کے گند کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے۔لیکن ایک بات بتادوں ، واضح کردوں کہ جب بندہ نہیں بولتا تو خدا بولتا ہے اور جب خدا بولتا ہے تو مخالفین کے ٹکڑے ہوا میں بکھرتے ہوئے ہم نے دیکھے ہیں اور آئندہ بھی دیکھیں گے انشاءاللہ۔پس احمدی مسیح موعودؑ سے سچا تعلق قائم رکھیں اور دعاؤں پر زور دیں ، ہر وقت دعاؤں میں لگے رہیں۔تو ان حدیثوں سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ آنے والا مسیح امام بھی ہوگا، حَکَم بھی ہوگا، عدل وانصاف کا شہزادہ ہوگا تو اس سے تعلق ضرور جوڑنا اور اس حَکَم اور امام کی حیثیت سے اطاعت بھی تم پر ضروری ہے اس لئے تمہاری بہتری کے لئے ،تمہاری تربیت کے لئے یہ باتیں جو بتائی ہیں ان پر عمل کروتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیاروں میں بھی شامل ہوجاؤ اور خدا تعالیٰ کے قرب پانے والوں میں بھی شامل ہوجاؤ۔

## اطاعت ہر حال میں ضروری ہے

اطاعت کے موضوع پر میں چند احادیث پیش کرتا ہوں جن سے اطاعت کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''تنگدستی اور خوشحالی، خوشی اور ناخوشی،حق تلفی اور ترجیحی سلوک ،غرض ہر حالت میں تیرے لئے حاکم وقت کے حکم کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے۔''

(مسلم، كِتَابُ الْاِمَارَةِ)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے سردار اور امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے جو اسے پسند نہ ہو تو صبر سے کام لے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوتا ہے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(بخاری کِتَابُ الْفِتَن )

پھر حضرت عَرْفَجَہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم ایک ہاتھ پر جمع ہو اور تمہارا ایک امیر ہو اور پھر کوئی شخص آئے اور تمہاری وحدت کی اس لاٹھی کو توڑنا چاہے تا تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرے تو اسے قتل کر دو۔ یعنی اس سے قطع تعلق کرو اور اس کی بات نہ مانو۔ (اس کے احکامات کو بالکل سنی ان سنی کر دو)۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، با ب حکم من فرق امر المسلمین وھو مجتمع)

حضرت عُبَادَہ رضی اللہ عنہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت اس نکتہ پر کی کہ سنیں گے اور اطاعت کریں گے خواہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند۔ اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں کسی امر کے حقدار سے جھگڑا نہیں کریں گے ، حق پر قائم رہیں گے یا حق بات ہی کہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (مُسلم کِتَا بُ الْاَمَارَۃ حدیث:4768)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حالت میں ملے گا کہ نہ اس کے پاس کوئی دلیل ہوگی اور نہ عذر۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے امام وقت کی بیعت نہیں کی تھی تو وہ جاہلیت اور گمراہی کی موت مرا۔ (مُسلم، کِتَابُ الْاِمَارَۃ)

پس آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے امام وقت کو مانا اور اس کی بیعت میں شامل ہوئے۔ اب

خالصتاً للہ آپ نے اس کی ہی اطاعت کرنی ہے، اس کے تمام حکموں کو بجالانا ہے ورنہ پھر خدا تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکلنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اطاعت کے اعلیٰ معیار پر قائم فرمائے اور یہ اعلیٰ معیار کس طرح قائم کئے جائیں۔ یہ معیار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پر عمل کر کے ہی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

## جماعت میں کون داخل ہوتا ہے

آپ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔لیکن جو محض نام لکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا تو یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھوانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہوجائے گا۔اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔''

وہ تعلیم کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ:

''فتنہ کی بات نہ کرو۔شر نہ کرو۔گالی پر صبر کرو۔کسی کا مقابلہ نہ کرو۔جو مقابلہ کرے اس سے سلوک اور نیکی سے پیش آؤ۔شیریں بیانی کا عمدہ نمونہ دکھلاؤ۔سچے دل سے ہر ایک حکم کی اطاعت کرو کہ خدا تعالیٰ راضی ہو اور دشمن بھی جان لے کہ اب بیعت کر کے یہ شخص وہ نہیں رہا جو کہ پہلے تھا۔مقدمات میں سچی گواہی دو۔اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو چاہئے کہ پورے دل، پوری ہمت اور ساری جان سے راستی کا پابند ہوجاوے۔دنیا ختم ہونے پر آئی ہوئی ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 620-621 جدید ایڈیشن)

اب یہاں جس طرح آپ نے فرمایا کہ فتنہ کی بات نہ کرو۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ صرف مزا لینے کے لئے عادتاً ایک جگہ کی بات دوسری جگہ جا کر کر دیتے ہیں اور ان سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مختلف قسم کی طبائع ہوتی ہیں، جس کے سامنے بات کی اور بات بھی اس کے متعلق کی تو قدرتی طور پر اس شخص کے دل میں اس دوسرے شخص کے بارہ میں غلط رنجش پیدا ہوگی جس کی طرف منسوب کر کے وہ بات کی جاتی ہے۔ اور وہ بات اسے پہنچائی گئی ہے تو یہ رنجش گو میرے نزدیک پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ ایسے فتنوں کو روکنے کا بھی یہ طریقہ ہے کہ جس کی طرف منسوب کر کے بات پہنچائی گئی ہو اس کے پاس جا کر وضاحت کر دی جائے کہ آیا تم نے یہ باتیں کی ہیں یا نہیں، یہ بات میرے تک اس طرح پہنچی ہے تو وہیں وضاحت ہو جائے گی اور پھر ایسے فتنہ پیدا کرنے والے لوگوں کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ تو بعض دفعہ اس طرح بھی ہوتا ہے کہ ایسے لوگ، فتنہ پیدا کرنے والے، خاندانوں کو خاندانوں سے لڑا دیتے ہیں۔ تو ایسے فتنہ کی باتوں سے خود بھی بچو اور فتنہ پیدا کرنے والوں سے بھی بچو اور اگر ہو سکے تو ان کی اصلاح کی کوشش کرو۔ پھر شرّ ایک تو براہ راست لڑائی جھگڑوں سے، گالی گلوچ سے پیدا ہوتا ہے، اس سے فتنہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تمہیں میرے ساتھ تعلق ہے اور میری اطاعت کا دم بھرتے ہو تو میری تعلیم یہ ہے کہ ہر قسم کے فتنہ اور شرّ کی باتوں سے بچو۔ تم میں صبر اور وسعت حوصلہ اس قدر ہو کہ اگر تمہیں کوئی گالی بھی دے تو صبر کرو۔ پھر اس تعلیم پر عمل کر کے تمہارے لئے نجات کے راستے کھلیں گے۔ تم خدا تعالیٰ کے مقربین میں شامل ہو گے۔ کسی بھی معاملے میں مقابلہ بازی نہیں ہونی چاہئے۔ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔ اور جو مرضی تمہیں کوئی کہہ دے تم محبت، پیار اور خلوص سے پیش آؤ۔ ایسی پاک زبان بناؤ، ایسی میٹھی زبان ہو، اخلاق اس طرح تمہارے اندر سے ٹپک رہا ہو کہ لوگ تمہاری طرف کھنچے چلے آئیں۔ تو تمہارے ماحول میں یہ پتہ چلے، ہر ایک کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ احمدی ہے۔ اس سے سوائے اعلیٰ اخلاق کے اور کسی چیز کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ تمہارے یہ اخلاق بھی دوسروں کو کھینچنے اور توجہ حاصل کر

نے کا باعث بنیں گے۔ اور پھر یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ مقدمات میں ذاتی مفاد کی خاطر جھوٹی گواہیاں بھی دے دیتے ہیں، جھوٹا کیس بھی اپنا پیش کر دیتے ہیں۔تو فرمایا کہ تمہارا ذاتی مفاد بھی تمہیں سچی گواہی دینے سے نہ روکے۔بعض لوگ یہاں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی بعض دفعہ باہر آنے کے چکر میں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں،تو ان باتوں سے بھی بچو۔ جو صحیح حالات ہوں اس کے مطابق اپنا کیس داخل کرواؤ اور اس میں اگر مانا جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلے جائیں ۔کیونکہ غلط بیانیوں کے باوجود بھی بعضوں کے کیس Reject ہو جاتے ہیں تو سچ پر قائم رہتے ہوئے بھی آزما کر دیکھیں انشاءاللہ فائدہ ہی ہوگا۔ یا اگر ریجیکٹ ہوں گے بھی تو کم از کم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تو نہیں بنیں گے

## آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو

پھر آپس میں محبت اور بھائی چارے کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''آپس میں اخوت و محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ ...... ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دے کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔''

(ملفوظات جلد اوّل۔صفحہ 175۔174 ایڈیشن 2008ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے اور ان کو شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یوں ہی نہیں چھوڑا بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہہ سکے کہ مَیں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے، خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو، نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مُسَابَقَتُ اِلَی الْخَیْرَات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم۔ صفحہ 710-711 ایڈیشن 2008ء)

اس شرط بیعت میں جو دسویں شرط چل رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سے اس قدر تعلق جس کی مثال کسی دنیاوی رشتے میں نہ ملتی ہو پر اس قدر زور دیا ہے۔ جس کی وجہ بھی صرف اور صرف ہماری ہمدردی ہے۔ ہمیں تباہ ہونے سے بچانے کے لئے آپ نے فرمایا ہے کیونکہ سچا اسلام صرف اور صرف آپ کو ماننے سے مل سکتا ہے اور اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانا ہے تو لازماً ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی میں سوار ہونا ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے کہ جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ، دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے

اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 233)

یہ اس لئے فرمایا ہے کیونکہ آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہے۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے دو فائدے

پھر آپ فرماتے ہیں:

''غرض اس بیعت سے جو میرے ہاتھ پر کی جاتی ہے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ گناہ بخشے جاتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مغفرت کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے مامور کے سامنے توبہ کرنے سے طاقت ملتی ہے اور انسان شیطانی حملوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس سلسلہ میں داخل ہونے سے دنیا مقصود نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو کیونکہ دنیا تو گزرنے کی جگہ ہے وہ تو کسی نہ کسی رنگ میں گزر جائے گی۔

شب تنور گذشت و شب سمور گذشت

دنیا اور اس کے اغراض اور مقاصد کو بالکل الگ رکھو۔ان کو دین کے ساتھ ہرگز نہ ملاؤ کیونکہ دنیا فنا ہونے والی چیز ہے اور دین اور اس کے ثمرات باقی رہنے والے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 434 ایڈیشن 2008ء)

## اس زمانہ کے حصن حصین حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں

پھر آپ فرماتے ہیں:

''اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ اور میرا عزیز کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالَم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے مَیں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اِس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو

چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نفس مزّکی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھ دیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی۔ تب وہ ترقی پر ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی روح اس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلّی خاص کے ساتھ رب العالمین کا استواء اس کے دل پر ہوتا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اپنا عکس قائم کرتا ہے) تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اِسی عالَم میں اس کو مل جاتا ہے۔"

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 3435)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کئے ہوئے تمام عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی تمام شرائط بیعت پر ہم مضبوطی سے قائم رہیں، آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنی زندگی کو بھی جنت نظیر بنا دیں اور اگلے جہان کی جنتوں کے بھی وارث ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین۔

(از خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 19 ستمبر 2003 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 14 نومبر 2003ء صفحہ 5 تا 8)

OO

# بیعت کی دسویں شرط ’’طاعت در معروف‘‘ کی پر حکمت تفسیر وتوضیح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 ؍ستمبر 2003ء بمقام مسجد فضل لندن)

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

(الممتحنۃ:13)

گزشتہ خطبہ میں شرائط بیعت کی دسویں اور آخری شرط کے بارہ میں بیان کیا تھا لیکن طاعت درمعروف کے بارہ میں مزید کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں عورتوں سے اس بات پر عہد بیعت لینے کی تاکید ہے کہ شرک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اولاد کی تربیت کا خیال رکھیں گی، جھوٹا الزام کسی پر نہیں لگائیں گی اور معروف امور میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا نبی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتا ہے کیا وہ بھی ایسے احکامات دے سکتا ہے جو غیر معروف ہوں۔ اور اگر نبی کر سکتا ہے تو ظاہر ہے پھر خلفاء کے لئے بھی یہی ہوگا کہ وہ بھی ایسے احکامات دے سکتے ہیں جو غیر معروف ہوں۔ اس بارہ میں واضح ہو کہ نبی کبھی ایسے احکامات دے ہی نہیں سکتا۔ نبی جو کہے گا معروف ہی کہے گا۔ اس کے علاوہ سوال ہی نہیں کہ کچھ کہے۔ اس لئے قرآن شریف میں کئی مقامات

پر یہ حکم ہے کہ اللہ اور رسول کے حکموں کی اطاعت کرنی ہے، انہیں بجالانا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ جو معروف حکم ہوں اس کی اطاعت کرنی ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف حکم کیوں ہیں۔ یہ اصل میں دو مختلف حکم نہیں ہیں، سمجھنے میں غلطی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ نبی کا جو بھی حکم ہوگا معروف ہی ہوگا۔ اور نبی کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف، شریعت کے احکامات کے خلاف کر ہی نہیں سکتا۔ وہ تو اسی کام پر مامور کیا گیا ہے۔ تو جس کام کے لئے مامور کیا گیا ہے، اس کے خلاف کیسے چل سکتا ہے۔ یہ تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تم نے نبی کو مان کر، مامور کو مان کر، اس کی جماعت میں شامل ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے، تم محفوظ ہو گئے ہو۔ کہ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں۔ جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک اور غلطی ہے وہ طاعت در معروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے {وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ} (الممتحنة:13) اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنا لی ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت در معروف لکھا ہے۔ اس میں ایک سرّ ہے۔ میں تم میں سے کسی پر ہرگز بدظن نہیں۔ میں نے اس لئے ان باتوں کو کھولا تا تم میں سے کسی کو اندر ہی اندر دھوکہ نہ لگ جائے۔''

(خطبہ عید الفطر فرمودہ 15 اکتوبر 1909ء۔ خطبات نور صفحہ420-421)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام {يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ} کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یہ نبی ان باتوں کے لئے حکم دیتا ہے جو خلاف عقل نہیں ہیں اور ان باتوں سے منع کرتا ہے جن سے عقل بھی منع کرتی ہے۔ اور پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے

اور ناپاک کو حرام ٹھہراتا ہے۔ اور قوموں کے سر پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جس کے نیچے وہ دبی ہوئی تھیں۔ اور ان گردنوں کے طوقوں سے وہ رہائی بخشتا ہے جن کی وجہ سے گردنیں سیدھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اپنی شمولیت کے ساتھ اس کو قوت دیں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس نور کی پیروی کریں گے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات پائیں گے۔''

(براھین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 420)

تو جب نبی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے، وہی احکامات دیتا ہے جن کو عقل تسلیم کرتی ہے۔ بری باتوں سے روکتا ہے، نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور ان سے پرے ہٹ ہی نہیں سکتا۔ تو خلیفہ بھی جو نبی کے بعد اس کے مشن کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کی ایک جماعت کے ذریعہ مقرر کردہ ہوتا ہے وہ بھی اس تعلیم کے انہی احکامات کو آگے چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی کے ذریعہ ہم تک پہنچائے۔ اور اس زمانہ میں آنحضرت کی پیشگوئیوں کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت کر کے ہمیں بتائے تو اب اسی نظام خلافت کے مطابق جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت میں قائم ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک قائم رہے گا ان میں شریعت اور عقل کے مطابق ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے اور یہی معروف فیصلے ہیں۔ اگر کسی وقت خلیفۂ وقت کی غلطی سے یا غلط فہمی کی وجہ سے کوئی ایسا فیصلہ ہو جاتا ہے جس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو اللہ تعالیٰ خود ایسے سامان پیدا فرما دیتا ہے کہ اس کے بدنتائج کبھی بھی نہیں نکلتے اور نہ انشاء اللہ نکلیں گے۔ اس بارہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''یہ تو ہو سکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفۂ وقت سے کوئی غلطی ہو جائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر

اس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عِصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو تو عِصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عِصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی اہم غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور اس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہوگی خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو ان کی ہوگی۔ بے شک بولنے والے وہ ہوں گے، زبانیں انہی کی حرکت کریں گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے، دماغ انہی کا کام کرے گا مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا اپنا ہاتھ ہوگا۔ ان سے جزئیات میں معمولی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ بعض دفعہ ان کے مشیر بھی ان کو غلط مشورہ دے سکتے ہیں لیکن ان درمیانی روکوں سے گزر کر کامیابی انہی کو حاصل ہوگی اور جب تمام کڑیاں مل کر زنجیر بنے گی تو وہ صحیح ہوگی اور ایسی مضبوط ہوگی کہ کوئی طاقت اسے توڑ نہیں سکے گی۔'' (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 377-376)

پھر قرآن شریف میں آتا ہے:

**وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ اَمَرۡتَہُمۡ لَیَخۡرُجُنَّ ؕ قُلۡ لَّا تُقۡسِمُوۡا ۚ طَاعَۃٌ مَّعۡرُوۡفَۃٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔**

(سورۃ النور:54)

اور انہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ ضرور نکل کھڑے ہوں گے۔ تُو کہہ دے کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ دستور کے مطابق (معروف طریق کے مطابق) اطاعت (کرو)۔ یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

تو اس آیت سے پہلی آیتوں میں بھی اطاعت کا مضمون ہی چل رہا ہے اور مومن ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور مانا۔ اور اس تقویٰ کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ٹھہرتے ہیں اور بامراد ہو جاتے ہیں۔ تو اس آیت میں بھی یہ بتایا ہے کہ مومنوں کی طرح ''سنو اور اطاعت کرو'' کا نمونہ دکھاؤ، قسمیں نہ کھاؤ کہ ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دعوے تو منافق بھی بہت کرتے ہیں۔ اور اصل چیز تو یہ ہے کہ عملاً اطاعت کی جائے اور منافقوں کی طرح بڑھ بڑھ کر باتیں نہ کی جائیں۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے فرما رہا ہے کہ جو معروف طریقہ ہے اطاعت کا، جو دستور کے مطابق اطاعت ہے، وہ اطاعت کرو۔ نبی نے تمہیں کوئی خلاف شریعت اور خلاف عقل حکم تو نہیں دینا جس کے بارہ میں تم سوال کر رہے ہو۔ اس کی مثال مَیں دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری بیعت میں شامل ہوئے ہو اور مجھے مانا ہے تو پنج وقتہ نماز کے عادی بن جاؤ، جھوٹ چھوڑ دو، کبر چھوڑ دو، لوگوں کے حق مارنا چھوڑ دو، آپس میں پیار و محبت سے رہو، تو یہ سب طاعت در معروف میں ہی آتا ہے۔ یہ کام کوئی کرے نہ اور کہتے پھرو کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ آپ جو حکم ہمیں دیں گے ہم اس کو بجا لائیں گے اور اسے تسلیم کریں گے۔

اسی طرح خلفاء کی طرف سے مختلف وقتوں میں مختلف تحریکات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ روحانی ترقی کے لئے بھی جیسا کہ مساجد کو آباد کرنے کے بارہ میں ہے، نمازوں کے قیام کے بارہ میں ہے، اولاد کی تربیت کے بارہ میں ہے، اپنے اندر اخلاقی قدریں بلند کرنے کے بارہ میں، وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارہ میں، دعوت الی اللہ کے بارہ میں، یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔ تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں طاعت در معروف کے زمرے میں یہی باتیں آتی ہیں۔ تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل تو کام نہیں کروانے۔ یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ اور سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ گزشتہ خطبہ میں ایک حدیث میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ امیر نے کہا کہ آگ میں کود جاؤ۔ تو اس کی اور روایت ملی ہے جس میں مزید وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے **عَلْقَمَہ بِنْ مُجَزِّز** کو ایک غزوہ کے لئے روانہ کیا جب وہ اپنے غزوہ کی مقررہ جگہ کے قریب پہنچے یا ابھی وہ رستہ ہی میں تھے کہ ان سے فوج کے ایک دستہ نے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انہوں نے ان کو اجازت دے دی اور ان پر **عبداللہ بن حذافہ بن قیس السھمی** کو امیر مقرر کر دیا۔ کہتے ہیں مَیں بھی اس کے ساتھ غزوہ پر جانے والوں میں سے تھا۔ پس جب کہ ابھی وہ رستہ میں ہی تھے تو ان لوگوں نے آگ سینکنے یا کھانا پکانے کے لئے آگ جلائی تو عبداللہ نے (جو امیر مقرر ہوئے تھے اور جن کی طبیعت مزاحیہ تھی) کہا کیا تم پر میری بات سن کر اس کی اطاعت فرض نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ اس پر عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا کیا میں تم کو جو بھی حکم دوں گا تم اس کو بجالاؤ گے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں ہم بجالائیں گے۔ اس پر عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا میں تمہیں تاکیداً کہتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود پڑو۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہو کر آگ میں کودنے کی تیاری کرنے لگے۔ پھر جب عبداللہ بن حذافہؓ نے دیکھا کہ یہ تو سچ مچ آگ میں کودنے لگے ہیں تو عبداللہ بن حذافہؓ نے کہا اپنے آپ کو (آگ میں ڈالنے سے) روکو۔ (خود ہی یہ کہہ بھی دیا جب دیکھا کہ لوگ سنجیدہ ہو رہے ہیں)۔ کہتے ہیں پھر جب ہم اس غزوہ سے واپس آگئے تو صحابہؓ نے اس واقعہ کا ذکر نبی ﷺ سے کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "امراء میں سے جو شخص تم کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا حکم دے اس کی اطاعت نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الجہاد باب لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ)

تو واضح ہو کہ نبی یا خلیفہ وقت کبھی بھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کر سکتا۔ تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی واضح حکم کی خلاف ورزی امیر کی طرف سے دیکھو تو پھر اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اور اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت راشدہ کا قیام ہو چکا ہے اور خلیفہ وقت تک پہنچو۔ جس کا فیصلہ ہمیشہ معروف فیصلہ ہی ہوگا انشاء اللہ۔ اور اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہی ہوگا۔ تو جیسا کہ مَیں نے پہلے عرض

کیا کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ اب تم ہمیشہ معروف فیصلوں کے نیچے ہی ہو۔کوئی ایسا فیصلہ انشاء اللہ تمہارے لئے نہیں ہے جو غیر معروف ہو۔

## حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ لایا ہوا روحانی انقلاب

اس کے بعد اب مَیں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہوکر، آپ کی بیعت کرکے، آپ سے ان دس شرائط پر عہد بیعت باندھ کر ان شرائط پر عمل بھی کیا گیا، اطاعت کا نمونہ بھی دکھایا گیا یا صرف زبانی جمع خرچ ہی رہا کہ ہم ان شرائط پر آپ سے بیعت کرتے ہیں۔اس کے لئے مَیں نے چند نمونے لئے ہیں جن سے پتہ چلے کہ بیعت کرنے والوں نے اپنے اندر کیا روحانی تبدیلیاں کیں اور کیا روحانی انقلابات آئے۔اور یہ تبدیلیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی اور اس زمانہ میں بھی ہمیں نظر آتی ہیں۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہوجاتے ہیں''۔

(سیرت المہدی جلد اول۔صفحہ 146)

## شرک سے اجتناب

تو ایک شرط یہ تھی کہ شرک سے اجتناب کریں گے۔صرف ہمارے مرد ہی نہیں بلکہ خواتین بھی ایسے اعلیٰ معیار قائم کرگئی ہیں اور ایسے اعلیٰ نمونے دکھائے ہیں کہ ان کو دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے کہ کیا انقلاب آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا نکلتی ہے۔

ایک واقعہ ہے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی والدہ کا نمونہ کہ آپ کو کس طرح شرک سے نفرت تھی۔کہتے ہیں کہ آپ کے بچے اکثر وفات پا جاتے تھے۔ایک دفعہ آپ کا ایک بچہ

بیمار ہوا۔ بچے کا علاج کیا گیا۔ ایک آدمی تعویذ دے گیا اور ایک عورت نے یہ تعویذ بچے کے گلے میں ڈالنا چاہا لیکن بچے کی والدہ نے تعویذ چھین کر چولہے کی آگ میں پھینک دیا اور کہا کہ میرا بھروسہ اپنے خالق و مالک پر ہے۔ مَیں ان تعویذوں کو کوئی وقعت نہیں دوں گی۔ بچہ دو ماہ کا ہوا تو وہی جے دیوی ملنے کے لئے آئی اور بچے کو پیار کیا اور آپ سے کچھ پارچات اور کچھ رسد اس رنگ میں طلب کی جس سے مترشح ہوتا تھا کہ گویا یہ چیزیں ظفر پر سے بلا ٹالنے کے لئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ تم ایک مسکین بیوہ عورت ہو۔ اگر تم صدقہ یا خیرات کے طور پر کچھ طلب کرو تو مَیں خوشی سے اپنی توفیق کے مطابق تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں لیکن مَیں چڑیلوں اور ڈائنوں کی ماننے والی نہیں۔ مَیں صرف اللہ تعالیٰ کو موت اور حیات کا مالک مانتی ہوں اور کسی اور کا ان معاملات میں کوئی اختیار تسلیم نہیں کرتی۔ ایسی باتوں کو مَیں شرک سمجھتی ہوں اور ان سے نفرت کرتی ہوں اس لئے اس بنا پر مَیں تمہیں کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جے دیوی نے جواب میں کہا کہ اچھا تم سوچ لو اگر بچے کی زندگی چاہتی ہو تو میرا سوال تمہیں پورا ہی کرنا پڑے گا۔

چند دن بعد آپ ظفر کو غسل دے رہی تھیں کہ پھر جے دیوی آ گئی اور بچے کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا: اچھا یہی سا ہی را جہ ہے؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں یہی ہے''۔ جے دیوی نے پھر وہی اشیاء طلب کیں۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے موقع پر دیا تھا۔ اس پر جے دیوی نے کچھ برہم ہو کر کہا: ''اچھا اگر بچے کو زندہ لے کر گھر لوٹیں تو سمجھ لینا کہ مَیں جھوٹ کہتی تھی''۔ آپ نے جواب دیا: ''جیسے خدا کی مرضی ہو گی وہی ہو گا''۔ ابھی جے دیوی مکان کی ڈیوڑھی تک بھی نہ پہنچی ہو گی کہ غسل کے درمیان ہی ظفر کو خون کی قے ہوئی اور خون ہی کی اجابت ہو گئی۔ چند منٹوں میں بچے کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور چند گھنٹوں کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی یا اللہ! تُو نے ہی دیا تھا اور تُو نے ہی لے لیا۔ مَیں تیری رضا پر شاکر ہوں۔ اب تُو ہی مجھے صبر عطا کیجیو۔ اس کے بعد خالی گود دڑ سکہ واپس آ گئیں۔

(اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 16-15)

دیکھیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی کتنے انعامات سے نوازا اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ جیسا بیٹا انہیں دیا جس نے بڑی لمبی عمر بھی پائی اور دنیا میں ایک نام بھی پیدا کیا۔

## نفسانی جوشوں سے مغلوب نہ ہونا

پھر بیعت کرنے کے بعد نفسانی جوشوں سے کس طرح لوگ محفوظ ہو رہے ہیں۔ اب اُس زمانے کی نہیں مَیں اِس زمانے کی مثال دیتا ہوں اور وہ بھی افریقہ کے لوگوں کی۔ افریقہ کے جو Pagan لوگ ہیں ان کے اندر بہت سی گندی رسمیں اور عادتیں پائی جاتی ہیں مگر احمدیت میں داخل ہوتے ہی وہ ان رسموں پر اس طرح لکیر پھیر دیتے ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں جیسے یہ برائیاں کبھی اُن میں تھیں ہی نہیں۔ ایسی رپورٹیں بھی آئیں کہ شراب کے رسیا ایک دم شراب سے نفرت کرنے لگ گئے اور اس کا دوسروں پر بھی بہت گہرا اثر ہوا۔ اور جب وہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں تو مولوی کہتے ہیں کہ احمدیت نے ان پر جادو کر دیا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے شراب چھوڑ دی ہے۔

پھر ایک واقعہ مجھے یاد آیا۔ ایک مربی صاحب نے مجھے بتایا۔ گھانا میں ہی ایک شخص احمدی ہوا جس میں تمام قسم کی برائیاں پائی جاتی تھیں۔ شراب کی بھی، زنا کی بھی، ہر قسم کی۔ وہاں رواج یہ ہے کہ گھروں میں لوگ غربت کی وجہ سے یا رہائش کی کمی کی وجہ سے بڑے بڑے مکان ہوتے ہیں اس میں ایک کمرہ کرائے پر لے لیتے ہیں۔ اسی طرح رہنے کا رواج ہے۔ تو یہ شخص اسی طرح کے ماحول میں رہتا تھا۔ عورتوں سے دوستی تھی لیکن جب احمدیت قبول کی تو سب کو کہہ دیا کہ کسی غلط کام کے لئے کوئی میرے پاس نہ آئے۔ لیکن ایک عورت اس کا پیچھا چھوڑنے والی نہیں تھی۔ اس نے اس پر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب وہ اسے دور سے دیکھتا تھا تو کنڈی لگا کر فوراً نفل پڑھنا شروع کر دیتا یا قرآن شریف کی تلاوت کرنی شروع کر دیتا تھا، اس طرح اس نے اپنے آپ کو محفوظ کیا۔ تو یہ انقلابات ہیں جو احمدیت لے کر آئی ہے۔

پھر ہمارے ایک مبلغ ہیں مکرم مولانا بشیر احمد صاحب قمر، وہ بیان کرتے ہیں کہ خاکسار جماعت

احمدیہ غانا کے افراد کے ساتھ ایک عید کی نماز کے بعد پیراماؤنٹ چیف سے ملنے گیا۔ وہ اپنے سب سرکردہ افراد کے ساتھ ہمارے انتظار میں تھے۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو احمدی دوستوں نے چیفوں اور ان کے ساتھیوں کے سامنے بڑے جوش سے اس طرح گانا شروع کیا کہ ایک بوڑھا احمدی جو چیف کے سامنے تھا چھڑی ہوا میں لہرا لہرا کر گا رہا تھا اور باقی دوست جو تین صد کے قریب تھے اس کے پیچھے وہی فقرات دہرا رہے تھے۔ میں نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسلام کی برکات کا ذکر کر رہے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بت پرست اور مشرک تھے۔ ہمیں حلال و حرام اور نیکی بدی کا کوئی علم نہیں تھا۔ ہماری زندگی بالکل حیوانی تھی ہم وحشی تھے۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ احمدیت نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا اور ہماری بدیاں ہم سے چھوٹ گئیں اور ہم انسان بن گئے۔ تو یہ لوگ اپنے ہی شہر کے ایک پیراماؤنٹ چیف اور دیگر اکابر کے سامنے جو ان کی سابقہ عادات و اخلاق سے پوری طرح واقف تھے اپنی تبدیلی بڑی تحدی کے ساتھ بیان کر رہے تھے اور جماعت کی صداقت کے طور پر پیش کر رہے تھے۔

(ماہنامہ انصاراللہ جنوری 1984ء صفحہ 31-30)

## نمازوں کی پابندی

پھر نمازوں کی پابندی اور تہجد کی ادائیگی کے بارہ میں بھی شرائط بیعت میں حکم آتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

> ’’مَیں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔ اور ایام مباہلہ کے بعد گویا ہماری جماعت میں ایک اور عالَم پیدا ہو گیا ہے۔ مَیں اکثر دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں۔ ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں۔‘‘

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 315)

یہاں پھر میں گھانا کی ایک مثال دیتا ہوں۔ ایسی تبدیلیاں اپنے اندر پیدا کی ہیں لوگوں نے

کہ خود میرے تجربے میں آئی کہ لمبا سفر کر کے آیا ہے اور رات کو لیٹ پہنچے، بارہ بجے کے قریب سونے کا موقعہ ملا۔ رات کو جب آنکھ کھلی دیکھا کہ ڈیڑھ دو بجے کا وقت ہوگا۔ مسجد میں بیٹھے ہیں اور سجدہ ریز ہیں۔

پھر ایک روایت آتی ہے حضرت منشی محمد اسمٰعیلؓ فرماتے تھے کہ مجھے صرف ایک نماز یاد ہے جو میں نماز باجماعت ادا نہیں کر سکا وہ بھی مسجد سے ایک ضروری حاجت کے لئے واپس آنا پڑا تھا۔

(اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 196)

پھر حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے بارہ میں ہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے اپنے شہر سیالکوٹ واپس گئے تو یکدم لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی سابقہ لغو عادات یعنی تاش کھیلنا اور بازار میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا سب چھوڑ دیا ہے اور نماز تہجد باقاعدہ شروع کر دی ہے۔ ان کے حالات میں اس قدر غیر معمولی تغیر دیکھ کر سب بہت حیران ہوئے۔

(اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ 200)

قادیان میں نمازوں اور تہجد کے التزام کے بارہ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ فرماتے ہیں کہ مَیں قادیان میں سورج گرہن کے دن نماز میں موجود تھا۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہوی نے نماز پڑھائی اور نماز میں شریک ہونے والے بے حد رو رہے تھے۔ اس رمضان میں یہ حالت تھی کہ صبح دو بجے سے چوک احمدیہ میں چہل پہل ہو جاتی۔ اکثر گھروں میں اور بعض مسجد مبارک میں آ موجود ہوتے جہاں تہجد کی نماز ہوتی، سحری کھائی جاتی اور اوّل وقت صبح کی نماز ہوتی اس کے بعد کچھ عرصہ تلاوت قرآن شریف ہوتی اور کوئی آٹھ بجے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کو تشریف لے جاتے۔ سب خدام ساتھ ہوتے۔ یہ سلسلہ کوئی گیارہ بارہ بجے ختم ہوتا۔ اس کے بعد ظہر کی اذان ہوتی اور ایک بجے سے پہلے نماز ظہر ختم ہو جاتی اور پھر نماز عصر بھی اوّل وقت میں پڑھی جاتی۔ بس عصر اور مغرب کے درمیان فرصت کا وقت ملتا تھا۔ مغرب کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر آٹھ ساڑھے آٹھ بجے نماز عشاء ختم ہو جاتی اور ایسا ہُو کا عالم ہوتا کہ گویا کوئی آباد

نہیں مگر دو بجے رات سب بیدار ہوتے اور چہل پہل ہوتی۔ (اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 77)

پھر نواب محمد عبداللہ خان صاحب کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک روایت لکھی ہے کہ نماز کے عاشق تھے۔خصوصاً نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت مسجد میں جانے والے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہو گئے تو اذان کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنی محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔ یارتن باغ میں نماز والے کمرہ کے قریب ہی کرسی سرکا کر باجماعت نماز میں شامل ہو جایا کرتے۔ جب ماڈل ٹاؤن والی کوٹھی میں گئے تو وہیں پنجوقتہ باجماعت نماز کا اہتمام کر کے گویا گھر کو ایک قسم کی مسجد بنا لیا۔ پانچ وقت اذان دلواتے۔موسم کی مناسبت سے کبھی باہر گھاس کے میدان میں،کبھی کمرے کے اندر چٹائیاں بچھوانے کا اہتمام کرتے اور بسا اوقات پہلے نمازی ہوتے جو مسجد میں پہنچ کر دوسرے نمازیوں کا انتظار کیا کرتے۔مختلف الانواع لوگوں کے لئے اپنی رہائش گاہ کو پانچ وقت کے آنے جانے کی جگہ بنا دینا کوئی معمولی نیکی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں اس نیکی کی قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ صاحب خانہ کا رہن سہن کا معیار خاصا بلند ہو اور معاشرتی تعلقات کا دائرہ بہت وسیع ہو۔

(اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 153-152)

پنجگانہ نماز کے التزام کے بارہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ حامد علی صاحبؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”حِبِّی فِی اللّٰہ شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔اگرچہ دقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے

مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سنت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ مَیں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میّت کی طرح ہو گیا تھا۔ التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بیہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ مَیں جانتا ہوں کہ انسان کی خداترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خداتعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔''

(ازالہ اوھام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 540)

پھر یہ جو شرط ہے کہ:

**''بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول ادا کرتا رہے گا۔''**

اس کے بارہ میں ایک بزرگ مولوی فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب رضی اللہ عنہ کا کیا نمونہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ سے بڑی محبت تھی۔ ایک دن مَیں نے مغرب کی نماز مرزا ایوب بیگ صاحب کے ڈیرے پر پڑھی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں تھے۔ مرزا ایوب بیگ صاحب کی نماز اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ کا رنگ رکھتی تھی۔ جب نماز پڑھتے تھے تو دنیا کے خیالات سے لاپرواہ ہوتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو گرا کرتے تھے۔ اس دن انہوں نے غیر معمولی طور پر نماز لمبی پڑھی۔ نماز کے بعد سب لوگ بیٹھ گئے تو مرزا صاحب سے پوچھا گیا کہ آج نماز تو آپ نے بہت لمبی پڑھی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ پہلے تو آپ نے نہ بتلایا مگر اصرار ہونے پر کہا کہ جب مَیں دُرود پڑھنے لگا تو مجھے کشف ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں اور دعا مانگ رہے

ہیں۔مرزا صاحب نے عربی الفاظ بھی بتلائے اور دعا کا ترجمہ بھی بتلایا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ اے خدا! میری امت کو ضلالت سے بچا اور اس کی کشتی کو پار لگا۔میں اس دعا کے ساتھ آمین کہتا رہا۔پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا! محمد رسول اللہ کی دعائیں قبول فرما اور آپ کی امت کو گردابِ ضلالت سے بچا۔پس جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا ختم کی تو میں نے بھی نماز ختم کر دی۔

(اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 195-194)

تو یہ انقلاب ہے کہ جاگتے میں بھی دیدار ہو رہا ہے۔

پھر حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحبؓ اور حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ پر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا کیا اثر ہوا۔اس بارہ میں ایک روایت یہ ہے  بلکہ وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ ہمارے والد صاحب نے اپنے دوست کو بتایا کہ جب میرے یہ دونوں لڑکے 1892ء اور 1893ء کے موسم گرما کی تعطیلات میں میرے پاس بمقام ککر ہٹہ ضلع ملتان میں آئے تو میں نے ان کی حالت میں ایک عظیم تبدیلی دیکھی جس سے میں حیران رہ گیا اور میں حیرت میں کہتا تھا کہ اے خدا! تُو نے کون سے اسباب ان کے لئے میسر کر دیئے جن سے ان کے دلوں میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ یہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو گئے۔یہ ساری نمازیں پڑھتے ہیں اور ٹھیک وقت پر نہایت ہی شوق اور عشق اور سوز و گداز کے ساتھ اور نہایت رقّت کے ساتھ کہ ان کی چیخیں بھی نکل جاتیں۔اکثر ان کے چہروں کو آنسوؤں سے تر دیکھتا اور خشیت الٰہی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر تھے۔اس وقت ان دونوں بچوں کی بالکل چھوٹی عمر تھی۔داڑھی کا آغاز تھا۔میں ان کی اس عمر میں یہ حالت دیکھ کر سجدات شکر بجا لاتا نہ تھکتا تھا اور پہلے جو اُن کی روحانی کمزوری کا بوجھ میرے دل پر تھا وہ اتر گیا۔

پھر والد صاحب نے اس دوست سے کہا کہ ان کی اس غایت درجہ کی تبدیلی کا عقدہ مجھ پر نہ کھلا کہ اس چھوٹی سی عمر میں ان کو یہ فیض اور روحانی برکت کہاں سے ملی۔کچھ مدت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہ رُشد انہیں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت سے حاصل ہوئی ہے اور والد صاحب کو حضرت

صاحب کی بیعت میں شامل کرنے کا ایک بڑا بھاری ذریعہ ہماری تبدیلی تھی۔(یعنی بچوں کی تبدیلی سے والد احمدی ہوئے )جس نے ان کو حضرت اقدس کی طہارت اور انفاس طیبہ کی نسبت اندازہ لگانے کا اچھا موقعہ دیا۔ (اصحاب احمد جلد 1 صفحہ 186)

حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کا نمونہ، جو حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے والد تھے۔ان کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ:

''میری طبیعت پر بچپن سے یہ اثر تھا کہ والد صاحب (چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ) نماز بہت پابندی کے ساتھ اور سنوار کر ادا فرمایا کرتے تھے اور تہجد کا التزام رکھتے تھے۔ مَیں اپنے تصور میں اکثر والد صاحبؓ کو نماز پڑھتے یا قرآن کریم کی تلاوت کرتے دیکھتا ہوں۔ بیعت کر لینے کے بعد فجر کی نماز کبوتراں والی مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔مسجد ہمارے مکان سے فاصلے پر تھی اس لئے والد صاحب گھر سے بہت اندھیرے ہی روانہ ہو جایا کرتے تھے۔''

(اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 163)

پھر بلا ناغہ نمازوں کی پابندی کے بارہ میں ایک نمونہ پیش کرتا ہوں حضرت بابو فقیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کا۔آپ ''دل بہ یار دست بہ کار'' پر عمل پیرا تھے۔ایم بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں انگریزوں کا رعب داب بھی بہت تھا۔وہ کہتا تھا مولوی صاحب! کوئی حادثہ کروا دو گے۔ ہر وقت نماز پڑھتے رہتے ہو۔آپ اس کی ایسی باتوں سے بہت تنگ پڑے۔ایک روز دروازہ اور کھڑکی آپ نے بند کی (دفتر کی) اور اس کے قریب ہو کر بات کرنے لگے۔تو وہ گھبرا گیا مبادا آپ حملہ کر دیں۔آپ نے اسے اطمینان دلایا کہ میرا ایسا ارادہ نہیں۔ مَیں علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ آپ دفتر میں قضائے حاجت پر وقت صرف کرتے ہیں۔اسی طرح چائے سگریٹ پینے پر بھی۔پھر مجھ پر معترض کیوں ہیں؟ کہنے لگا یہ امور تو مقتضائے طبیعت ہیں۔آپ نے کہا مَیں آپ کے ماتحت ہوں،آپ کی فرمانبرداری کروں گا لیکن صرف انہی احکام میں جو فرض منصبی

سے متعلق ہوں۔ دیگر امور کے متعلق اطاعت مجھ پر فرض نہیں۔اس لئے نمازوں سے آپ کے کہنے پر مَیں رُک نہیں سکتا۔ میری غفلت سے حادثہ رونما ہو یا ٹرین میں تاخیر ہو جائے تو بے شک آپ مجھ سے نرمی کا سلوک نہ کریں۔ یہ کہہ کر آپ نے دروازہ اور کھڑکی کھول دی۔ وہ آپ کی گفتگو سے بہت حیران ہوا............اس گفتگو کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ آپ کے لوٹے کو ہاتھ ڈالتے ہی وہ کہتا: مولوی صاحب آپ تسلی سے نماز پڑھیں، مَیں آپ کے کام کا خیال رکھوں گا۔ایک دن آپ کا روکھا سوکھا کھانا دیکھ کر بھی اس پر بہت اثر ہوا کہ ان کا یہ حال ہے۔''

(اصحاب احمد جلد 3 صفحہ 55)

یہاں انگلستان میں ایک ہمارے پرانے احمدی بلال نٹل صاحب جب احمدی ہوئے تو انہوں نے اپنے لئے ''بلال'' نام کا انتخاب کیا اور پھر حضرت بلالؓ ہی کے تتبع میں انہوں نے نماز کی خاطر بلانے میں (اذان دینے میں) ایک خاص نام پیدا کیا۔انہیں سچ مُچ نماز کے لئے بلانے کا ازحد شوق تھا۔

(ماھنامہ انصاراللہ جون 1965 صفحہ 36)

## نفسانی جوشوں کو دبانا

پھر یہ ہے شرط کہ نفسانی جوشوں کو دبانا، اس میں کیا مثالیں ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک خوبی بیان فرماتے ہیں کہ غیر مسلموں کے ساتھ جلسہ تھا اور وہاں جھگڑا ہو گیا اور بڑے ضبط کا نمونہ دکھایا جماعت نے۔فرماتے ہیں کہ:

> ''اگر پاک طبع مسلمانوں کو اپنی تہذیب کا خیال نہ ہوتا اور بموجب قرآنی تعلیم کے صبر کے پابند نہ رہتے اور اپنے غصہ کو تھام نہ لیتے تو بلاشبہ یہ بدنیت لوگ ایسی اشتعال دہی کے مرتکب ہوئے تھے کہ قریب تھا کہ وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا۔مگر ہماری جماعت پر ہزار آفرین ہے کہ انہوں نے بہت عمدہ نمونہ صبر اور برداشت کا دکھایا اور وہ کلمات (غیر مسلموں) کے جو گولی مارنے سے بدتر تھے ان کو سن کر چپ کے چپ رہ گئے۔''

اسی طرح فرماتے ہیں کہ:

''اگر میری طرف سے اپنی جماعت کے لئے صبر کی نصیحت نہ ہوتی اور اگر مَیں پہلے سے اپنی جماعت کو اس طور سے تیار نہ کرتا کہ وہ ہمیشہ بدگوئی کے مقابل پر صبر کریں تو وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا۔ مگر یہ صبر کی تعلیم تھی کہ اس نے ان کے جوشوں کو روک لیا۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن نمبر 23 صفحہ 10)

پھر نفسانی جوشوں کو دبانے کی ایک مثال حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی ہے۔ عجیب نمونہ ہے۔ روایت ہے کہ:

''ایک روز حضرت شاہ صاحب نماز کی ادائیگی کے لئے نزدیکی مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس وقت ایک سخت مخالف احمدیت چوہدری رحیم بخش صاحب وضو کے لئے مٹی کا لوٹا ہاتھ میں لئے وہاں موجود تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی (ڈاکٹر صاحب سرکاری ڈاکٹر تھے، سرکاری ہسپتال میں وہاں تعینات تھے) مذہبی بات چیت شروع کر دی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی کسی بات پر چوہدری رحیم بخش صاحب نے شدید غصہ میں آ کر مٹی کا لوٹا زور سے آپ کے ماتھے پر دے مارا۔ لوٹا ماتھے پر لگتے ہی ٹوٹ گیا۔ ماتھے کی ہڈی تک ماؤف ہوگئی اور خون زور سے بہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب کے کپڑے خون سے لت پت ہو گئے۔ آپ نے زخم والی جگہ کو ہاتھ سے تھام لیا اور فوراً مرہم پٹی کے لئے ہسپتال چل دئے۔ ان کے واپس چلے جانے پر چوہدری رحیم بخش بہت گھبرائے کہ اب کیا ہوگا؟ یہ سرکاری ڈاکٹر ہیں۔ افسر بھی ان کی سنیں گے اور میرے بچنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ مَیں کہاں جاؤں! اور کیا کروں؟ وہ ان خیالات میں ڈرتے ہوئے اور سہمے ہوئے مسجد میں ہی دَبکے پڑے رہے۔ ادھر ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال میں جا کر زخمی سر کی مرہم

پٹی کی،دوائی لگائی اور پھر خون آلود کپڑے بدل کر دوبارہ نماز کے لئے اسی مسجد میں آ گئے۔ جب ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب دوبارہ مسجد میں داخل ہوئے اور چوہدری رحیم بخش صاحب کو وہاں دیکھا تو دیکھتے ہی آپ مسکرائے اور مسکراتے ہوئے پوچھا کہ:''چوہدری رحیم بخش! ابھی آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا ہے یا نہیں؟''

یہ فقرہ سنتے ہی چوہدری رحیم بخش کی حالت غیر ہوگئی۔ فوراً ہاتھ جوڑتے ہوئے معافی کے ملتجی ہوئے اور کہنے لگے کہ شاہ صاحب! میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ یہ اعلیٰ صبر کا نمونہ اور نرمی اور عفو کا سلوک سوائے الٰہی جماعت کے افراد کے اور کسی سے سرزد نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ چوہدری صاحب احمدی ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد ان کے باقی اصحاب خانہ بھی جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئے۔''

(سیرت حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب صفحہ 63 شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تو یہ چند نمونے ہیں جو مَیں نے پیش کئے۔ یہ پہلی تین چار شرائط بیعت کے تعلق میں ہیں۔ انشاءاللہ کوشش کروں گا کہ آئندہ کچھ اور نمونے بھی پیش کروں کہ لوگوں میں بیعت میں داخل ہونے کے بعد کیا انقلابات آئے تا کہ نئے آنے والوں کو بھی اور آئندہ نسلوں کو بھی پتہ چلے اور وہ بھی اپنے اندر ایسی پاک تبدیلیاں پیدا کریں اور کبھی ان پر رعب دجال نہ آئے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 ستمبر 2003ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 21 نومبر 2003ء صفحہ 5 تا 9)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قدرت ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔پس اس

قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو دائمی بنائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کیلئے ایک ڈھال ہے۔ پس اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو خلافت احمدیہ سے کامل وفا اور وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔'' (الفضل انٹرنیشنل۔23 مئی 2003)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا وہ پیغام جو آپ نے جماعت احمدیہ راولپنڈی کے نام بھجوایا۔ فرمایا:

''اس موقع پر میرا پیغام آپ کیلئے یہ ہے کہ آپ میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ دعاؤں پر بہت زور دے اور اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھے اور یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھے کہ اس کی ساری ترقیات اور کامیابیوں کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی ہے۔ وہی شخص سلسلہ کا مفید وجود بن سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو اس کی کوئی بھی حیثیت نہیں۔ جب تک آپ کی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت رہیں گی اور آپ اپنے امام کے پیچھے پیچھے اس کے اشاروں پر چلتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت آپ کو حاصل رہے گی۔ خلافت کے استحکام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی اور اس کی برکات سے فیضیاب ہونے کی تلقین کرتے رہیں اور سیدنا حضرت مصلح

موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل میں برکات خلافت کے تذکرے اپنی محفلوں میں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر فضل فرمائے اور آپ کے اخلاص اور وفا میں مزید اضافہ کرے اور ہمیشہ اپنے فضلوں سے حصہ وافر عطا فرماتا رہے۔ آمین۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔ (روزنامہ الفضل ربوہ۔30 مئی 2003ء صفحہ 2)

## خلیفہ وقت کے احکامات کی پیروی

''جب تم بیعت میں شامل ہو گئے ہو اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے نظام میں شامل ہو گئے ہو تو پھر تم نے اپنا سب کچھ حضرت مسیح موعودؑ کو دے دیا اور اب تمہیں صرف ان کے احکامات کی پیروی کرنی ہے، ان کی تعلیم کی پیروی کرنی ہے۔ اور آپ کے بعد چونکہ نظام خلافت قائم ہے اس لئے خلیفۂ وقت کے احکامات کی، ہدایات کی پیروی کرنا تمہارا کام ہے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ۔20 جنوری 2004ء)

## نظام خلافت اور نظام جماعت کی اطاعت اہم بات ہے

''پس آج جب کہ یہ بات ابھی آپ کے ذہنوں میں تازہ ہے، میں اس بات کو اس لئے دہرا رہا ہوں کہ اس بات کو ہمیشہ تازہ رکھیں اور یہ عہد آپ میں مزید مضبوطی پیدا کرتا چلا جائے۔ یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی عہد بھی، کوئی بات بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی۔ کئیوں کو احساس بھی ہے۔ خطوط میں بھی لوگ لکھتے ہیں کہ ہم نے تو عہد کیا ہے اب ہم انشاء اللہ اس پر عمل کریں گے، کاربند رہیں گے۔ لیکن یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اس کے فضلوں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے طریقہ بتایا ہے، اس پر بھی عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنی عبادتوں

کے معیار پہلے سے بڑھائیں۔اس میں بڑھیں۔نیکیوں میں پہلے سے بڑھیں اور اعمال صالحہ بجالانے کی کوشش کرتے چلے جائیں۔نیکیوں میں نظام جماعت کی اطاعت بھی ایک اہم بات ہے۔اس کے بغیر نہ نیکیاں ہیں اور نہ عہد کی پابندی ہے۔نظام جماعت بھی خلافت کوقائم کرتا ہےاس لئے اس کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرایک کوتوفیق دے کہ وہ اپنے عہد پرقائم رہےاوراللہ تعالیٰ سےقریب تر ہوتا چلا جائے۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ۔22جولائی2008ء)

○ اطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک اور خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے خدا کی طرف سے ہدایت پا کر ہمارے لئے صحیح اورغلط کاتعین کردیا ہے۔پس احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کریں تبھی وہ جماعت کی برکات سے فیض یاب ہو سکتے ہیں اور اس کیلئے جیسا کہ میں نے کہا قربانیاں بھی کرنی پڑتی ہیں اور صبر بھی دکھانا پڑتا ہے۔کسی کے ایمان کے اعلیٰ معیار کا تبھی پتہ چلتا ہے جب اس پر کوئی امتحان کا وقت آئے اور صبر دکھاتے ہوئے اورقربانی کرتے ہوئے اس میں سے گزرجائے۔اس کی انااس کے راستہ میں روک نہ بنے۔اس کا مالی نقصان اس کے راستے میں روک نہ بنے۔اس کی اولاد اس کے اطاعت کے جذبہ کوکم کرنے والی نہ ہو۔ جب یہ معیار حاصل کرلو گے تو پھر انشاء اللہ انفرادی طور پر تمہارے ایمانوں میں ترقی ہوگی اور جماعتی طور پر بھی مظبوط ہوتے چلے جاؤ گے۔بعض لوگ ذاتی جھگڑوں میں نظام جماعت کے فیصلوں کا پاس نہیں کرتے یا اُن فیصلوں پرعمل درآمد کے طریقوں سے اختلاف رکھتے ہیں اورآہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے جاتے

ہیں اور اپنا نقصان کررہے ہوتے ہیں۔"

(خطبات مسرور۔جلد دوم۔صفحہ 608۔607)

○ "حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

"اے میرے آقا! مَیں اپنے دل میں متضاد خیالات موجزن پاتا ہوں۔ ایک طرف تو مَیں بہت اخلاص سے اس امر کا خواہاں ہوں کہ حضورؑ کی صداقت اور روحانی انوار سے بیرونی دنیا جلد واقف ہوجائے۔اور تمام اقوام وعقائد کے لوگ آئیں اور اس سرچشمہ سے سیراب ہوں جو اللہ تعالیٰ نے یہاں جاری کیا ہے۔لیکن دوسری طرف اس خواہش کے عین ساتھ ہی اس خیال سے میرا دل اندوہ ہگیں ہوجاتا ہے کہ جب دوسرے لوگ بھی حضورؑ سے واقف ہوجائیں گے اور بڑی تعداد میں یہاں آنے لگیں گے تو اس وقت مجھے آپؑ کی صحبت اور قرب جس طرح میسر ہے اُس سے لطف اندوز ہونے کی مسرت سے محروم ہوجاؤں گا۔ایسی صورت میں حضور دوسروں کے گھر جائیں گے۔

حضور والا! مجھے اپنے پیارے آقا کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے کا جو مسرت بخش شرف حاصل ہے اس سے مجھے محرومی ہو جائے گی۔ایسی متضاد خواہشات یکے بعد دیگرے میرے دل میں رونما ہوتی ہیں۔

تو قاضی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام میری یہ باتیں سن کر مسکرادئے۔"

(اصحاب احمد جلد6صفحہ10)

○ پھر قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کا ہی ایک نمونہ ہے۔قاضی عبدالرحیم صاحبؓ سناتے تھے کہ ایک دفعہ والد صاحبؓ نے خوشی سے بیان کیا کہ مَیں وضو کررہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے میرے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون صاحب

ہیں۔تو حضورؑ نے میرا نام اور پتہ بتاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ عشق ہے۔ چنانچہ قاضی صاحبؓ اس بات پر فخر کیا کرتے اور (تعجب سے) کہا کرتے تھے کہ حضورؑ کو میرے دل کی کیفیت کا کیونکر علم ہو گیا۔ یہ اسی عشق کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت قاضی صاحبؓ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مَیں بڑی مشکل سے تمہیں حضرت مسیح موعودؑ کے در پر لے آیا ہوں۔اب میرے بعد اس دروازہ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ آپ کی اولاد نے اس پر کامل طور پر عمل کیا۔

(اصحاب احمد جلد 6 صفحہ 8۔9)

○ حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو کابل میں 1924ء میں شہید کیا گیا۔شہادت سے پہلے انہوں نے قید خانہ سے ایک احمدی دوست کو خط لکھا اور اس میں فرمایا:

> ''میں ہر وقت قید خانہ میں خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ الٰہی اس نالائق بندہ کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخشے بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ الٰہی اس نالائق کے وجود کا ذرہ ذرہ احمدیت پر قربان کردے''۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 5)

○ پھر اسی دسویں شرط کے تحت کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک ایسا تعلق ہو گا جس کی نظیر نہ ہو۔ یہ واقعہ سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کا ہے کہ 1907ء میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد بیمار ہو گئے اور شدید قسم کا ٹائیفائڈ کا حملہ ہوا۔ان کی بیماری کے ایام میں کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد کی شادی ہو رہی ہے۔اور معبرین نے لکھا ہے کہ اگر شادی غیر معلوم عورت سے ہو تو اس کی تعبیر موت ہوتی ہے مگر بعض معبرین کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ایسے خواب کو ظاہری صورت میں پورا کر دیا جائے تو بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔پس جب خواب دیکھنے والے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا یہ خواب سنایا

تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ اس کی تعبیر موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے کی صورت میں بعض دفعہ یہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ اس لئے آؤ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ گویا وہ بچہ جسے شادی بیاہ کا کچھ علم نہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی شادی کا فکر ہوا۔ جس وقت حضور علیہ السلام یہ باتیں کر رہے تھے تو اتفاقاً حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی اہلیہ سیدہ سعیدۃ النساء بیگم صاحبہ جو یہاں بطور مہمان آئی ہوئی تھیں صحن میں نظر آئیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بلایا اور فرمایا ہمارا منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی مریم ہے۔ آپ اگر پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔ انہوں نے کہا حضور مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لوں۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے اہل وعیال گول کمرہ میں رہتے تھے۔ وہ (اہلیہ حضرت ڈاکٹر صاحب) نیچے گئیں۔ ڈاکٹر صاحب شاید وہاں نہ تھے۔ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا تو وہ آ گئے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں ان سے بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے؟ ان کو اس وقت دو خیال تھے کہ شاید ان کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ کرنے میں تامّل ہو۔ ایک تو یہ کہ اس سے قبل ان کے خاندان کی کوئی لڑکی غیر سید کے ساتھ نہ بیاہی گئی تھی۔ اور دوسرے یہ کہ مبارک احمد ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ اور ڈاکٹر صاحب مرحوم خود اس کا علاج کرتے تھے۔ اور اس وجہ سے وہ خیال کریں گے کہ یہ شادی ننانوے فیصد خطرہ سے پُر ہے۔ اور اس سے لڑکی کے ماتھے پر جلد ہی بیوگی کا ٹیکہ لگنے کا خوف ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کے گھر والوں کو یہ خیال تھا کہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر صاحب کمزوری دکھائیں اور ان کا ایمان ضائع ہو جائے اس لئے انہوں نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے تو کیا آپ پکے رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ مجھے اُمید ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔ اس پر والدہ مریم بیگم مرحومہ نے ان کی بات سنائی اور بتایا کہ اس طرح مَیں اوپر گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ

السلام نے فرمایا کہ مریم کی شادی مبارک احمد سے کر دیں۔ یہ بات سن کر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ ان کا یہ جواب سن کر مریم بیگم مرحومہ کی والدہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے، رو پڑیں اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا۔ کیا تم کو یہ تعلق پسند نہیں؟ انہوں نے کہا مجھے پسند ہے۔ بات یہ ہے کہ جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نکاح کا ارشاد فرمایا تھا، میرا دل دھڑک رہا تھا اور مَیں ڈرتی تھی کہ کہیں آپ کا ایمان ضائع نہ ہو جائے۔ اور اب آپ کا جواب سن کر مَیں خوشی سے اپنے آنسو روک نہیں سکی۔ چنانچہ یہ شادی ہو گئی اور کچھ دنوں کے بعد (جیسا کہ بیماری شدید تھی) وہ لڑکی بھی بیوہ ہو گئی۔ اب دیکھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ڈاکٹر صاحب کے اخلاص کو ضائع نہیں کیا اور حضرت مصلح موعودؓ سے ان کی شادی ہوئی جس کا نام حضرت اُمّ طاہر، مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔

(روزنامہ الفضل قادیان، یکم اگست 1944ء صفحہ 1۔2۔

بحوالہ سیرت سید عبدالستار شاہ صاحب صفحہ 122 تا 124)

○ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ کہ ابتدائی ایام میں، جو شروع کے دن تھے، چندے وغیرہ مقرر نہ ہوئے تھے اور جماعت کی تعداد بھی تھوڑی تھی۔ ایک دفعہ کثیر تعداد میں مہمان آ گئے۔ اس وقت خرچ کی دقت تھی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے میرے روبرو حضرت اقدس علیہ السلام سے خرچ کی کمی کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ مہمان زیادہ آ گئے ہیں۔ آپ گھر گئے، حضرت ام المومنینؓ کا زیور لیا اور میر صاحب کو دیا کہ اس کو فروخت کر کے گزارہ چلائیں۔

پھر دوسرے تیسرے دن، وہ زیور کی جو آمد ہوئی تھی، روپیہ آیا تھا، ختم ہو گیا۔ میر صاحبؓ پھر حاضر ہوئے اور اخراجات کی زیادتی کے بارہ میں ذکر کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے مسنون طریقے پر ظاہر اسباب کی رعایت کر لی ہے اب وہ خود انتظام کرے گا۔ یعنی جو مسنون طریقہ

تھا، جو ہمارے پاس تھا وہ تو ہم نے دے دیا ہے، خرچ کر لیا ہے اب خدا تعالیٰ خود انتظام کرے گا جس کے مہمان ہیں۔ کہتے ہیں کہ دوسرے ہی دن اس قدر روپیہ بذریعہ منی آرڈر پہنچا کہ سینکڑوں تک نوبت پہنچ گئی۔ اس زمانہ میں سینکڑوں بھی بہت قیمت رکھنے والے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب کو لندن بھجوایا تو اسی اصول کے تحت یہ بھی نصیحت فرمائی کہ گاؤں کے لوگ حق کو مضبوطی سے قبول کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لندن سے دور کسی چھوٹے سے گاؤں میں جا کر رہیں۔ یعنی کچھ وقت گزاریں، دعائیں کریں اور دعوت کریں اور پھر دیکھیں کہ دعوت الی اللہ کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی نصیحت کر دی کہ یاد رکھیں کہ یہ لوگ سختی بھی کریں گے لیکن سمجھیں گے بھی۔ اس لئے سختی سے گھبرانا نہیں ہے۔

○ پھر حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی قربانی کا بھی ایک واقعہ ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ:

> ''ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب کہتے تھے کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے)

دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ:

''منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی۔''

منشی صاحب نے حیران ہوکر پوچھا:

''حضرت کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔''

حضرت صاحب نے فرمایا:

''یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے۔''

منشی صاحب نے کہا:

''حضرت! منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔''

اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے۔ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا۔ پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔

اللہ! اللہ! یہ وہ فدائی لوگ تھے جو حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو عطا ہوئے۔ ذرا غور فرمائیں کہ حضرت صاحب جماعت سے امداد طلب فرماتے ہیں مگر ایک اکیلا شخص اور غریب شخص اٹھتا ہے اور جماعت سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا

زیورفروخت کر کے اس رقم کو پورا کر دیتا ہے۔ اور پھر حضرت صاحب کے سامنے رقم پیش کرتے ہوئے یہ ذکر نہیں کرتا کہ یہ رقم میں دے رہا ہوں یا کہ جماعت۔ تا کہ حضرت صاحب کی دعا ساری جماعت کو پہنچے۔ اور اس کے مقابل پر دوسرا فدائی یہ معلوم کر کے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور میں اس خدمت سے محروم رہا۔ ایسا پیچ و تاب کھاتا ہے کہ اپنے دوست سے چھ ماہ تک ناراض رہتا ہے کہ تم نے حضرت صاحب کی اس ضرورت کا مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔"

(الفضل 4 ستمبر 1914ء بحوالہ اصحاب احمد روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی صفحہ 61، 62)

○ پھر ایک واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چوہدری رستم علی صاحب آف مدار ضلع جالندھر کورٹ میں انسپکٹر تھے۔ ان کی 80 روپے تنخواہ تھی۔ حضرت صاحب کو خاص ضرورت دینی تھی۔ آپ نے ان کو خط لکھا کہ یہ خاص وقت ہے اور چندے کی ضرورت ہے۔ انہی دنوں گورنمنٹ نے حکم جاری کیا کہ جو کورٹ انسپکٹر ہیں وہ انسپکٹر کر دئے جائیں۔ جس پر ان کو نیا گریڈ مل گیا اور جھٹ ان کے 80 روپے سے 180 روپے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے حضرت صاحب کو لکھا کہ ادھر آپ کا خط آیا اور اُدھر 180 روپے ہو گئے۔ اس لئے یہ اوپر کے سو روپے میرے نہیں ہیں، یہ حضرت صاحب کے طفیل ملے ہیں اس واسطے وہ ہمیشہ سو روپیہ علیحدہ بھیجا کرتے تھے۔

(روزنامہ' الفضل'۔ 15 مئی 1922ء صفحہ 7)

○ پھر ایک واقعہ ہے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کا۔ ان کا تھوڑا سا تعارف بھی کرا دوں۔ یہ حضرت ام ناصر جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی بیگم تھیں، ان کے والد تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے نانا ہوئے۔ تو ان کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ:

"جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سنا تو آپ

نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی۔ حضرت مسیح موعود نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعود نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جب کہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہورہا تھا اور آپ کو اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں لنگرخانہ دوجگہ پر ہوگیا ہے۔ ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں اور اس کے علاوہ مقدمہ پر بھی خرچ ہورہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اسی دن ان کو تنخواہ قریباً چارسو پچاس روپے ملی تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت صاحب کی خدمت میں بھیج دی۔ ایک دوست نے سوال کیا کہ آپ کچھ گھر کی ضروریات کے لئے رکھ لیتے تو انہوں نے کہا کہ خدا کا مسیح موعود لکھتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں۔ غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔''

(تقاریر جلسہ سالانہ 1962ء۔ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 40)

○ ایک واقعہ ہے:

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام 1892ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔ کسی خادمہ نے گھر میں حقہ رکھا اور چلی گئی

اسی دوران حقہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔ حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقہ پیتے تھے اور ان کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔ انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔ جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔''

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 157 یکے از 313)

○ مرزا احمد بیگ صاحب ساہیوال بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ میرے ماموں مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ ماموں صاحب خود حقہ پیتے تھے انہوں نے حضور سے عرض کیا بہت اچھا حضور۔ گھر آ کر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ ممانی جان نے سمجھا کہ آج شاید حقہ دھوپ میں پڑا رہا ہے اس لئے یہ فعل ناراضگی کا نتیجہ ہے لیکن جب ماموں نے کسی کو کچھ بھی نہ کہا تو ممانی صاحبہ نے پوچھا آج حقے پہ کیا ناراضگی آ گئی تھی؟ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں اس لئے پہلے اپنے حقہ کو توڑا ہے۔ چنانچہ ماموں صاحب نے مرتے دم تک حقے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔ (سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 4)

○ حضرت منشی برکت علی خاں صاحب صحابی حضرت اقدس شملہ میں ملازم تھے۔ احمدی ہونے سے پہلے انہوں نے ایک لاٹری ڈالی ہوئی تھی وہ لاٹری نکلی تو ساڑھے سات ہزار کی رقم ان کے حصے میں آئی۔ (اس زمانہ میں)۔ انہوں نے حضور سے پوچھا تو حضور نے اسے جؤا قرار دیا اور فرمایا اپنی ذات میں ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں۔ حضرت منشی صاحب نے وہ ساری رقم غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دی۔ (اصحاب احمد)

○ ایک واقعہ یہیں آپ کے ملک انگلستان کا محترم بشیر آرچرڈ صاحب کا ہے جنہوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا کیں اور اس کے بعد اپنی زندگی وقف کی۔ 1944ء میں احمدی ہوئے تھے اور قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کی اور جیسا کہ مَیں نے کہا ہے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اور اس کے بعد ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا۔ عبادات الٰہی اور دعاؤں میں بے انتہا شغف پیدا ہو گیا۔ ان کے قادیان کے پہلے دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی تھا۔ شراب بہت پیا کرتے تھے۔ فوری طور پر انہوں نے پہلے شراب ترک کی۔ انہوں نے جوئے اور شراب نوشی سے توبہ کر لی اور ان دونوں چیزوں سے ہمیشہ کے لئے کنارہ کشی اختیار کی، ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔

(الفضل 10 / جنوری 1978ء، عظیم زندگی صفحہ 8-9)

○ گیمبیا کے ایک عیسائی نوجوان نے احمدیت قبول کی تو ماں نے اس کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا مگر جب اس کی ماں نے قرآن کریم کی توہین شروع کی تو گھر چھوڑ کر نکل گیا اور دوبارہ اس گھر میں نہیں گیا۔ (ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1987ء صفحہ 6)

○ پھر ہمارے ایک مربی تھے یونس خالد صاحب وہ لکھتے ہیں کہ:

”وی وی کاہلوں صاحب بذریعہ کشف احمدی ہوئے تھے، مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب کے زمانے میں۔ پھر بعد میں وہ جماعت احمدیہ سیرالیون کے امیر بھی رہے۔ احمدی ہونے سے پہلے بالکل آزاد ماحول تھا اور ان کا ماحول تو اس حد تک آزاد تھا کہ ان کا پیشہ بھی، ویسے بھی وہ ڈانسر تھے۔ لیکن بیعت کے فوراً بعد اپنے اندر تبدیلی پیدا کی۔ تقویٰ وطہارت عبادت، خدا خوفی اور دیانت میں ایک مقام بنالیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی ترقیات سے نوازا۔ اور آپ علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف بھی تھے۔ جس علاقہ کے پیراماؤنٹ چیف تھے وہاں ہیروں کی بہت بڑی کانیں تھیں۔ آپ صاحب اختیار تھے۔ کیونکہ ان علاقوں میں چیف کافی

اختیار والے ہوتے ہیں۔آپ اگر چاہتے تو لاکھوں کروڑوں روپیہ کا فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن احمدیت کی حسین اور پاکیزہ تعلیم کی وجہ سے یہ دولت اپنے اوپر حرام سمجھی اور سادہ اور درویشانہ زندگی گزارتے رہے۔اور اونچی سطح میں بھی مشہور تھا کہ مسٹر وی وی کاہلوں ایک انتہائی دیانت دار پیراماؤنٹ چیف ہیں۔نہ خود رشوت لیتا ہے اور نہ ہی عملہ کو لینے دیتا ہے۔تو کہتے ہیں کہ جب آپ بیمار ہوئے۔ایک دن مَیں ان کی عیادت کے لئے گیا تو مجھے بلا کر کہتے ہیں کہ یونس! میری آنکھوں کے سامنے ہر وقت سبز رنگ کا کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟ مَیں نے انہیں کہا کہ چیف آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اور عشق ہے۔یہ اس کا نتیجہ ہے۔تو کہتے ہیں کہ مَیں دو ماہ تک جاتا رہا اور وہ یہی کہتے رہے کہ کلمہ طیبہ سبز رنگ کی روشنی سے ہمیشہ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔

پھر جب آپ ہسپتال میں داخل ہوئے تو نزع کی حالت طاری ہوئی تو ایک احمدی دوست مسٹر کوجی نے ان کا بازو پکڑ کر کہا کہ چیف پڑھو 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'۔آپ نے 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' پڑھا۔پھر مسٹر کوجی نے کہا 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ' آپ نے 'مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ' پڑھا اور پڑھتے ہی سر جھک گیا۔''

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک آسودہ حال خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔اور اس کے باوجود آپ کی پاکیزگی، انکسار اور سادگی قابل مثال تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر اور حضور کی غلامی کا جؤا گردن میں ڈال کر آپ نے دنیا طلبی کی خواہش ہی دل سے نکال دی۔مدرسہ احمدیہ کی ملازمت کا سارا عرصہ ایک مختصر سے مکان میں گزار دیا جو دراصل ایک چپڑاسی کے بھی لائق نہ تھا۔جب حضور کے در کی غلامی کی خاطر دنیا بھر کو چھوڑ دیا تو دنیوی چیزوں کی راحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

(اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ 9)

○ پھر یہاں دوبارہ مثال ہے مولوی برہان الدین صاحب کی، عاجزی کے بارہ میں۔ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خدا جانے کہاں خیال پہنچا کہ رونا ہی شروع کر دیا۔حضور نے بہت پیار سے پوچھا کہ مولوی صاحب خیر تو ہے؟ عرض کیا حضور پہلے میں کوٹھئی بنا، پھر بولئی بنا، پھر غزنی بنا، اب مرزائی بنا ہوں۔رونا تو اس بات کا ہے کہ عمر اخیر ہوگئی اور مَیں جھڈّو کا جھڈّ وہی رہ گیا۔ یعنی پہلے مَیں نے کوٹھے والے پیر صاحب کی قدم بوسی حاصل کی۔اس کے بعد باؤلی صاحب والے بزرگ کی خدمت میں رہا۔اس کے بعد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں پہنچا۔اب مَیں حضور کی خدمت میں آ گیا ہوں۔رونا تو اس بات کا ہے کہ مَیں وہی نالائق کا نالائق ہی رہا۔(یہ عاجزی تھی ان کی)۔اس پر حضور نے مولوی صاحب کو بہت محبت پیار کیا اور تسلی دی۔فرمایا:

مولوی صاحب! گھبرائیں نہیں۔جہاں آپ نے پہنچنا تھا وہاں آپ پہنچ گئے۔اب گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' تب جا کر سکون اور قرار ہوا۔

(ماہنامہ انصاراللہ ربوہ ستمبر 1977ء صفحہ 14)

○ حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11رمئی 2012ء کو مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔لندن میں خطبہ جمعہ میں فرمایا:

○ ہندوؤں نے شدھی تحریک شروع کی تو اس کے خلاف احمدیہ جماعت کی کوششوں میں بچے بھی بڑوں سے پیچھے نہیں رہے۔ پانچ سالہ بچے بھی ملکانہ کے علاقوں میں جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ایک بارہ سالہ بچے نے اپنے والد کو لکھا کہ دین حق کی خدمت کرنا بڑوں کا ہی نہیں ہمارا بھی فرض ہے۔اس لئے جب آپ دعوت الی اللہ کے لئے جائیں تو مجھے بھی لے چلیں اور اگر آپ نہ جائیں تو مجھے ضرور بھیج دیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد نمبر 5 صفحہ 6)

○ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ اپنے بھائی کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

''جن امور کے لئے مَیں نے قادیان میں سکونت اختیار کی مَیں نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود کی بیعت کئے

ہوئے بارہ سال ہو گئے اور مَیں اپنی شومئی طالع سے گیارہ سال گھر میں ہی رہتا تھا اور قادیان سے مہجور تھا صرف چند دنوں گاہ گاہ یہاں آتا رہا اور دنیا کے دھندوں میں پھنس کر بہت سی اپنی عمر ضائع کی۔ آخر جب سوچا تو معلوم ہوا کہ عمر تو ہوا کی طرح اڑ گئی اور ہم نے نہ کچھ دین کا بنایا اور نہ دنیا کا۔

یہاں مَیں چھ ماہ کے ارادہ سے آیا تھا (یعنی قادیان) مگر یہاں آ کر مَیں نے اپنے تمام معاملات پر غور کیا تو آخر یہی دل نے فتویٰ دیا کہ دنیا کے کام دین کے پیچھے لگ کر تو بن جاتے ہیں مگر جب دنیا کے پیچھے انسان لگتا ہے تو دنیا بھی ہاتھ نہیں آتی اور دین بھی برباد ہو جاتا ہے اور مَیں نے خوب غور کیا تو مَیں نے دیکھا کہ گیارہ سال مَیں نے نہ کچھ بنایا اور نہ میرے بھائی صاحبان نے کچھ بنایا۔ اور دن بدن ہم باوجود اس مایوسانہ حالت کے دین بھی برباد کر رہے ہیں۔ آخر یہ سمجھ کر کہ کار دنیا کسے تمام نہ کرد، کوٹلہ کو الوداع کہا اور مَیں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ مَیں ہجرت کر لوں۔ سو الحمدللہ مَیں بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ مَیں نے کوٹلہ سے ہجرت کر لی ہے اور شرعاً مہاجر پھر اپنے وطن میں واپس اپنے ارادہ سے نہیں آ سکتا۔ یعنی اس کو گھر نہیں بنا سکتا۔ ویسے مسافرانہ وہ آئے تو آئے۔ پس اس حالت میں میرا آنا محال ہے۔ مَیں بڑی خوشی اور عمدہ حالت میں ہوں۔ ہم جس شمع کے پروانے ہیں اس سے الگ کس طرح ہو سکتے ہیں............

میرے پیارے بزرگ بھائی مَیں یہاں خدا کے لئے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لئے ہے۔ مَیں کوٹلہ سے الگ ہوں۔ مگر کوٹلہ کی حالت زار سے مجھ کو سخت رنج ہوتا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ ہماری ساری برادری اور تمام کوٹلہ والوں کو سمجھ عطا فرمائے کہ آپ سب صاحب اسلام کے پورے خادم بن جائیں اور ہم سب کا مرنا اور جینا محض اللہ ہی کے لئے ہو۔ ہم خداوند تعالیٰ کے پورے

فرمانبردار مسلم بن جائیں۔...... ہماری شرائط بیعت میں ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور اپنی مہربان گورنمنٹ کے شکر گزار ہوں، اس کی پوری اطاعت کریں۔ یہی چیز مجھ کو یہاں رکھ رہی ہے کہ جوں جوں مجھ میں ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دنیا ہیچ معلوم ہوتی جاتی ہے اور دین مقدم ہوتا جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اور انسان کے احسان کے شکر کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اسی طرح گورنمنٹ عالیہ کی فرمانبرداری اور شکر گزاری دل میں پوری طرح سے گھر کرتی جاتی ہے۔''

(اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 126 تا 129)

○ جب 1920ء کا کارزار شدھی گرم کیا گیا تو احمدی ''مربیان'' کا یہ حال تھا کہ وہ تیز چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرتے۔ بعض اوقات کھانا تو کیا پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اکثر اوقات کچا پکا باسی کھانا کھاتے یا بھنے ہوئے چنے کھا لیتے اور پانی پی کر گزارہ کرتے۔ بعض اوقات ستو رکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اور انہیں پر گزارہ کرتے۔ صوفی عبدالقدیر صاحب کہتے ہیں کہ سولہ میل روزانہ کی اوسط سے چالیس دیہاتوں کے مابین سفر کرتے رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 5 ص 4)

○ امریکہ میں ایک صاحب احمدی ہوئے جو بہت بڑے موسیقار تھے اور اپنے وقت میں اس تیزی کے ساتھ میوزک میں ترقی کر رہے تھے کہ بہت جلد انہوں نے امریکہ کی سطح پر شہرت حاصل کر لی اور ان کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ ایسے عظیم الشان میوزیشن بنیں گے کہ گویا ان کو یاد کیا جائے گا کہ یہ اپنے زمانے کے بہت بڑے میوزیشن تھے۔ احمدی ہوئے تو نہ میوزک کی پرواہ کی۔ نہ میوزک کے ذریعے آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا سب کچھ یک قلم منقطع کر دیا اور اب وہ درویشانہ زندگی گزارتے ہیں اور باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا نام لیتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہو جاتے ہیں۔ (ماہنامہ خالد۔ جنوری 1988ء)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اپنی خلافت سے پہلے کا واقعہ لکھتے ہیں کہ:

''مَیں یہاں کس لئے آیا ہوں۔ دیکھو بھیرہ میں میرا پختہ مکان ہے اور یہاں مَیں نے کچے مکان بنوائے اور ہر طرح کی آسائش مجھے یہاں سے زیادہ وہاں مل سکتی تھی مگر مَیں نے دیکھا کہ مَیں بیمار ہوں اور بہت بیمار ہوں، محتاج ہوں اور بہت محتاج ہوں، لاچار ہوں اور بہت لاچار ہوں۔ پس مَیں اپنے ان دکھوں کے دور کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر کوئی شخص قادیان اس لئے آتا ہے کہ وہ میرا نمونہ دیکھے یا یہاں آ کر یا کچھ عرصہ رہ کر یہاں کے لوگوں کی شکایتیں کرے تو یہ اس کی نظر دھوکہ کھاتی ہے کہ وہ بیماروں کو تندرست خیال کر کے ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہاں کی دوستی اور تعلقات، یہاں کا آنا اور یہاں سے جانا اور یہاں کی بودوباش سب کچھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ماتحت ہونی چاہئے۔ ورنہ اگر روٹیوں اور چارپائیوں وغیرہ کے لئے آتے ہو تو بابا تم میں سے اکثر کے گھر میں ایسی روٹیاں وغیرہ موجود ہیں پھر یہاں آنے کی ضرورت کیا ہے؟ تم اس اقرار کے قائل اسی وقت ہو سکتے ہو جب تمہارے سب کام خدا کے لئے ہوں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/جنوری 1904)

○ حضرت مولوی سکندر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قادیان میں آ کر رہنے سے پہلے بندہ یہاں آیا ہوا تھا۔ (یہ مستقل رہائش سے پہلے ایک دن یہاں آئے تھے) صبح سیر کے لئے حضرت اقدس تشریف لے گئے تو بندہ بھی ساتھ ہو لیا۔ کہتے ہیں بھینی بھانگر کے مقابلے پر بسراواں والے راستے جا رہے تھے کہ راستے میں جناب نے فرمایا کہ جو لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ نہیں سکتے، جن کے چھوڑنے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، جیسے حقہ نوشی، افیم، بھنگ، چرس وغیرہ تو ایسا آدمی بڑی باتوں کو کس طرح چھوڑ سکے گا جس کے چھوڑنے سے ماں باپ، بھائی برادر، دوست، آشنا

ناراض ہوں۔ جیسے مذہب کی تبدیلی۔ (یعنی احمدیت قبول کرنا کس طرح برداشت کریں گے۔اس کے بعد تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں) اگر ان چھوٹی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی تکلیفیں کس طرح برداشت کرو گے؟ کہتے ہیں کہ بندہ اُس وقت حُقّہ پیا کرتا تھا۔اسی جگہ سنتے ہی قسم کھالی کہ حُقّہ نہیں پیوں گا تو اس طرح حقہ چھوٹ گیا۔ پہلے مَیں زور لگا چکا تھا اور نہیں چھوٹا تھا۔( تو یہ وہ تعلق اور محبت تھی جس نے مجبور کیا کہ اس برائی سے جان چھٹ گئی )

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 19-18

روایت مولوی سکندر علی صاحبؓ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء صفحہ 6)

○ حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر ولد میاں عبدالستار صاحب فرماتے ہیں کہ:

''غالباً 1901ء یا 1902ء میں ایک نواب صاحب مع اپنے خادمان کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں قادیان آئے۔ایک دن جبکہ مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں حاضر تھا،نواب صاحب کے دو اہلکار ایک سکھ اور ایک مسلمان آئے اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقے میں وائسرائے آنے والے ہیں۔آپ ان لوگوں کے تعلقات سے واقف ہیں۔نواب صاحب کا منشاء ہے کہ چند روز کے لئے حضورؓ ان کے ہمراہ چلیں۔انہوں نے فرمایا کہ مَیں اپنی جان کا آپ مالک نہیں۔میرا ایک آقا ہے اُس سے پوچھو۔چنانچہ ظہر کے وقت میں مسجد مبارک میں ان ملازمین نے حضرت نبی اللہؑ کی خدمت میں عرض کیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں ڈالیں انکار نہیں کریں گے۔ پانی میں ڈبوئیں تو انکار نہیں کریں گے۔ لیکن اُن کے وجود سے یہاں ہزاروں انسانوں کو فیض پہنچتا ہے۔ایک دنیادار کی خاطر ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم اتنے فیضان بند کر دیں۔ اگر ان کو زندگی کی ضرورت ہے تو یہاں رہ کر علاج کرائیں'' اور یہ نہیں ہے کہ وائسرائے صاحب آ

رہے ہیں تو ان کی طرف چلے جاؤ، کیونکہ یہاں غریبوں کا فائدہ ہو رہا ہے اس لئے اولیت غرباء کی ہے۔ اُسی دن بعدۂ صلوٰۃ عصر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ درس قرآن کے وقت فرمانے لگے کہ آج مجھے اس قدر خوشی ہے کہ مجھ سے بولا تک نہیں جاتا۔ ایک میرا آقا ہے۔ مجھے ہر وقت یہی فکر رہتی ہے کہ وہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ آج کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ وہ میری نسبت ایسا خیال رکھتا ہے کہ اگر میں نورالدین کو آگ میں ڈالوں تو انکار نہیں کرے گا۔ پانی میں ڈبوؤں تو انکار نہیں کرے گا۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 7 صفحہ 398-397 روایت حضرت اللہ دتہ صاحبؓ ہیڈ ماسٹر)

○ حضرت ماسٹر ودھاوے خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

''ماسٹر اللہ دتہ صاحب ریٹائرڈ سکول ماسٹر حال قادیان محلہ دارالرحمت نے جبکہ وہ گوجرانوالہ میں قلعہ دیدار سنگھ (سکول) میں نائب مدرس تھے، مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان میں مَیں گیا ہوا تھا تو مسجد مبارک میں حضور علیہ السلام احباب میں تشریف فرما تھے اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بھی وہاں پر موجود تھے۔ حضور نے اُن کی طرف (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت حکیم مولانا نورالدین کی طرف) اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص میرا سچا عاشق ہے۔ اس کے بعد جب مسجد سے باہر آئے تو مولوی صاحب نے چوک میں وعظ کے رنگ میں بیان کیا کہ جس شخص کو اُس کا معشوق یہ کہہ دے کہ میرا یہ عاشق ہے اس کو اور کیا چاہئے؟''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 26۔ روایت حضرت ماسٹر ودھاوے خاں صاحبؓ)

(بحوالہ خطبہ جمعہ سیدنا فرمودہ مورخہ 11 رمئی 2012ء الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء صفحہ 7)

○○

# اطاعتِ بیعت کے متعلق
# خلفائے احمدیت کے اوّلین خطابات

## حضرت مولانا حاجی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
## کا خطاب

''اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو بیعت بک جانے کا نام ہے۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔''

کلمہ شہادت اور استعاذہ کے بعد آیت (اٰل عمران: 105) پڑھی اور فرمایا:

''میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد شام میں نہیں پہنچے تھے کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئی ہیں مگر آپؐ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ چل دیئے۔ ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کئی پیشگوئیاں کی گئی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے

اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے۔ پہلے پارہ میں فرمایا کہ تم نے موسیٰ سے پانی مانگا اور ایسا ہی اور جگہ فرمایا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنّت ہے کہ بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا '' يُصِبْكُمْ بَعْضُ... '' اس بَعْضُ الَّذِيْ پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سرّ تھا کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا قَدْ يُوْعِدُ وَلَا يُوَفِّيْ یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے کہ اس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دُنیا میں ظاہر داری کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اس لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد۔ وہ میرا بھائی بھی ہے اور میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید

محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں سیّد بھی ہیں، خدمات دین میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اُٹھانا مامور کا کام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دُکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں، پھر طبیعت مناسب نہیں۔ اتنا بڑا کام آسان نہیں۔

حضرت صاحب کے ساتھ چار کام تھے۔ ایک ان کی اپنی عبودیت، دوم کنبہ پروری، سوم مہمان نوازی چہارم اشاعتِ اسلام جو ان کا اصل مقصد تھا ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی۔ آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں ویسے ہی بعد الموت کریں گے۔ باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعتِ اسلام کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے۔ اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کر لیا ہے۔ تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے کے لئے سخت مشکل ہے۔ پس میں

خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بِک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے۔ اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے۔ کوئی دوسرے کے لئے کیا اور کیونکر اُٹھائے۔ طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ اوّل بیمار، پھر اس قدر بوجھ، نثر، نظم، تصنیف دیگر ضروری کام۔ ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر، وہاں تائیدات روزانہ موجود۔ یاں میری حالت ناگفتہ بہ۔ اسی لئے فرمایا 'فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا...'' کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں کہ جناب ابوبکرؓ کے زمانہ میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثی کے سخت شور وشر اٹھا۔ مکہ والے بھی فرنٹ ہونے لگے۔ مگر وہ بڑی پاک روح تھی۔ جس نے انہیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔ مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو۔ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میرے باپ کے اوپر جو جو پہاڑ گرا ہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور ہو جاتا۔ پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے چکے تھے کہ ایک لشکر روانہ کرنا ہے بس اس کو بھیج دیا۔ ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا کہ مگر آخر

خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلایا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ ...کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت بھی اِس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ کے زمانے میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں۔ سب سے پہلا اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے۔ اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ کا انتظام کیا۔ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجے کی فرمانبرداری کی ضرورت ہے پھر کنبہ کی پرورش ہے۔ غرض کئی ایسے کام ہیں۔

اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں **طوعًا و کرھًا** اس بوجھ کو اُٹھاتا ہوں۔ وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اُٹھاتا ہوں جس نے فرمایا............ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس قوم کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی۔'' (الحکم 6 جون 1908ء)

اس تقریر کے بعد سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم آپ کے احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح کے جانشین ہیں چنانچہ باغ میں موجود تقریباً بارہ سو احباب نے بیعت کی۔ 28 مئی کے الحکم میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے انتخاب و بیعت کی خبر خصوصی پرچہ کی صورت میں شائع کر کے احباب تک پہنچا دی گئی۔○○

# حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

# کا اوّلین خطاب

"اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے، اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔"

(فرمودہ 14 مارچ 1914ء)

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سنو! دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے۔

میرے پیارو! مرا وہ محبوب آقا سید الانبیاء ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبوت کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایسی شان اور عزت ہے کہ آپ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں۔

پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم پر نازل ہوئی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔

پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے۔ اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعت اسلامیہ میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتدا کرو۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا اجماع جو ہوا۔ وہ وہی خلافت حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے۔ خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہوگئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو۔

تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود کو وعدوں کے موافق بھیجا حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب، ان کا درجہ اعلیٰ علّیین میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے۔ جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ وریشہ میں جاری تھی۔ جنّت میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے۔ اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا۔ اس وقت جو تم نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اُٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے

اپنے عقیدہ کا اظہار کروں۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا۔ تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو میں نہ کر سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں۔ میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دُنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہا ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو! اس ذمہ داری سے عہدہ برآء ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمابرداری میں میری اطاعت کرو۔

میں انسان ہوں اور کمزور انسان۔ مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔ تم سے غلطیاں ہوں گی میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا۔ اور میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض و غایت کو عملی رنگ میں پورا کرنا ہے۔ **پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو۔ تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہوگی۔** اگر نعوذ باللہ کہوں کہ خدا ایک نہیں تو اُسی خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں ہم سب کی جان ہے جو وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ اور لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ہے کہ میری ایسی بات ہرگز نہ ماننا۔

اگر میں تمہیں نعوذ باللہ نبوت کا کوئی نقص بتاؤں تو مت مانیو۔ اگر قرآن کریم

کا کوئی نقص بتاؤں تو پھر خدا کی قسم دیتا ہوں مت مانیو۔ حضرت مسیح موعود نے جو خدا تعالیٰ سے وحی پا کر تعلیم دی ہے اس کے خلاف کہوں تو ہرگز ہرگز نہ ماننا۔ ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امر معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا۔

اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لو گے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بہت بڑا بھروسہ رکھتا ہوں مجھے یقین کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی۔ پرسوں جمعہ کے روز میں نے خواب سنایا تھا کہ میں بیمار ہو گیا اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا اور میں نے سمجھا کہ شاید طاعون ہونے لگا تب میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور فکر کرنے لگا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے وعدہ کیا تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شاید خدا کے مسیح کے بعد یہ وعدہ نہ رہا ہو کیونکہ وہ پاک وجود ہمارے درمیان نہیں۔ اسی فکر میں کیا دیکھتا ہوں۔ یہ خواب نہ تھا، بیداری تھی۔ میری آنکھیں کھلی تھیں میں درودیوار کو دیکھتا تھا کمرے کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ ایک سفید اور نہایت چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے، نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا۔ اس نور میں سے ایک ہاتھ نکلا جس میں ایک سفید چینی کے پیالہ میں دودھ تھا جو مجھے پلایا گیا۔ جس کے بعد معاً مجھے آرام ہو گیا اور کوئی تکلیف نہ رہی۔ اس قدر حصہ میں نے تمہیں سنایا۔ اس کا دوسرا حصہ اُس وقت میں نے نہیں سنایا۔ اب سناتا ہوں۔ وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا تو معاً میری زبان سے نکلا ''میری امت بھی کبھی گمراہ نہ ہوگی''، تم میرے بھائی ہو جس کام کو حضرت مسیح موعود نے جاری کیا اپنے موقعہ پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے۔

پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ۔ میں نے حضرت مسیح موعود سے سنا اور بار بار سنا کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے۔ مل کر کوشش کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔

میں پھر تمہیں کہتا ہوں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں۔ اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ۔ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو۔ میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو! کہ کوئی کام ایسا نہ کرو کہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جیئیں اور مسلمان مریں، آمین۔''

(انوار العلوم جلد 2 کلمات طیبات صفحہ 3 تا 6 مطبوعہ قادیان)

○○

# حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ؒ

# کا اوّلین خطاب

"خدا تعالیٰ نے جو یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی ہے،
آپ کا فرض ہے کہ دعاؤں سے میری مدد کریں۔"

(فرمودہ 09 نومبر 1965ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کے متعلق اطاعت کا عہد لیا۔ تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد رقت بھرے الفاظ میں عہد کو دہرایا۔ عہد کے بعد آپ نے فرمایا کہ:

"یہ ایک عہد ہے جو صمیم قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ عالم الغیب ہے یہ یقین رکھتے ہوئے کہ لعنتی ہے وہ شخص جو فریب سے کام لیتا ہے میں نے آپ لوگوں کے سامنے دہرایا میں حتی الوسع تبلیغ اسلام کے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔ چونکہ آپ نے مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی ہے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کرتے رہیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے جیسے حقیر اور عاجز انسان سے وہ کام لے جو اسلام کی اشاعت اور توحید الٰہی کے قیام کے لئے ضروری ہے اور اپنی رحمت فرماتے ہوئے میرے دل پر آسمانی نور نازل فرمائے اور مجھے وہ کچھ سکھائے جو انسان خود نہیں سیکھ سکتا۔

میں بڑا ہی کم علم ہوں، نا اہل ہوں، مجھ میں کوئی طاقت نہیں کوئی علم نہیں جب میرا نام تجویز کیا گیا تو میں لرز اُٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ میری کیا حیثیت ہے

پھر ساتھ ہی مجھے یہ خیال آیا کہ ہمارے پیارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی بہت سی نعمتوں اور برکتوں سے نوازا تھا فرمایا ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

جب ہمارے پیارے امام نے ان الفاظ میں اپنے خدا کو مخاطب فرمایا ہے اوراس کے حضور اپنے آپ کو ''کرم خاکی'' قرار دیا ہے تو میں تو اس اپنے آپ کو کرم خاکی کہنے والے سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔لیکن ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں بے شک ناچیز ہوں اور ایک بے قیمت مٹی کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مٹی کو بھی نور بخش سکتا ہے اور اُسی مٹی میں بھی وہ طاقتیں اور قوتیں بھر سکتا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں اور اس مٹی میں ایسی چمک دمک پیدا کر سکتا ہے جو سونے اور ہیروں میں نہ ہو۔

غرض یہ کہ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں اپنی کمزوریوں کو بیان کر سکوں اس لئے آپ دعاؤں سے میری مدد کریں جہاں تک ہو سکے گا میں آپ میں سے ہر ایک کی بھلائی کی کوشش کروں گا۔اختلاف تو ہم بھائیوں میں بھی ہوسکتا ہے لیکن اختلاف کو انشقاق اور تفرقہ اور جماعت میں انتشار کا موجب نہیں بنانا چاہئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے وقت اور بعد میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے ہر فرد نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کے لئے جو قربانی ہمیں دینی پڑے ہم دیں گے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم اپنے مفاد کی خاطر جماعت کے مفاد کو قربان کر دیں بلکہ بہر صورت ہم جماعت کے مفاد کو مقدم کریں گے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو

اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی اور جو کام خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا اسے انہوں نے پوری طرح نبھایا اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ترقی دیں اور اس میں کمزوری نہ آنے دیں۔

اس بارے میں کل ایک دوست نے مجھ سے بات کرنا چاہی تو میں نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے جماعت کے مفاد کو قربان نہیں کرسکتا۔حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کا ہر فرد خدا کا ہے۔مسیح موعود کا ہے، جماعت کا ہے ہماری طرف سے کوئی کمزوری اور فتنہ نہ ہوگا۔

پس اب خدا تعالیٰ نے جو یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی ہے اور اس کام کے لئے آپ نے مجھے منتخب کیا ہے میں بہت کمزور ہوں اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ دعاؤں سے میری مدد کریں خدائے تعالیٰ مجھے توفیق بخشے کہ میں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرسکوں اور خدمتِ دین اور اشاعت اسلام میں کوئی روک پیدا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام ترقی کرتا چلا جائے حتیٰ کہ اسلام تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آجائے۔

آپ مجھے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ پائیں گے کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہماری اسی طرح تربیت کی ہے میں چھوٹا تھا اور اب اس عمر کو پہنچا ہوں ہم نے یہی محسوس کیا کہ حضور کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میرے بچے دُنیا کے لئے خیر کا منبع ہوں۔کسی کو ان سے تکلیف نہ پہنچے۔اسی خواہش کا حضور نے اپنے ایک شعر میں یوں اظہار فرمایا۔

الٰہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں

پھر مجھے جو ماں ملی جس نے میری تربیت کی یعنی حضرت اماں جان۔وہ ایسی تربیت کرتی تھیں کہ دُنیا کا کوئی ماہر نفسیات ایسی تربیت نہیں کرسکتا۔

فرمایا:

مجھے یاد ہے کہ ایک دو یتیم بچوں ( بہن بھائی ) کو حضرت اماں جان نے پالا تھا آپ نے اپنے ہاتھ سے نہلایا دھلایا اور ان کی جوئیں نکالیں۔ مجھے وہ کمرہ بھی یاد ہے جہاں دستر خوان بچھا تھا اور جس پر اماں جان نے اپنے ساتھ ان بچوں کو کھانے کے لئے بٹھایا لیکن معلوم نہیں مجھے اُس وقت کیا سوجھی کہ میں ان کے ساتھ نہ بیٹھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس دِن مجھے حضرت اماں جانؓ نے کھانا نہیں دیا یہاں تک کہ شام کو میں نے خود مانگ کر کھایا۔

اس میں ایک سبق تھا کہ جس کو دُنیا یتیم کہتی ہے مسکین کہتی ہے خدائے تعالیٰ کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کے نگران بنیں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 17 نومبر 1965ء)

OO

# حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ علیہ

# کا اوّلین خطاب

''بحیثیت خلیفہ اب نہ میں آپ کے سامنے جوابدہ ہوں، نہ جماعت کے کسی فرد کے سامنے جوابدہ ہوں۔ میں براہ راست اپنے رب کے حضور جوابدہ ہوں۔'' (فرمودہ 10 جون 1982ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل اطاعت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے سیکرٹری صاحب (مجلس شوریٰ۔ناقل) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث (اللہ تعالیٰ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے ان کے تمام مقاصد کو کامیاب کرے تمام نیک کام جن کی بنیادیں انہوں نے رکھیں ہم سب کو ان کو محض رضائے باری تعالیٰ کے جذبے سے معمور ہو کر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے) کا انتخاب ہوا تو آپ نے سب سے پہلے مختصر خطاب فرمایا اور اس کے بعد بیعت لی۔

میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ اپنے لئے بھی دُعا کریں اور میرے لئے بھی دُعا کریں کہ ...رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا...

یہ ذمہ داری اتنی سخت ہے، اتنی وسیع اور اتنی دل ہلا دینے والی ہے کہ اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کا بستر مرگ پر آخری سانس لینے کے قریب یہ فقرہ ذہن میں آتا ہے اَللّٰھُمَّ لَا لِیْ وَلَا عَلَیَّ۔

یہ درست ہے کہ خلیفۂ وقت خدا بناتا ہے اور ہمیشہ سے میرا اسی پر ایمان ہے اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی پر ایمان رہے گا۔ یہ درست ہے کہ اس میں کسی انسانی طاقت کا دخل نہیں اور اس لحاظ سے بحیثیت خلیفہ اب میں نہ آپ کے سامنے، نہ کسی کے سامنے جوابدہ ہوں نہ جماعت کے کسی فرد کے سامنے جوابدہ ہوں لیکن مجھ کو کوئی آزادی نہیں۔ کیونکہ میں براہِ راست اپنے رب کے حضور جوابدہ ہوں۔ آپ تو میری غلطیوں سے غافل ہو سکتے ہیں آپ کی میرے دل پر نظر نہیں۔ آپ شائد غائب کی باتوں کا علم نہیں جانتے۔ میرا رب میرے دل کی پاتال تک دیکھتا ہے۔ اگر جھوٹے عذر ہوں گے تو انہیں قبول نہیں فرمائے گا۔ اگر اخلاص اور پوری طرح وفا کے ساتھ، تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کوئی فیصلہ کیا تو اس کے حضور صرف وہی پہنچے گا۔ اس لئے میری گردن کمزوروں سے آزاد ہوئی لیکن کائنات کی سب سے زیادہ طاقتور ہستی کے حضور جھک گئی اور اسی کے ہاتھوں میں آئی ہے یہ کوئی معمولی بوجھ نہیں۔

میرا سارا وجود اس کے تصور سے کانپ رہا ہے کہ میرا رب مجھ سے راضی رہے۔ اُس وقت تک زندہ رکھے جس وقت تک میں اُس کی رضا پر چلنے کا اہل ہوں اور توفیق عطا فرمائے کہ ایک لمحہ بھی اس کی رضا کے بغیر میں نہ سوچ سکوں، نہ کر سکوں۔ وہم و گمان بھی مجھے اس کا پیدا نہ ہو۔ سب کے حقوق کا خیال رکھوں اور انصاف کو قائم کروں۔ جیسا کہ اسلام کا تقاضا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انصاف کے قیام کے بغیر احسان کا قیام بھی ممکن نہیں اور احسان کے قیام کے بغیر وہ جنّت کا معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا جسے اِیۡتَآئِ ذِی الۡقُرۡبٰی کا نام دیا گیا ہے۔ اس لئے سب دعائیں کریں۔

پیشتر اس کے کہ میں بیعت کا آغاز کروں میں چاہتا ہوں کہ حضرت چوہدری

محمد ظفر اللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب سے درخواست کروں کہ (صحابہ) کی نمائندگی میں آگے تشریف لا کر پہلا ہاتھ وہ رکھیں میری خواہش ہے، میرے دل کی تمنا ہے کہ وہ ہاتھ جس نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے ہاتھوں کو چھوا ہے وہ پہلا ہاتھ ہو جو میرے ہاتھ پر آئے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں۔ اس کے بعد بیعت کا آغاز ہوگا۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 جون 1983ء)

OO

# سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس

## ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

# کا اوّلین خطاب

**”احباب جماعت سے صرف ایک درخواست ہے کہ آج کل دعاؤں پہ زور دیں۔“** **(فرمودہ 22 اپریل 2003ء)**

امیر المومنین سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالی نے پہلی بیعت عام سے قبل مختصر سا خطاب فرمایا ۔ جو ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست تمام دنیا میں نشر گیا گیا۔تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

”احباب جماعت سے صرف ایک درخواست ہے کہ آج کل دعاؤں پہ زور دیں، دعاؤں پہ زور دیں، دعاؤں پہ بہت زور دیں۔ بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں۔اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت فرمائے اور احمدیت کا قافلہ اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے۔آمین۔“

(الفضل 5 اپریل 2003ء صفحہ 1)

○○

# خلفائے احمدیت کے اطاعت کے متعلق عملی نمونے

# حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خدام عطا فرمائے کہ اطاعت ووفا ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔آپ حضرت اقدس مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں :

''وہ ہرامر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکتِ قلب کی پیروی کرتی ہے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کی سیرت کا خاص اور امتیازی پہلو یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت وفدائیت اور اطاعت میں فنائیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اور آپ پر مسیح موعود علیہ السلام کی محبت اور اطاعت ختم ہے۔اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے صرف چند مثالیں دینی کافی ہوں گی یہ مثالیں تاریخ احمدیت جلد 3 سے لی گئی ہیں۔:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ؓ کا چشم دید واقعہ ہے کہ

''ایک دفعہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا....اور اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ ہی حضرت خلیفہ اوّل کو بلا بھیجا۔اس وقت مبارک احمد کی چارپائی دارالمسیح کے صحن میں بچھی ہوئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔حضرت خلیفہ اوّل تشریف لائے۔مبارک احمد کو دیکھا اور پھر حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے ساتھ بات کرنے کیلئے ایک سیکنڈ کی جھجک اور تامل کے بغیر چار پائی کے ساتھ صحن میں ہی ننگی یعنی فرش خاک پر بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شفقت سے فرمایا: مولوی صاحب چار پائی پر بیٹھیں۔ اس وقت بس یہی ایک چار پائی تھی جس پر مبارک مرحوم لیٹا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل سرک کر چار پائی کے قریب ہو گئے اور ایک ہاتھ چار پائی کے ایک کنارے پر رکھ کر بدستور فرش پر بیٹھے بیٹھے عرض کیا: حضرت میں ٹھیک بیٹھا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر محبت کے ساتھ فرمایا اور اس دفعہ غالباً حضرت خلیفہ اوّل ؓ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا: مولوی صاحب! یہاں میرے ساتھ چار پائی پر بیٹھیں۔ حضرت خلیفہ اوّل ؓ ناچار اُٹھے اور چار پائی کے ایک کنارے پر اس طرح جھک کر بیٹھ گئے کہ بس شاید چار پائی کے ساتھ آپ کا جسم چھوتا ہی ہوگا۔"

(تائیدِ حق۔ مصنفہ مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری۔ صفحہ 69)

○ حکیم محمد صادق صاحب گھوگھیاٹ کا بیان ہے کہ آپ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے کہ کسی نے پیغام دیا کہ حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھ کر چل دیئے۔ پگڑی گھسٹتی جاتی تھی اور آپ ؓ اسے لپیٹتے جاتے تھے۔ (حیات نور الدین۔ مؤلفہ عبدالقادر صاحب سوداگرمل۔ صفحہ 188)

## قادیان سے ایک منٹ باہر جانا آپ موت سمجھتے تھے

"آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک ہزار روپیہ روزانہ بھی مجھے دے تو میں حضرت صاحب کی صحبت چھوڑ کر قادیان سے باہر جانے کیلئے تیار نہیں۔ آپ احمدیوں کو بار بار مرکز میں آنے اور فیض اٹھانے کی تاکید کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں حضور کی صحبت کو اور قرب میں رہنے کو اس قدر عزیز سمجھتا ہوں کہ حضور کے حکم کے بغیر ایک منٹ بھی آپ سے علیحدگی گوارا نہیں اور کوئی شخص ایک لاکھ روپیہ بھی ایک دن کی اجرت دے اور حضرت صاحب کی اجازت

اور حکم کے بغیر مجھے حضور سے جدا کرنا چاہے تو میں اس ایک لاکھ روپیہ پر ہزار درجہ حضرت کے حضور ایک منٹ کی صحبت وقرب کو ترجیح دوں گا۔''

○ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بھتیجے مولوی دوست محمد صاحب بیمار تھے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ ایک دن کیلئے حضور کی اجازت لے کر میانی تشریف لے گئے اور صرف ایک دن رہ کر قادیان واپس چلے آئے۔ بعض لوگوں نے عرض بھی کیا کہ حضور ایک رات تو قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں اپنے مرشد کی طرف سے رات رہنے کی اجازت نہیں۔

○ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو اسہال کا عارضہ تھا۔ حضرت کی طرف سے تقریر کا حکم ملا۔ چنانچہ اسی وقت باہر چلے آئے اور قریباً تین گھنٹہ تقریر کی۔

○ ایک دفعہ خطبہ کے دوران آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام ملا۔ آپ نے خطبہ بند کر دیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد واپس آئے اور بقیہ خطبہ مکمل کیا۔

○ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''فصل الخطاب'' اور تصدیق براہین احمدیہ'' کے مجاہدہ کے علاوہ ایک کوڑھی کے علاج کا بھی مجاہدہ بتایا۔ چنانچہ آپ نے اس کی پوری پوری تعمیل کی۔ کوڑھی نے کچھ لیت ولعل کی۔ مگر آپ نے فرمایا: میں مجبور ہوں کیونکہ امام کا حکم ہے۔

○ ایک دفعہ حضرت ام المومنینؓ نے حضرت صاحبؑ کو کہلا بھیجا کہ فوراً آ کر میری فصد کر دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس موسم اور اس مرض میں اطباء فصد منع کرتے ہیں۔ اس کے بعد خادمہ دوبارہ آئی اور پیغام دیا کہ حضرت صاحبؑ نے فرمایا ہے کہ آپ فصد کر دیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے فی الفور اپنا نشتر اور سامان سنبھالا اور جا کر فصد کر دی۔

○ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری ایام میں ہمیشہ امام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ ہمیشہ مصلے پر آپ والی جگہ چھوڑ کر بائیں جانب کھڑے ہوا کرتے تھے اور کبھی ایک دفعہ بھی آپ مصلے کے وسط میں یا دائیں جانب کھڑے نہیں ہوئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بھی یہی طریق

رہاہے اور ایسا غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احترام کے خیال سے کیا جاتا تھا۔

○ ایک دفعہ جب کہ آپ ''الدار'' میں مقیم تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں شام کو آپ کی دعوت تھی۔ نماز مغرب کے بعد اپنے کمرہ میں ہی کھانے کی انتظار میں بیٹھے رہے مگر کھانا نہ آیا۔ آخر نماز عشاء پڑھی اور پھر انتظار کرنے لگے۔ حضرت اماں جی نے عرض کیا کہ اب وقت نہیں رہا۔ گھر سے ہی کھانا کھالیں۔ فرمایا کہ خدا کے مسیح نے خود شام کا کھانا بھجوانے کا ارشاد فرمایا ہے میں ساری رات کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ضرور حضور سے کھانا آئے گا۔ اسی اثناء میں باہر دستک ہوئی۔ پوچھا، آواز آئی۔ غلام احمد۔ آپ پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا۔ جلدی اٹھے، دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ حضور خود کھانا لئے کھڑے ہیں۔ فرمایا مولوی صاحب ناراض نہ ہوں، دیر بہت ہوگئی۔ خادم بھی چلے گئے۔ خود مجھے بھی یاد نہیں رہا۔ میں خود لے آیا ہوں۔

○ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اقدس کے گھر میں مستورات کے درمیان اس امر پر گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور کو اپنے مریدوں میں سب سے پیارا کون ہے؟ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو حضرت صاحب کو سب سے پیارے مولوی نورالدین ہیں اور اس کا امتحان بھی تم سب عورتوں کو ابھی کرائے دیتی ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر آپ حضرت اقدس کے کمرہ میں تشریف لے گئیں اور حضور کو مخاطب کر کے فرمانے لگیں کہ آپ کے جو سب سے پیارے مرید ہیں وہ... اتنا فقرہ کہہ کر حضرت ام المومنین چپ ہوگئیں۔ اس پر حضرت اقدس نے گھبرا کر پوچھا: مولوی نورالدین صاحب کو کیا ہوا۔ جلدی بتاؤ.. اس پر حضرت ام المومنین نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مولوی نورالدین صاحب اچھی طرح سے ہیں۔ میں تو آپ کے منہ سے یہ بات کہلوانا چاہتی تھی کہ آپ کے سب سے پیارے مرید کون سے ہیں۔

○ حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک رئیس نے جو غالباً راولپنڈی کے ضلع کا تھا، نے حضرت مولوی صاحب کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ وہ میرے علاج کیلئے ساتھ چلیں اور یہ بھی عرض کی کہ میں سو روپیہ یومیہ کے حساب سے انہیں فیس دوں

گا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سنا تو فرمایا کہ اگر میں نورالدین کو حکم دوں کہ تو پانی میں چلا جا تو وہ جانے کیلئے تیار ہے۔اگر میں اس کو کہوں کہ تو آگ میں داخل ہو جا تو وہ میرے حکم سے آگ میں بھی جانے کو تیار ہے۔وہ کسی طرح بھی میرے حکم سے انکار نہیں کر سکتا۔مگر میں اس کو اپنے سے علیحدہ نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ آپ فوت ہوئے اور سید النبیین و امام المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر کے ساتھ ساتھ دفن کئے گئے۔آپ نے خدا کے حبیب و رسول ؐ کو نہ زندگی میں چھوڑا نہ ممات میں۔اسی طرح حضرت خلیفہ اوّل کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ نے زندگی اور موت دونوں میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے پہلو میں جگہ پائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ آپ کی نسبت حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو لکھا:

''مولوی صاحب کا اس صدق و ثبات کا خط جس کو پڑھ کر رونا آتا تھا ایسے آدمی ہیں جن کی نسبت میں یقین رکھتا ہوں کہ اس جہان میں بھی میرے ساتھ ہوں گے اور اُس جہان میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 3۔صفحہ 560۔567)

○اطاعت امام میں فنا شدہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ نے تار دلوایا کہ دہلی آ جاؤ۔تار لکھنے والے نے لکھ دیا بلا توقف چلے آؤ۔ جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے تھے۔اس خیال سے کہ تعمیل میں دیر نہ ہو فوراً اُٹھے اور چل پڑے۔نہ گھر گئے، نہ لباس بدلا، نہ بستر لیا۔ یہاں تک کہ ریل کا کرایہ بھی جیب میں نہ تھا مگر اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرنی تھی۔خدا تعالیٰ نے بھی معجزانہ مدد کی اور ایک ہندو مریض سٹیشن پر بھجوا دیا جس نے دہلی کا ٹکٹ اور معقول رقم نذرانہ کے طور پر پیش کی۔یوں آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(حیات نور صفحہ 285)

○ آپ نے بھیرہ میں شفاخانہ اور ایک عالیشان مکان بنوانا شروع کیا۔ کچھ سامان خرید نے لاہور گئے تو زیارت کے لئے قادیان آ گئے۔ فوری واپسی کا ارادہ تھا اس لئے واپسی کی شرط پہ یکہ بھی کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں ۔ مولوی صاحب نے عرض کیا ہاں حضور! اب تو میں فارغ ہی ہوں ۔ وہاں سے اٹھے اور یکہ والے کو فارغ کر دیا۔ چند دن بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو اکیلے رہنے میں تکلیف ہوگی۔ آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں ۔ آپ نے بیوی کو بلوا لیا اور خط لکھا کہ تعمیر کا کام بند کر دو۔ مجھے آنے میں شاید دیر ہو جائے ۔ جب آپ کی بیوی آ گئی تو چند دن بعد حضورؑ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا اپنا کتب خانہ بھی منگوالیں ۔ چند دن بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے، اُسے بھی بلوا لیں ... پھر ایک موقع پر فرمایا کہ مولوی صاحب! اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ شروع میں تو میں ڈرا کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ میں بھیرہ نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھیرہ کا خیال بھی نہ آئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

> ''خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔''

○ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف حیات قدسی میں فرماتے ہیں:

## روح اطاعت

> سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ سعادت میں ایک دفعہ بٹالہ کا ایک ہندو رئیس جس کی بیوی بیمار تھی۔ اس کے علاج کے لئے قادیان حضرت سیدنا و مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے بغرضِ علاج بٹالہ جانے کی آپ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ:

''میں قادیان میں آزاد اور خودمختار نہیں بلکہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے تابع فرمان ہوں۔ اگر حضورؑ مجھے ارشاد فرمائیں گے تو میں بخوشی علاج کے لئے آپ کے ساتھ چلا جاؤں گا''

وہ ہندو رئیس فوراً حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے ماجرا بیان کیا۔ حضور اقدسؑ نے جو اس کے خاندان سے بخوبی واقف تھے حضرت مولانا صاحبؓ کو علاج کے لئے ساتھ لے جانے کی بخوشی اجازت دے دی۔ جب حضرت مولانا کو اجازت کا علم ہوا تو آپ بٹالہ روانہ ہونے سے پہلے حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ملاقات کے وقت حضورؑ نے فرمایا کہ ''مولوی صاحب! آپ آج ہی واپس تشریف لے آئیں گے؟'' آپ نے جواباً عرض کیا۔ ''ہاں حضور! آج ہی انشاءاللہ واپس آجاؤں گا''۔

اس کے بعد حضرت مولانا صاحب حضورؑ سے رخصت ہو کر بٹالہ کے لئے یکہ پر سوار ہوئے اتفاق سے رستہ میں سخت بارش ہوگئی اور بٹالہ قادیان کا کچا راستہ خراب ہو گیا۔ حضرت مولانا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بٹالہ پہنچ کر مریضہ کا معائنہ کیا۔ ضروری نسخہ اپنے سامنے تیار کروایا اور مغرب کے قریب واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ مالکِ مکان نے عرض کیا کہ بارش کی وجہ سے راستہ ناقابلِ گزر ہو رہا ہے اور اس وقت کوئی یکّہ بان اس راستہ پر جانے کے لئے تیار نہ ہوگا مغرب کا وقت بھی قریب ہے۔ آپ آج رات میرے ہاں تشریف رکھئے آپ کو ہر طرح آرام و سہولت رہے گی۔ حضرت مولانا صاحبؓ نے فرمایا کہ میں حضرت مرزا صاحب سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ آج ہی واپس آجاؤں گا لہٰذا میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے بہر حال آج ہی واپس جانا ہے۔

مالکِ مکان نے عرض کیا کہ ''حضرت مرزا صاحب کو علم ہے کہ سخت بارش کی

وجہ سے راستہ نا قابلِ گزر رہے۔اس لئے مجبوری ہے اور قادیان میں کوئی فوری کام بھی درپیش نہیں۔کل آپ کی واپسی کا پورا انتظام ہو جائے گا''۔لیکن وعدہ کرنے والے حضرت حکیم الامۃ مولانا نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور وعدہ اپنے مرشد اور آقا سے تھا۔تخلّف کیسے ہوتا۔آپ نے جب دیکھا کہ صاحب الدّار اپنی طرف سے ازراہِ ہمدردی سواری کا انتظام کرنے کے لئے تیار نہیں اور وقت زیادہ ہو رہا ہے تو آپ بغیر اطلاع بیٹھک سے نکل کر پیدل قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔راستہ جابجا کیچڑ، دلدل اور پانی سے بھرا ہوا تھا اور اوپر سے بارش ہو رہی تھی۔حضرت مولانا صاحب جسم کے بھاری بھرکم اور چلنے میں سست اور بطئ السّیر تھے۔بڑی دقت سے ابھی چند قدم ہی طے کئے تھے کہ دلدل میں پھنس گئے آخر مجبوراً جوتے اتار کر اُفتاں وخیزاں آگے بڑھے۔سنگریزوں اور کانٹوں کے چبھنے کی وجہ سے پاؤں چھلنی اور لہولہان ہو گئے۔اور آپ جوشِ عشق اور جذبۂ اطاعت میں گرتے پڑتے تقریباً ساری رات چلتے رہے۔یہاں تک کہ صبح کی اذان سے تھوڑا وقت پہلے قادیان پہنچ گئے اور جسم دھو کر اور کپڑے بدل کر صبح کی نماز میں مسجد مبارک میں شریک ہو گئے۔

نماز کے بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے کسی کام کے لئے آپ کو یاد فرمایا اور آپ نے اپنے آقا کے حضور حاضری دیدی۔اللہ! اللہ! اطاعت اور فرمانبرداری کا کیا ہی شاندار نمونہ تھا جو حضرت سیدنا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش فرمایا۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

(حیات قدسی۔صفحہ 628۔629)

OO

# حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا عہد

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقعہ پر 26 مئی 1908ء کو نہ صرف صبر کا عدیم النظیر نمونہ دکھایا بلکہ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ:

''اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں اور میں اکیلا رہ جاؤں تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمن کی پرواہ نہیں کروں گا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اطاعت خلافت کا سرٹیفکیٹ تو خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے بایں الفاظ عطا فرمایا :

''میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے...... مَیں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار ہے کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں۔'' (اخبار بدر 4 جولائی 1912ء صفحہ 7)

○ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

'' خلافت اولیٰ کے زمانہ میں مَیں نے خوب کہ جو ادب و احترام اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی کرتے تھے اس کا نمونہ کسی

اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں جاتے تو آپ دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے۔ اور جتنا وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اسی طرح دوزانو ہی بیٹھے رہتے۔ میں نے یہ بات کسی اور صاحب میں نہیں دیکھی۔ اسی طرح آپ ہر امر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے کسی امر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ارشاد ہوتا تو آپ اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔''

(الحکم قادیان 28 دسمبر 199ء صفحہ 8)

○ حضرت حکیم اللہ بخش صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ ہم نے سنا کہ صاحبزادہ صاحب بیٹ میں شکار کو آ رہے ہیں۔ ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے جو کھانا ساتھ لائے ہوئے تھے کھایا... نماز ظہر کا وقت ہوا تو مقامی امام کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ اسی طرح عصر کے وقت بھی ہوا۔ وہاں لوگوں نے درخواست کی کہ ایک رات ہمارے پاس ٹھہریں مگر آپ نے جواب دیا کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ؓ سے ایک ہی دن کی اجازت لے کر آیا ہوں۔ پھر کبھی آؤں گا تو رات ٹھہرنے کی اجازت لے کر آؤں گا۔ لہٰذا پھر جب آئے تو اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس بات سے ہم نے خلیفہ کی اطاعت کا سبق سیکھا۔''

(الفضل 5 نومبر 2007ء صفحہ 4)

○ سیدنا حضرت محمودؓ بچپن میں ٹوپی پہنا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ عید کے روز آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی کہ حضورؑ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ میاں تم نے عید کے دن بھی ٹوپی پہنی ہے آپ نے اسی وقت ٹوپی اتار دی اور پگڑی باندھ لی اور کچھ عرصہ بعد ٹوپی کا استعمال ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

(تاریخ احمدیت۔ جلد 4۔ صفحہ 20)

○ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ چوبارے کے صحن میں بیٹھے تھے اور بادام آگے رکھے تھے۔ میں بادام توڑ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت میاں بشیرالدین جن کی عمر اس وقت چار یا پانچ سال کی ہوگی، تشریف لائے اور سب بادام اٹھا کر جھولی میں ڈال لئے۔ حضرت اقدس نے یہ دیکھ کر فرمایا یہ میاں بہت اچھا ہے یہ زیادہ نہیں لے گا۔ صرف ایک یا دو لے گا۔ باقی سب ڈال دے گا جب حضرت صاحب نے یہ فرمایا۔ میاں نے جھٹ بادام میرے آگے رکھ دئے اور صرف ایک یا دو بادام لے کر چلے گئے۔

(تاریخ احمدیت۔ جلد 4۔ صفحہ 23)

## حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے تاثرات

''میں نے بچپن سے ہی حضور میں سوائے اوصاف حمیدہ اور خصائل محمودہ کے کچھ نہیں دیکھا۔ ابتداء میں ہی آپ میں نیکی کے انوار اور تقویٰ کے آثار پائے جاتے تھے۔ جو آپ کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اور زیادہ نمایاں ہوتے گئے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص میرے اس بیان کو خوش اعتقادی پر محمول کرے اس لئے میں آپ کے بچپن کی ایک بات کا ذکر کرتا ہوں جس سے ناظرین خود حقیقت کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کو بچپن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ہدایت فرمائی تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔ یہ ایک ہدایت تھی جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بچہ کو دی۔ اب دیکھئے کہ وہ خورد سال بچہ حضرت اقدسؑ کی اس ہدایت کی کس طرح تعمیل کرتا ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ابتداء میں حضور بندہ کے مکان پر پڑھنے کے لئے تشریف لاتے تھے اور وہ مکان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی مکان تھا جو حضور کے رہائشی مکان کے بالکل متصل بلکہ حضور کے گھر کے ساتھ ملحق تھا۔ ہم غالباً سال اس مکان میں

رہے اور اس تمام عرصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بندہ کے پاس پڑھنے کے لئے تشریف لاتے اور جب کبھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے گھر سے پانی پی کر پھر واپس تشریف لاتے۔ خواہ کیسا ہی مصفا پانی کیسے ہی صاف ستھرے برتن میں بھی آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا آپ اسے نہ پیتے۔ صرف اس لئے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے آپ کو ہدایت تھی کہ کسی کے ہاتھ سے کوئی کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔

اب بظاہر تو یہ ایک چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک چھوٹا سا آئینہ ہے جس میں ہمیں حضور کی اس وقت کی شکل صحیح رنگ میں نظر آ سکتی ہے۔ اول دیکھئے کہ حضور اس بچپن کے زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیسی کامل اطاعت کرتے اور کبھی بھی اس کی خلاف ورزی نہ کرتے۔ دوسرے دیکھئے کہ وہ اس اطاعت میں کس درجہ کی احتیاط سے کام لیتے۔ بظاہر حضرت اقدسؑ نے جب فرمایا کہ کسی کے ہاتھ سے کھانے پینے کی چیز نہ لینا۔ تو حضرت اقدسؑ کی مراد ایسی چیزوں سے تھی جو لوگ بچوں کو اپنی محبت اور پیار کے اظہار کے لئے دیتے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ کسی کے برتن سے پانی بھی نہ پینا۔ مگر آپ کی احتیاط اس درجہ کی تھی کہ آپ اپنے گھر کے سوا قادیان میں کسی اور گھر سے کسی گھڑے یا صراحی سے پانی لے کر پینا بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی ہی سمجھتے تھے۔ یہی حد درجہ کی احتیاط ہے جسے دوسرے لفظوں میں تقویٰ کہتے ہیں۔ پس آپ کے اسی عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ بچپن میں ہی اطاعت اور تقویٰ کی باریک راہوں پر گامزن تھے۔ اور یہی بیج تھا جو آپ کی عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا گیا اور زیادہ واضح اور زیادہ نمایاں شکل میں کمال کے آخری مرتبہ تک پہنچ گیا۔ یہ پانی کا واقعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ

ہوا۔ اور حضور ہمیشہ اطاعت کے اصول پر مضبوطی سے قائم رہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید حجاب کی وجہ سے آپ ہمارے گھر سے پانی پینے سے اجتناب فرماتے مگر ایسا نہیں تھا۔ آپ بے تکلفی سے ہمارے گھر میں رہتے اور حضور کی خوش خلقی اور خوش طبعی کی باتیں اس وقت تک بندہ کے گھر سے نہایت محبت کے ساتھ یاد کرتی ہیں۔ اور جب حضور کے منصب خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد بندہ کے گھر سے بیعت کے لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے اس وقت کے بچپن کے واقعات ان کو یاد دلائے۔ کیونکہ حضور کا حافظہ بہت مضبوط ہے۔"

(تاریخ احمدیت۔ جلد 4۔ صفحہ 35)

○○

# حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی اطاعت کے اس اعلیٰ وصف سے متصف تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کو پورا کرنے کیلئے راتوں رات جلسہ گاہ کی توسیع کر دی اور ایک ناممکن امر کو اپنے جذبہ اطاعت سے ممکن کر دیا۔

1929ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جلسہ گاہ حضرت مصلح موعود کی افتتاحی تقریر کے وقت ہی چھوٹی پڑ گئی اور حضورؓ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ جلسہ گاہ وسیع کیوں نہ بنائی گئی۔ اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو خیال آیا کیوں نہ ہم آج رات ہی بھرپور وقار عمل کر کے پرانی جلسہ گاہ کی سیڑھیاں جن پر گیلیاں رکھی جاتی تھیں گرا کر نئی جگہ وسیع جلسہ گاہ بناویں تا کہ خلیفہ وقت کی خواہش پوری کر سکیں۔ آپ نے حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب کے ذریعہ یہ بات حضرت میر محمد اسحاق صاحب افسر جلسہ سالانہ تک پہنچائی اور پھر فیصلہ ہوا کہ راتوں رات ہی یہ کام کیا جائے گا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ایک کلاس فیلو مکرم چوہدری عبد الوہاب جہلمی صاحب بیان کرتے ہیں:

''سابقہ تعمیر شدہ جلسہ گاہ ہٹا دی گئی۔ مستری آ گئے۔ اینٹ اور گارا مستریوں کو دینا اور شہتیریاں رکھنا ہم طلباء کی ڈیوٹی تھی۔ حضرت خلیفہ ثالثؒ اس وقت ایک

جفاکش مزدور کی مانند تمام رات کام کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے جیسے نکمے بھی حضور کو دیکھ کر چست ہوگئے۔ حضور کے دل میں حد سے زیادہ کام مکمل کرنے کا جذبہ اور تڑپ تھی۔ اینٹ اٹھانے میں اوّل، گارا پہنچانے میں آگے آگے، شہتیریاں اٹھاتے وقت بے دریغ کندھا دینا اور ساتھ ہی ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانا۔ سردیوں کی سرد اور لمبی رات، تمام رات لگاتار کام کرکے آپ نے یہ ثابت کردیا کہ **سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ**۔

(مصباح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نمبر جون جولائی 2008 ص 56)

اس واقعہ کے بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت جلسہ گاہ بڑی بنائی جا چکی تھی بس آخری شہتیری رکھی جارہی تھی تو ہمارے کانوں میں صبح کی اذان کے پہلے اللہ اکبر کی آواز آئی۔ وہ آواز اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے...

جب حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے تو آپ جلسہ گاہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔''

(مصباح جون جولائی 2008ء صفحہ 50)

OO

# حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ

## حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اطاعت کا روح پرور واقعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے نفس کو پاک کرنا پڑے گا، اپنے ضمیر کو آزاد کرنا پڑے گا کہ میں صرف اور صرف خدا کے سامنے جھکتا ہوں اور خدا کی نمائندگی میں اگر مجھ سے بہت ہی ادنیٰ آدمی بھی مجھ پر حاکم مقرر ہوں تو میں اس کے سامنے بھی جھکوں گا۔ یہ ہے اسلامی اطاعت کی روح۔ اگر اس کی تربیت مل جائے تو اس اطاعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بعض دفعہ انسان کو بہت سے معجزات دکھاتا ہے۔ اور یہ بتانے کیلئے اور یقین پیدا کرنے کیلئے کہ میری خاطر تم نے کیا ہے میں تمہاری خاطر دنیا کو تمہارا غلام بناؤں گا۔ میں اس کی ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں:

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک وفد مشرقی پاکستان بھجوایا جس میں میں بھی شامل تھا۔ وہاں سے واپسی پر مجھے کراچی میں ربوہ سے حضور کا فون پر یہ پیغام موصول ہوا کہ پہلی فلائیٹ پر یہاں پہنچ جاؤ۔ ہمارے بھائی صاحبزادہ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب بھی تھے اور ہمارے ایک اور بھائی کرنل مرزا داؤد احمد صاحب جن کے ہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے فون پر پتہ کیا تو بتایا یہ گیا کہ اس دن کی ساری (Flights) پروازیں Booked ہیں صبح کی Flights کا تو سوال ہی نہیں اور جب انہوں نے پوچھا کہ

Chance پر کوئی جگہ مل سکتی ہے یعنی اتفاقاً کچھ لوگ رہ جاتے ہیں تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اتناRush ہے کہ Chance پر بھی سینکڑوں آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس جلوس کے آخر پر اگر ہم ان کا نام لکھ لیں تو پھر بھی شائد کئی دن کے بعد باری آئے۔ یہ اس وقت Rush کی حالت تھی تو انہوں نے کہا پھر تو رہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم چند دن ٹھہرو تمہاری سیٹ بک کروا دیتے ہیں۔ جب باری آ گئی چلے جانا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کی یہ سوچ ہوگی ٹھیک ہے اور اس پر میں اعتراض نہیں کر سکتا لیکن مجھے حضرت صاحب کا حکم ہے کہ تم نے کل ضرور پہنچنا ہے اس لئے میں نے تو ضرور جانا ہے۔ انہوں نے کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تم جا ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا سوال بیشک نہ پیدا ہوتا ہو میں نے ائیر پورٹ پر جانا ہے کوشش کرنی ہے پھر اللہ کی جو مرضی، مگر یہاں میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا کہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ مجھے حکم دے کہ تم پہنچو اور میں آپ کے ساتھ بیٹھا آرام سے انتظار کرتا رہوں کہ جو کوشش کرنی تھی کوئی Chance ہے وہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے کوشش تو کرنی چاہئے۔ خیر میں جب صبح روانہ ہوا تو سب نے مذاق سے ہنس کر کہا کہ ہم تمہارا ناشتہ پر انتظار کریں گے واپس آ کر ناشتہ ہمارے ساتھ کرنا۔ میں ائیر پورٹ پر گیا انہوں نے کہا سیٹ ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا، نہیں ہے تو میں یہاں کھڑا رہتا ہوں۔ میں نے کہاChance انہوں نے کہا Chance کا بھی کوئی سوال نہیں۔ میں نے کہا کوئی حرج نہیں میں انتظار کرتا ہوں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں ابھی انتظار کر رہا تھا کہ اتنے میں وہ جو رجسٹر ہوتا ہے وہ انہوں نے بند کیا اور Call دی کہ جہاز چلنے والا ہے مسافر سوار ہونے کے لئے چلے جائیں۔ چنانچہ رجسٹر Pack کر کے روانہ ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایسا یقین ڈال دیا تھا کہ میں نے جانا ہی جانا ہے، میں وہیں کھڑا رہا

ایک نوجوان لڑکا میرے پاس دوڑتے ہوئے آیا اور کہنے لگا آپ کو لاہور کے لئے ٹکٹ چاہئے؟ میں نے کہا ہاں مجھے چاہئے، کہنے لگا میرے نام کا ہے آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں میرے نام پر سفر کرنے میں۔ میں نے کہا نہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں نے اسی وقت اس کو پیسے دیئے باوجود اس کے کہ اعلان ہو چکا تھا کہ جہاز پرواز کرنے والا ہے رجسٹر وغیرہ Pack کر کے جہاز کے عملہ کے لوگ روانہ ہو چکے تھے۔ میں نے اس کو پیسے دیئے اور ٹکٹ لے لیا کیونکہ پاکستان میں اگر کوئی آدمی (Internal Flight) اندرون ملک پروازوں میں جہاز Miss کرے تو اسے کافی جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے اس لئے وہ بے چارا گھبرایا ہوا تھا۔ خیر میں کھڑا تھا کہ اتنے میں جہاز کے عملہ کا ایک آدمی دوڑتے ہوئے آیا اور کہا ایک سواری کم ہے کوئی مسافر پیچھے تو نہیں رہ گیا۔ میں نے کہا میں ہوں اس نے میرا سامان پکڑا اور کہا یہ ساتھ ہی جائے گا کیونکہ اب الگ لوڈ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ چنانچہ سوٹ کیس ہاتھ میں پکڑا اور ہم دوڑتے دوڑتے جہاز میں سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے۔

اب یہ جو واقعہ ہے کوئی دنیا دار آدمی ہزار کوشش کرے، اس کو اتفاق ثابت کرنے کی، لیکن جس پر گزرا ہو وہ اسے کیسے اتفاق سمجھ سکتا ہے اس کو سو فیصدی یقین ہے کہ ان سارے واقعات کی یہ (Chain) زنجیر جو ہے۔ یہ اطاعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ یہ ہوائی جہاز اور ان کے عملہ وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں تم اگر میرے غلام بنتے ہو تو یہ تمہارے غلام بن جائیں گے، تمہارے لئے حالات تبدیل کئے جائیں گے۔ بظاہر یہ ایک چھوٹی سی بات تھی لیکن جس کے ساتھ یہ بات گزرے اس کی زندگی پر یہ بہت گہرا اثر ڈالتی ہے اتنا گہرا اثر کہ ہمیشہ کے لئے دل پر اللہ کا پیار اور اس کا احسان نقش ہو جاتا ہے۔

(خطبات طاہر جلد 2۔ صفحہ 506۔509)

# حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اطاعت کا روح پرور واقعہ

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بھی اطاعت خلافت کا پیکر تھے۔ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ ربوہ تحریر کرتے ہیں:

''آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے کامل عشق تھا۔ بحیثیت عہدیدار بھی جب کبھی حضورؒ کی طرف سے کوئی ارشاد آیا اس کو من وعن تسلیم کیا اور اس پر عمل بھی کیا... کیونکہ آپ کو اطاعت کے معنی بخوبی معلوم تھے۔ آپ تو عشق وفا کے کھیت کے باغبان تھے اور جانتے تھے جو خلیفۂ وقت نے فرما دیا وہی راستہ سیدھا ہے اور اسی میں برکت ہے۔''

(تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور ایدہ اللہ نمبر ستمبر اکتوبر 2008 صفحہ 25)

○ سیدہ محترمہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بیان کرتی ہیں:

''آپ ہر معاملے میں حضور کے ہر حکم کی پوری تعمیل کرتے۔ اُنیس بیس کا فرق بھی نہ ہونے دیتے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بیمار ہوئے تو آپ نے منع فرمایا تھا کہ کسی کے آنے کی ضرورت نہیں لیکن طبیعت کمزور تھی اور فکرمندی والی حالت تھی۔ جماعت بھی پریشان اور فکرمند تھی۔ انتہائی گرتی ہوئی صورت دیکھ کر

میاں سیفی (مرزا سفیر احمد صاحب) نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فون کر دیا اور صورت حال بتا کر کہا کہ اگر آپ آ جائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ لندن تشریف لے آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ملاقات کیلئے گئے تو حضور نے دریافت فرمایا کہ کیسے آئے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ کی طبیعت کی وجہ سے جماعت فکرمند ہے اس لئے پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ تو حضورؒ نے فرمایا کہ حالات ایسے ہی ہیں کہ فوراً واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بہت بہتر میں فوراً واپسی کی سیٹ بک کروا لیتا ہوں (اور جو پہلی فلائٹ آپ کو ملی اس پر واپس لوٹ گئے) بعد میں حضرت خلیفۃ المسیحؒ نے میاں سیفی سے پوچھا کہ اس (حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ) میں تو اتنی اطاعت ہے کہ یہ میرے کہے بغیر آ ہی نہیں سکتے یہ آیا کیسے؟ تب میاں سیفی نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بتایا کہ ان کو تو میں نے فون پر آنے کو کہا تھا اس لئے آئے ہیں۔ اس پر حضورؒ کو اطمینان ہوا کہ ان کی توقعات کے مطابق ان کے مجاہد بیٹے کی اطاعت اعلیٰ ترین معیار پر ہی تھی۔

(تشحیذ الاذہان ستمبر اکتوبر 2008 صفحہ 20-21)

○○

# حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض وفا شعار اور جاں نثار صحابہ کا ذکر خیر

# حضور علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مثیل کی حیثیت میں ایک بار پھر دوسرے گروہ ''آخرین'' میں بھی تشریف لائیں گے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آخرین میں آنے والے ان خوش نصیب افراد کو جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مثیل امام مہدی و مسیح موعود کو دیکھنے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔انہیں بھی صحابہ کا ہی رتبہ عطا فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○4

(سورۃ الجمعہ: آیت 3-4)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے۔اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔یعنی خدا اور اس کے سراط مستقیم سے بہت دور جا پڑے تھے۔تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول امی بھیجا اور اس رسول نے ان کے نفوس کو پاک کیا۔اور علم الکتاب اور حکمت سے ان کو ممسوح کیا یعنی نشانوں اور

معجزات سے مرتبہ یقین کامل تک پہنچایا اور خدا شناسی کے نور سے ان کے دلوں کو روشن کیا۔اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔وہ بھی اوّل تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہوں گے۔تب خدا ان کو بھی صحابہؓ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا۔یہاں تک کہ ان کا صدق اور یقین بھی صحابہ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا...اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت ﷺ کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ہی گروہ ہیں۔اوّل صحابہؓ آنحضرت ﷺ جو آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبویؐ پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیشگوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے ان میں ایک تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک روح رہ گئے۔دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہؓ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہؓ کی مانند آنحضرت ﷺ کے معجزات کو دیکھنے والا ہے۔ اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔اور آیت آخرین منھم میں جو اس گروہ کو منھم کی دولت سے یعنی صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصہ دیا گیا ہے۔یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔یعنی جیسا کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے معجزات دیکھے اور پیشگوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کریں گے۔''

(ایام الصلح بحوالہ تفسیر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 128۔129)

اسی طرح ایک اور مقام میں اپنی جماعت کے خلوص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

## ایک مخلص اور وفادار جماعت:

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"...اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک مخلص اور وفادار جماعت عطا کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کے لئے میں ان کو بلاتا ہوں۔ نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا ارشاد ہوتا ہے اور وہ تعمیل کے لئے تیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت تیار نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے لئے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹھانے پڑے۔ اور ان کے عوارض اور اسباب میں سے جماعت کی کمزوری اور بیدلی بھی شامل تھی؛ چنانچہ جب ان کو گرفتار کیا گیا، تو پطرس جیسے اعظم الحوارتین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا، بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیج دی۔ اور اکثر حواری ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہؓ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا، جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا۔ یہاں تک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک واسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے آخر کار ان کو بامراد کیا۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس قدر اور قدر کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفا دوری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ 223۔224)

ذیل میں آپ علیہ السلام کے مبارک الفاظ میں ایسے ہی بعض جاں نثار صحابہ کے حالات واقعات کتاب ''ازالہ اوہام'' سے درج کئے جاتے ہیں:

## حبّی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب بھیروی

مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقعہ دیا۔اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے انکو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے۔مولوی صاحب موصوف اگرچہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ ؎

قرار در کفِ آزادگاں نگیرد مال

لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔ اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا اوران کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محب کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہوسکتا۔اُن کو خدا تعالیٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقتِ بالا نے خارق عادت اثر اُن پر کیا ہے۔انہوں نے ایسے وقت میں بلاتردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سُست اور متذبذب ہو گئے تھے۔تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے:

اٰمنّا وصدقنا فاکتبنا مع الشّٰھدین

مولوی صاحب موصوف کے اعتقاد اور اعلیٰ درجہ کی قوتِ ایمانی کا ایک یہ بھی نمونہ ہے کہ ریاست جموں کے ایک جلسہ میں مولوی صاحب کا ایک ڈاکٹر صاحب سے جن کا نام جگن ناتھ ہے اس عاجز کی نسبت کچھ تذکرہ ہوکر مولوی صاحب نے بڑی قوت اور استقامت سے یہ دعویٰ پیش کیا کہ خدا تعالیٰ اُن کے یعنی اس عاجز کے ہاتھ پر کوئی آسمانی نشان دکھلانے پر قادر ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے انکار پر مولوی صاحب نے ریاست کے بڑے بڑے ارکان کی مجلس میں یہ شرط قبول کی کہ اگر وہ یعنی یہ عاجز کسی مدّت مسلّمہ فریقین پر کوئی آسمانی نشان دکھلا نہ سکے تو مولوی صاحب ڈاکٹر صاحب کو پنج ہزار روپیہ بطور جرمانہ دیں گے اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے یہ شرط ہوئی کہ اگر انہوں نے کوئی نشان دیکھ لیا تو بلا توقف مسلمان ہوجائیں گے اور اِن تحریری اقراروں پر مندرجہ ذیل گواہیاں ثبت ہوئیں۔

خان بہادر جنرل ممبر کونسل ریاست جمّوں، غلام محی الدین خاں سراج الدین سپرنٹنڈنٹ وافسر ڈاکخانجات ریاست جموں، سرکار سنگھ سیکرٹری راجہ امر سنگھ صاحب بہادر پریذیڈنٹ کونسل۔

مگر افسوس کہ ڈاکٹر صاحب ناقابل قبول اعجازی صورتوں کو پیش کر کے ایک حکمت عملی سے گریز کر گئے۔ چنانچہ انہوں نے ایک آسمانی نشان یہ مانگا کہ کوئی مراہوُا پرندہ زندہ کر دیا جائے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے اصولوں سے یہ مخالف ہے۔ ہمارا یہی اصول ہے کہ مُردوں کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کی عادت نہیں اور وہ آپ فرماتا ہے:

حرام علیٰ قریۃ اھلکنا ھا انّھم لا یرجعون[الانبیآء: 96]

یعنی ہم نے یہ واجب کر دیا ہے کہ جو مر گئے پھر وہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو یہ کہا تھا کہ آسمانی نشان کی اپنی طرف سے کوئی تعیّن ضروری نہیں بلکہ جو امر انسانی طاقتوں سے مخصوص نہیں لیکن ڈاکٹر صاحب اس سے کنارہ کر گئے اور مولوی صاحب نے وہ صدق قدم دکھلایا جو مولوی صاحب کی عظمتِ ایمان پر ایک محکم دلیل ہے۔ دل میں از بس آرزو ہے کہ اَور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔

جزاھم اللہ خیر الجزاء واحسن الیھم فی الدنیا والعقبی

## حبّی فی اللہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی

حکیم صاحب اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کے دوستوں میں سے اور ان کے رنگ اخلاق سے رنگین اور بہت با اخلاص آدمی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اُن کو اللہ اور رسول سے سچی محبت ہے اور اسی وجہ سے وہ اس عاجز کو خادم دین دیکھ کر حبّ لِلّٰہ کی شرط کو بجا لا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دین اسلام کی حقانیت کے پھیلانے میں اُسی عشق کا وافر حصہ ملا ہے جو تقسیم ازلی سے میرے پیارے بھائی مولوی حکیم نور دین صاحب کو دیا گیا ہے۔ وہ اِس سلسلہ کے دینی اخراجات کو بنظر غور دیکھ کر ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ چندہ کی صورت پر کوئی اُن کا احسن انتظام ہو جائے۔ چنانچہ رسالہ فتح اسلام میں جس میں مصارف دینیہ کی پنج شاخوں کا بیان ہے اُنہیں کی تحریک اور مشورہ سے لکھا گیا تھا۔ انکی فراست نہایت صحیح ہے وہ بات کی تہہ تک پہنچتے ہیں اور اُن کا خیال ظنونِ فاسدہ سے مصفّٰی اور مزکّٰی ہے۔ رسالہ ازالہ اوہام کے طبع کے ایام میں دوسو روپیہ اُن کی طرف سے پہنچا اور اُن کے گھر کے آدمی بھی اُن کے اس اخلاص سے متأثر ہیں اور وہ بھی اپنے کئی زیورات اس راہ میں محض للہ خرچ کر چکے ہیں۔ حکیم صاحب موصوف نے باوجود اِن سب خدمات کے جو اُن کی طرف سے ہوتی رہتی ہیں خاص طور پر پنج روپے ماہواری اس سلسلہ کی تائید میں دینا مقرر کیا ہے۔

جزاھم اللہ خیر الجزاء واحسن الیھم فی الدنیا والعقبیٰ۔

## حبّی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

مولوی صاحب اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اُن کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے۔ اخلاص کی برکت اور نورانیت اُن کے چہرہ سے ظاہر ہے۔ میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں مگر میرے خیال میں ہے کہ شاید بعض سے نہیں۔ لیکن اخویم

مولوی حکیم نور دین صاحب کے انوار صحبت نے بہت سا نورانی اثر اُن کے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر خشک باتوں سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہیں اور درحقیقت میں بھی اِسبات کو پسند نہیں کرتا کہ الٰہی کتاب کے واقعی اور سچے منشاء کے مخالف نیچر کے ایسے تابع ہوجائیں کہ گویا کامل ہادی ہمارا وہی ہے۔ میں ایسے حصّہ نیچریت کو قبول کرتا ہوں جس کو میں دیکھتا ہوں کہ میرے مولیٰ اور ہادی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اس کو قبول کرلیا ہے اور سُنّت اللہ کے نام سے اس کو یاد کیا ہے۔ مَیں اپنے خداوند کو کامل طور پر قادر مطلق سمجھتا ہوں اور اسی بات پر ایمان لا چکا ہوں کہ وہ جو چاہتا ہے کر دکھاتا ہے اور اسی ایمان کی برکت سے میری معرفت زیادت میں ہے اور محبت ترقی میں۔ مجھے بچوں کا ایمان پسند آتا ہے اور فلسفیوں کے بودے ایمان سے میں متنفّر ہوں مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہمرنگی میں ترقی کریں گے اور اپنے بعض معلومات میں نظرثانی فرمائیں گے۔

## حبّی فی اللہ مولوی غلام قادر صاحب

فصیح جوان صالح خوش شکل اور اس عاجز کی بیعت میں داخل ہیں۔ باہمت اور ہمدرد اسلام ہیں۔ قول فصیح جو مولوی عبدالکریم صاحب کی تالیف ہے اسی مرد باہمت نے اپنے مصارف سے چھاپی اور مفت تقسیم کی۔ قوت بیانی نئی طرز کے موافق بہت عمدہ رکھتے ہیں۔ اب ایک ماہواری رسالہ انکی طرف سے نکلنے والا ہے جس کا نام الحق ہوگا۔ یہ رسالہ محض اس غرض سے جاری کیا جائے گا تاکہ اس میں وقتاً فوقتاً ان مخالفوں کا جواب دیا جائے جو دین اسلام پر حملہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ اس کام میں اُن کی مدد کرے۔

## سیّد حامد شاہ صاحب سیالکوٹی

یہ سید صاحب محب صادق اور اس عاجز کے ایک نہایت مخلص دوست کے بیٹے ہیں جس قدر خداتعالیٰ نے شعر اور سخن میں اُن کو قوت بیان دی ہے وہ رسالہ قول فصیح کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔

میر حامد شاہ کے بشرہ سے علامات صدق و اخلاص و محبت ظاہر ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اسلام کی تائید میں اپنی نظم و نثر سے عمدہ عمدہ خدمتیں بجالائیں گے۔ اُن کا جوش سے بھرا ہوا اخلاص اور ان کی محبت صافی جس حد تک مجھے معلوم ہوتی ہے۔ مَیں اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ مجھے نہایت خوشی ہے کہ وہ میرے پُرانے دوست میر حسام الدین صاحب رئیس سیالکوٹ کے خلف رشید ہیں۔

## حبّی فی اللہ مولوی سیّد محمد احسن صاحب امروہی

مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔ مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں۔ اُن کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے۔ حال میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کے تائید دعویٰ میں بکمال متانت وخوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور مدقّق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دئے ہیں۔ ناظرین اس کو ضرور دیکھیں۔

## حبّی فی اللہ مولوی عبدالغنی صاحب

معروف مولوی غلام نبی خوشابی دقیق فہم اور حقیقت شناس ہیں اور علوم عربیہ تازہ بتازہ ان کے سینہ میں موجود ہیں اوائل میں مولوی صاحب موصوف سخت مخالف الرائے تھے۔ جب ان کو اس بات کی خبر پہنچی کہ یہ عاجز مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور مسیح ابن مریم کی نسبت وفات کا قائل ہے تب مولوی صاحب میں پرانے خیالات کے جذبہ سے ایک جوش پیدا ہوا اور ایک عام اشتہار دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد اس شخص کے ردّ میں ہم وعظ کریں گے۔ شہر لودھیانہ کے صدہا آدمی وعظ کے وقت موجود ہو گئے۔ تب مولوی صاحب اپنے علمی زور سے بخاری اور مسلم کی حدیثیں بارش کی طرح لوگوں پر برسانے لگے اور صحاح ستّہ کا نقشہ پُرانی لکیر کے موافق آگے رکھ دیا۔ اُن کے وعظ سے سخت

جوش مخالفت کا تمام شہر میں پھیل گیا۔ کیونکہ ان کی علمیّت اور فضیلت دلوں میں مسلّم تھی لیکن آخر سعادت ازلی کشاں کشاں اُن کو اس عاجز کے پاس لے آئی اور مخالفانہ خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ اب اُن کے پُرانے دوست اُن سے سخت ناراض ہیں۔ مگر وہ نہایت استقامت سے اس شعر کے مضمون کا وِرد کر رہے ہیں ؎

حضرت ناصح جو آویں دیدہ و دل فرش راہ

پر کوئی مجھ کو تو سمجھاوے کہ سمجھائینگے کیا

## حبّی فی اللہ نواب محمدؐ علی خان صاحب

رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ۔ یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے نامی رئیس ہیں۔ مورث اعلیٰ نواب صاحب موصوف کے شیخ صدر جہاں ایک باخدا بزرگ تھے جو اصل باشندہ جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے۔1469ء میں عہد سلطنت بہلول لودھی میں اپنے وطن سے اس ملک میں آئے شاہِ وقت کا اُن پر اس قدر اعتقاد ہو گیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح شیخ موصوف سے کر دیا۔اور چند گاؤں جاگیر میں دے دیئے۔ چنانچہ ایک گاؤں کی جگہ میں یہ قصبہ شیخ صاحب نے آباد کیا جس کا نام مالیر ہے۔شیخ صاحب کے پوتے بایزید خاں نامی نے مالیر کے متصل قصبہ کوٹلہ کو تقریباً 1573ء میں آباد کیا۔جس کے نام سے اب یہ ریاست مشہور ہے۔ بایزید خاں کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام فیروز خان تھا اور فیروز خان کے بیٹے کا نام شیر محمد خاں اور شیر محمد خاں کے بیٹے کا نام جمال خان تھا جمال خان کے پانچ بیٹے تھے۔مگر ان میں سے صرف دو بیٹے تھے جن کی نسل باقی رہی یعنی بہادر خان اور عطاء اللہ خان۔ بہادر خان کی نسل میں سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم ہے جس کا عنوان میں ہم نے نام لکھا ہے خدا تعالیٰ اس کو ایمانی امور میں بہادر کرے اور اپنے جد شیخ بزرگوار صدر جہان کے رنگ میں لاوے۔

سردار محمد علی خان صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ کی توجہ اور مہربانی سے ایک شائستگی بخش تعلیم پائی جس کا اثر اُن کے دماغی اور دلی قویٰ پر نمایاں ہے۔اُن کی خداداد فطرت بہت سلیم اور معتدل

ہے اور باوجود عین شباب کے کسی قسم کی حدّت اور تیزی اور جذبات نفسانی اُن کے نزدیک آئی معلوم نہیں ہوتی۔ میں، قادیان میں جب کہ وہ ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے، پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں اُن کو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں اور منکرات اور مکروہات سے بکلّی مجتنب ہیں۔ مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود باہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیز گار ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بتوفیقہٖ تعالیٰ خود اپنی اصلاح پر آپ زور دے کر رئیسوں کے بے جا طریقوں اور چلنوں سے نفرت پیدا کر لی ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ جو کچھ ناجائز خیالات اور اوہام اور بے اصل بدعات شیعہ مذہب میں ملائی گئی ہیں اور جس قدر تہذیب اور صلاحیت اور پاک باطنی کے مخالف ان کا عملدرآمد ہے ان سب باتوں سے بھی اپنے نور قلب سے فیصلہ کر کے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

وہ اپنے ایک خط میں مجھ کو لکھتے ہیں کہ ابتداء میں گو میں آپ کی نسبت نیک ظن ہی تھا لیکن صرف اس قدر کہ آپ اَور علماء اور مشائخ ظاہری کی طرح مسلمانوں کے تفرقہ کے مؤید نہیں ہیں بلکہ مخالفان اسلام کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ مگر الہامات کے بارے میں مجھ کو نہ اقرار تھا اور نہ انکار۔ پھر جب میں معاصی سے بہت تنگ آیا اور اُن پر غالب نہ ہو سکا تو میں نے سوچا کہ آپ نے بڑے بڑے دعوے کئے ہیں یہ سب جھوٹے نہیں ہو سکتے۔ تب میں نے بطور آزمائش آپ کی طرف خط و کتابت شروع کی جس سے مجھ کو تسکین ہوتی رہی اور جب قریباً اگست میں آپ سے لودھیانہ ملنے گیا تو اُس وقت میری تسکین خوب ہو گئی اور آپ کو ایک باخدا بزرگ پایا اور بقیہ شکوک کا پھر بعد کی خط و کتابت میں میرے دل سے بکلّی دھویا گیا۔ اور جب مجھے یہ اطمینان دی گئی کہ ایک ایسا شیعہ جو خلفائے ثلاثہ کی کسرِ شان نہ کرے سلسلہ بیعت میں داخل ہوسکتا ہے تب میں نے آپ سے بیعت کر لی۔ اب میں اپنے آپ کو نسبتًا بہت اچھا پاتا ہوں۔ اور آپ گواہ رہیں کہ میں نے تمام گناہوں سے آئندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ مجھ کو آپ کے اخلاق اور طرز معاشرت سے کافی اطمینان

ہے کہ آپ ایک سچے مجدّد اور دنیا کے لئے رحمت ہیں۔

## حبّی فی اللہ منشی احمد جان صاحب مرحوم

اس وقت ایک نہایت غم سے بھرے دل کے ساتھ یہ پُردرد مجھے لکھنا پڑا کہ اب یہ ہمارا پیارا دوست اس عالم میں موجود نہیں ہے اور خداوند کریم ورحیم نے بہشت بریں کی طرف بلا لیا۔

اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون وانا بفراقہ لمحزونون۔

حاجی صاحب مغفور مرحوم ایک جماعت کثیر کے پیشوا تھے اور اُن کے مُریدوں میں آثار رُشد وسعادت و اتباع سُنّت نمایاں ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پا چکے لیکن یہ امر اُن کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں داخل کرلیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سیرۃ صالحین پر اپنا توبہ کا اظہار کیا اور اپنی مغفرت کے لئے دعا چاہی اور لکھا کہ میں آپ کی للّہی ربط کے زیر سایہ اپنے تئیں سمجھتا ہوں اور پھر لکھا کہ میری زندگی کا نہایت عمدہ حصہ یہی ہے کہ میں آپ کی جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔ اور پھر کسر نفسی کے طور پر اپنے گذشتہ ایام کا شکوہ لکھا اور بہت سے رقّت آمیز ایسے کلمات لکھے جن سے رونا آتا تھا۔ اس دوست کا وہ آخری خط جو ایک دردناک بیان سے بھرا ہے اب تک موجود ہے مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آتے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہوُا کہ اس دور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہوُا بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سنی گئی اور خبر سنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حاجی صاحب مرحوم اظہار حق میں بہادر آدمی تھے۔

بعض نافہم لوگوں نے حاجی صاحب موصوف کو اس عاجز کے ساتھ تعلق ارادت رکھنے سے منع کیا کہ اس میں آپ کی کسر شان ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ مجھے کسی شان کی پرواہ نہیں اور نہ مریدوں کی حاجت۔ آپ کا صاحبزادہ کلاں حاجی افتخار احمد صاحب آپ کے قدم پر اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اور آثار رُشد واصلاح وتقویٰ اُن کے چہرے پر ظاہر ہیں۔ وہ باوجود

متوکلانہ گذارہ کے اول درجہ کی خدمت کرتے ہیں اور دل وجان کے ساتھ اس راہ میں حاضر ہیں خدا تعالیٰ ان کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے متمتع کرے۔

## حبّی فی اللہ مرزا محمد یوسف بیگ صاحب سامانوی

مرزا صاحب مرزا عظیم بیگ صاحب مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں جن کا حال رسالہ فتح اسلام میں لکھا گیا ہے اور وہ تمام الفاظ اخلاص کے جو میں نے اخویم مرزا عظیم بیگ صاحب مغفور ومرحوم کے بارے میں فتح اسلام میں لکھے ہیں اُن سب کے مصداق میرزا محمد یوسف بیگ صاحب بھی ہیں۔ ان دونوں بزرگوار بھائیوں کی نسبت میں ہمیشہ حیران رہا کہ اخلاق اور محبت کے میدانوں میں زیادہ کس کو قرار دُوں۔ میرزا صاحب موصوف ایک اعلیٰ درجہ کی محبت اور اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور اعلیٰ درجہ کا حُسن ظن اس عاجز سے رکھتے ہیں اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے میں اُن کے خلوص کے مراتب بیان کرسکوں یہ کافی ہے کہ اشارہ کے طور پر میں اسی قدر کہوں کہ **ھو رجل یحبّنا ونحبہ ونسئل اللہ خیرہ فی الدنیا والاٰخرۃ**۔ میرزا صاحب نے اپنی زبان اپنا مال اپنی عزت اس للّہی محبت میں وقف کر رکھی ہے اور اُن کا مریدانہ اور محبّانہ اعتقاد اس حد تک بڑھا ہوُا ہے کہ اب ترقی کے لئے کوئی مرتبہ باقی نہیں معلوم ہوتا۔ **وذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشآء**۔

## حبّی فی اللہ میاں عبداللہ سنوری

یہ جوان صالح اپنی فطرتی مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اُن وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لاسکتا۔ وہ متفرق وقتوں میں دو دو تین تین ماہ تک بلکہ زیادہ بھی میری صحبت میں رہا اور میں ہمیشہ بنظر ایمان اس کی اندرونی حالت پر نظر ڈالتا رہا ہوں سو میری فراست نے اسکی تہہ تک پہنچنے سے جو کچھ معلوم کیا وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان درحقیقت اللہ اور رسول کی محبت میں ایک خاص جوش رکھتا ہے۔ اور میرے ساتھ اس کے اس قدر تعلق محبت کے بجز

اِس بات کے اور کوئی بھی وجہ نہیں جو اس کے دل میں یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص محبّانِ خدا اور رسول میں سے ہے۔ اور اس جوان نے بعض خوارق اور آسمانی نشان جو اس عاجز کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے بچشم خود دیکھے ہیں جن کی وجہ سے اس کے ایمان کو بہت فائدہ پہنچا۔ الغرض میاں عبداللہ نہایت عمدہ آدمی اور میرے منتخب محبّوں میں سے ہے اور باوجود تھوڑے سے گزارہ ملازمت پٹوار کے ہمیشہ حسب مقدرت اپنی خدمت مالی میں بھی حاضر ہے اور اب بھی بارہ روپیہ سالانہ چندہ کے طور پر مقرر کر دیا ہے۔ بہت بڑا موجب میاں عبداللہ کے زیادت خلوص ومحبت واعتقاد کا یہ ہے کہ وہ اپنا خرچ بھی کر کے ایک عرصہ تک میری صحبت میں آ کر رہتا رہا اور کچھ آیات ربّانی دیکھتا رہا۔ سو اس تقریب سے روحانی امور میں ترقی پا گیا۔ کیا اچھا ہو کہ میرے دوسرے مخلص بھی اس عادت کی پیروی کریں۔

## حبّی فی اللہ مولوی حکیم غلام احمد صاحب

انجینئر ریاست جموں۔ مولوی صاحب موصوف نہایت سادہ وضع یک رنگ صاف باطن دوست ہیں اور عطر محبت اور اخلاص سے اُن کا دل معطّر ہے۔ دینی امدادات میں پورے پورے صدق سے حاضر ہیں۔ مولوی صاحب اکثر علوم وفنون میں کامل لیاقت رکھتے ہیں اور اُن کے چہرے پر استقامت وشجاعت کے انوار پائے جاتے ہیں اس سلسلہ کے چندہ میں دو روپیہ ماہواری انہوں نے اپنی مرضی سے مقرر کیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

## حبّی فی اللہ سیّد فضل شاہ صاحب لاہوری

اصل سکنہ ریاست جموں نہایت صاف باطن اور محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے اور کامل اعتقاد کے نور سے منور ہیں۔ اور مال وجان سے حاضر ہیں اور ادب اور حسن ظن جو اس راہ میں ضروریات سے ہے ایک عجیب انکسار کے ساتھ ان میں پایا جاتا ہے۔ وہ تہ دل سے سچی اور پاک اور کامل ارادت اس عاجز سے رکھتے ہیں اور للّٰہی تعلق اور حُب میں اعلیٰ درجہ انہیں حاصل ہے اور یکرنگی اور وفاداری کی صفت ان میں صاف طور پر نمایاں ہے اور ان کے برادر حقیقی ناصر شاہ بھی اس

عاجز سے تعلق بیعت رکھتے ہیں اور ان کے ماموں منشی کرم الٰہی صاحب بھی اس عاجز کے یک رنگ دوست ہیں۔

## حبّی فی اللہ منشی محمد اروڑا صاحب

نقشہ نویس مجسٹریٹی منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل آدمی ہیں۔سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو دن رات اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔عجیب منشرح الصدر اور جان نثار آدمی ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔شاید انکو اس سے بڑھ کر اور کسی بات میں خوشی نہیں ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر یک توفیق سے کوئی خدمت بجالاویں وہ دل وجان سے وفادار اور مستقیم الاحوال اور بہادر آدمی ہیں۔خدا تعالیٰ انکو جزائے خیر بخشے۔آمین۔

## حبّی فی اللہ میاں محمد خاں صاحب

ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں۔نہایت درجہ کے غریب طبع صاف باطن دقیق فہم حق پسند ہیں اور جس قدر میری نسبت انہیں عقیدت وارادت ومحبت ونیک ظن ہے، میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ مجھے ان کی نسبت یہ تردّد نہیں کہ اُن کے اس درجۂ ارادت میں کبھی کچھ خلل پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے وہ سچے وفادار اور جاں نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔خدا اُن کے ساتھ ہو اُن کا نوجوان بھائی سردار علی خاں بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔ یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت سعید ورشید ہے۔خدا تعالیٰ اُن کا محافظ ہو۔

## حبّی فی اللہ منشی ظفر احمد صاحب

یہ جوان صالح کم گو اور خلوص سے بھرا دقیق فہم آدمی ہے۔استقامت کے آثار وانوار اُس میں ظاہر ہیں۔وفاداری کی علامات وامارات اس میں پیدا ہیں۔ثابت شدہ صداقتوں کو خوب سمجھتا ہے۔

اور اُن سے لذّت اُٹھاتا ہے۔اللہ اور رسول سے سچی محبت رکھتا ہے اور ادب جس پر تمام مدار حصول فیض کا ہے اور حُسن ظن جو اس راہ کو مرکب ہے دونوں سیرتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ جزاھم اللہ خیرالجزاء۔

## حبّی فی اللہ سیّد عبدالہادی صاحب اورسیر

یہ سیّد صاحب انکسار اور ایمان اور حُسن ظن اور ایثار اور سخاوت کی صفت میں حصہّ وافر رکھتے ہیں۔وفادار اور متانت شعار ہیں۔ ابتلاء کے وقت استقامت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ وعدہ اور عہد میں پختہ ہیں۔حیا کی قابل تعریف صفت اُن پر غالب ہے۔اس عاجز کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی وہی ادب ملحوظ رکھتے تھے جو اَب ہے۔اللہ جلّشانہٗ کا اُن پر یہ خاص احسان ہے کہ وہ نیک کاموں کے کرنے کے لئے منجانب اللہ توفیق پاتے ہیں۔ اُن کی طبعیت فکر کے مناسب حال ہے۔انہوں نے اس سلسلہ کے لئے دوروپے ماہواری چندہ مقرر کیا ہے۔مگر اس چندہ پر کچھ موقوف نہیں وہ بڑی سرگرمی سے خدمت کرتے رہتے ہیں اور اُن کی مالی خدمات کی اس جگہ تصریح مناسب نہیں کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کے ان کی مالی خدمات کے اظہار سے ان کو رنج ہوگا۔ وجہ یہ کہ وہ اس سے بہت پرہیز کرتے ہیں کہ اُن کے اعمال میں کوئی شبہ ریا کا دخل کرے اور ان کو یہ وہم ہے کہ اجر کسی عمل کا اس کے اظہار سے ضائع ہو جاتا ہے۔

## حبّی فی اللہ مولوی محمد یوسف سنوری

میاں عبداللہ سنوری کے ماموں ہیں۔ بہت راست طبع نیک ظن پاک خیال آدمی ہیں۔اس عاجز سے استقلال اور وفا کے ساتھ خلوص اور محبت رکھتے ہیں۔

## حبّی فی اللہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب

ابوللمعان محمد سراج الحق نعمانی ابن شاہ حبیب الرحمٰن ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور از اولاد قطب الاقطاب شیخ جمال الدین احمد ہانسوی اکابر مخلصین اس عاجز سے ہیں۔صاف باطن یکرنگ اور للّہی

کاموں میں جوش رکھنے والے اور اعلائے کلمۂ حق کے لئے بدل وجان ساعی وسرگرم ہیں۔اس سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے خداتعالیٰ نے جوان کے لئے تقریب پیدا کی وہ ایک دلچسپ حال ہے جوان کے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ میں اس زمانہ کو ایک آخری زمانہ سمجھ کر اور علماء اور فقراء سے ظہور حضرت مسیح ابن مریم موعود اور حضرت مہدی کی بشارتیں سُنکر ہمیشہ دعا کیا کرتا تھا کہ خداوند کریم مجھ کو ان میں سے کسی کی زیارت کرادے خواہ حالت جوانی میں ہی یا ضعیفی میں۔سوجب میری دعائیں انتہاء کو پہنچیں تو اُن کا یہ اثر ہوُا کہ مجھے عالم رؤیا میں وقتاً فوقتاً مقصد مذکورہ بالا کے لئے کچھ کچھ بشارتیں معلوم ہونے لگیں۔چنانچہ ایک دفعہ میں سفر کی حالت میں شہر جیند میں تھا تو عالم رؤیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک مسجد میں وضو کر رہا ہوں اور مسجد کے متصل ایک کوچہ ہے وہاں سے ہر قسم کے آدمی ہندو مسلمان نصاریٰ آتے جاتے ہیں میں نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم حضرت رسول مقبول کی خدمت میں گئے تھے۔تب میں نے بھی جلد وضو کر کے اس کوچہ کی راہ لی۔ایک مکان میں دیکھا کہ کثرت سے آدمی موجود ہیں اور حضرت رسول مقبول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔سفید پوشاک پہنے ہوئے اور ایک شخص دوزانو اُنکے سامنے باادب بیٹھا ہے۔میں نے پوچھنا چاہا کہ مرشد کے قدم چومنے میں علماء وفقراء کو اختلاف ہے۔اصل بات کیا ہے۔تب ایک شخص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھا تھا خود بخود بول اُٹھا کہ نہیں نہیں۔اس وقت میں بے تکلّف اُٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک جا بیٹھا۔تب حضرت نبی کریمؐ نے مجھ کو دیکھا اور اپنا داہنا پائے مبارک میری طرف لمبا کر دیا۔میں نے حضرت کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اُس وقت حضرت نے ایک جراب سُوتی اپنے پائے مبارک سے اُتار کر مجھ کو عنایت فرمائی۔ اس رؤیا صادق سے میں بہت متلزّذ رہا۔پھر دو برس کے بعد ایسا اتفاق ہوُا کہ میں لودھیانہ میں آیا اور میں نے آپ کا یعنی اس عاجز کا شہرہ سُنا اور رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوُا اور وہی جلسہ دیکھا اور وہی کثرت مخلوق دیکھی جو میں نے حضرت نبی کریم کی خواب میں دیکھی تھی۔اور جب

میں نے آپ کی صورت دیکھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی صورت ہے کہ جس صورت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے آپ ہی کو خواب میں دیکھا تھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی کریم کے پیرایہ میں میرے پر ظاہر کیا۔ تا وہ عینیّت جو برکت متابعت پیدا ہو جاتی ہے میرے پر منکشف ہو جائے۔ پھر جب میں پانچ چھ ماہ کے بعد آپ کو قادیان میں ملا تو میری حالت اعتقاد بہت ترقی کر گئی اور مجھ کو کامل و مکمل یقین کہ عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا کہ بلا شبہ آپ مجدد الوقت اور غوث الوقت ہیں اور میرے پر پورے عرفان کے ساتھ کھل گیا کہ میرے خواب کے مصداق آپ ہی ہیں۔ پھر اس کے بعد اَور بھی حالات نوم اور غیر نوم میں میرے پر کھلتے رہے۔ ایک دفعہ استخارہ کے وقت آپکی نسبت یہ آیت نکلی مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ [ال عمران:147]

تب میں بیعت سے بصدق دل مشرف ہوًا اور وہ حالات جو میرے پر کھلے اور میرے دیکھنے میں آئے وہ انشاء اللہ ایک رسالہ میں لکھونگا۔

## حبّی فی اللہ میر ناصر نواب صاحب

میر صاب موصوف علاوہ رشتۂ روحانی کے رشتۂ جسمانی بھی اس عاجز سے رکھتے ہیں کہ اس عاجز کے خُسر ہیں۔ نہایت یکرنگ اور صاف باطن اور خدا تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور اللہ اور رسول کی اتباع کو سب چیز سے مقدّم سمجھتے ہیں اور کسی سچائی کے کھلنے سے پھر اسکو شجاعت قلبی کے ساتھ بلا توقف قبول کر لیتے ہیں۔ حُب للہ اور بُغض للہ کا مومنانہ شیوہ اُن پر غالب ہے۔ کسی کے راستباز ثابت ہونے سے وہ جان تک بھی فرق نہیں کر سکتے اور کسی کو ناراستی پر دیکھ کر اُس سے مداہنت کے طور پر کچھ تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔ اوائل میں وہ اس عاجز کی نسبت نہایت نیک گمان تھے مگر درمیان میں ابتلاء کے طور پر اُن کے حُسن ظن میں فرق آ گیا۔ چونکہ سعید تھے اس لئے عنایت الٰہی نے پھر دستگیری کی اور اپنے خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ اُن کا یک دفعہ نیک ظنّی کی طرف پلٹا کھانا اور جوش سے بھرے ہوئے اخلاص کے ساتھ حق کو قبول کر لینا غیبی جذبہ سے معلوم ہوتا ہے۔

وہ اپنے اشتہار 12 / اپریل 1891ء میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ میں اُن کے حق میں بدگمان تھا لہٰذا وقتاً فوقتاً نفس وشیطان نے خدا جانے کیا کیا مجھ سے اُن کے حق میں کہلوایا جس پر آج مجھ کو افسوس ہے اگر چہ اس عرصہ میں کئی بار میرے دل نے مجھے شرمندہ کیا لیکن اس کے اظہار کا یہ وقت مقدّر تھا۔ میں نے جو کچھ مرزا صاحب کو فقط اپنی غلط فہمیوں کے سبب سے کہا، نہایت بُرا کیا۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اور اس توبہ کا اعلان اس لئے دیتا ہوں کہ میری پیروی کے سبب سے کوئی وبال میں نہ پڑے۔ اس سے بعد اگر کوئی شخص میری کسی تحریر یا تقریر کو چھپوادے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو میں عنداللہ بری ہوں اور اگر کبھی میں نے مرزا صاحب کی نسبت اپنے کسی دوست سے کچھ کہا ہو یا شکایت کی ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں معافی مانگتا ہوں۔

## حبّی فی اللہ منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے

یہ ایک جوان صالح اخلاص سے بھرا ہوُا میرے اوّل درجہ کے دوستوں میں سے ہے۔ اُن کے چہرے پر ہی علامات غربت و بےنفسی و اخلاص ظاہر ہیں۔ کسی ابتلاء کے وقت میں نے اس دوست کو متزلزل نہیں پایا۔ اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا اس ارادت میں قبض اور افسردگی نہیں بلکہ روز افزوں ہے۔ وہ دو روپیہ چندہ اس سلسلہ کے لئے دیتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء۔

## حبّی فی اللہ میاں عبدالحق خلف عبدالسمیع

یہ ایک اوّل درجہ کا مخلص اور سچا ہمدرد اور محض للہ محبت رکھنے والا دوست اور غریب مزاج ہے۔ دین کو ابتداء سے غریبوں سے مناسبت ہے کیونکہ غریب لوگ تکبّر نہیں کرتے اور پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولت مندوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ اس سعادت کا عشر بھی حاصل کر سکیں جس کو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کر لیتے ہیں۔ فطوبیٰ للغرباء میاں عبدالحق باوجود اپنے افلاس اور کمی مقدرت کے ایک عاشق صادق کی طرح محض للہ

خدمت کرتا رہتا ہے اور اس کی یہ خدمات اس آیت کا مصداق اس کو ٹھہرا رہی ہیں۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [الحشر:10]

## حبّی فی اللہ شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی

شیخ رحمت اللہ جوان صالح یکرنگ آدمی ہے۔ اِن میں فطرتی طور پر مادہ اطاعت اور اخلاص اور حسن ظن اس قدر ہے جس کی برکت سے وہ بہت سی ترقیات اس راہ میں کر سکتے ہیں۔ اُن کے مزاج میں غربت اور ادب بھی از حد ہے اور اُن کے بشرہ سے علامات سعادت ظاہر ہیں۔ حتی الوسع وہ خدمات میں لگے رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کشا کش مکروہات سے انہیں بچا کر اپنی محبت کی حلاوت سے حصہ وافر بخشے۔ آمین ثم آمین۔

## حبّی فی اللہ عبد الحکیم خاں

جوان صالح ہے۔ علامات رشد وسعادت اُس کے چہرے سے نمایاں ہیں۔ زیرک اور فہیم آدمی ہے۔ انگریزی زبان میں عمدہ مہارت رکھتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کئی خدمات اسلام اُن کے ہاتھ سے پوری کرے۔ وہ باوجود زمانہ طالب علمی اور تفرقہ کی حالت کے ایک روپیہ ماہواری بطور چندہ اس سلسلہ کے لئے دیتے ہیں اور ایسا ہی اُن کا دوست خلیفہ رشید الدین صاحب جو ایک اہل آدمی اور اُنہیں کے ہمرنگ ہیں اسی قدر چندہ محض للّٰہی محبت کے جوش سے ماہ بماہ ادا کرتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

## حبّی فی اللہ بابو کرم الٰہی صاحب

ریکارڈ کلرک راجپورہ ریاست پٹیالہ۔ بابو صاحب متانت شعار مخلص آدمی ہیں وہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ آپ کے رسالوں کے پڑھنے کے بعد بعض علماء طرح طرح کے توہمات میں مبتلاء ہو گئے ہیں۔ مگر الحمد للہ میرے دل میں ایک ذرّہ بھی شک راہ نہیں پایا۔ سو میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایسے طوفان کے وقت میں شکوک اور شبہات سے بچنا بشر کے اختیار میں نہیں۔

میری تنخواہ بہت کم ہے۔مگر تاہم کم سے کم ایک روپیہ ماہواری آپ کے سلسلہ کی امداد کے لئے بھیجا کرونگا۔ کیونکہ تھوڑی خدمت میں بھی شریک ہوجانا بکلی محروم رہنے سے بہتر ہے۔ فقط۔سو بابو صاحب نہایت اخلاص اور محبت سے ایک روپیہ ماہواری بھیجتے رہتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء۔

## حبّی فی اللہ مولوی عبدالقادر جمالپوری

مولوی عبدالقادر۔ جوان صالح۔متقی مستقیم الاحوال ہے۔ اس ابتلاء کے وقت جو علماء میں بباعث نافہمی اور غلبہ سوءظن ایک طوفان کی طرح اُٹھا مولوی عبدالقادر صاحب کی بہت استقامت ظاہر ہوئی اور اوّل المومنین میں وہ داخل رہے بلکہ دعوت حق کرتے رہے۔ان کا گذارہ ایک تھوڑی سی تنخواہ پر ہے تاہم اس سلسلہ کی امداد کے لئے 62 پائی وہ ماہواری دیتے ہیں۔

## حبّی فی اللہ محمد ابن احمد مکّی

من حارہ شعب عامر۔ یہ صاحب عربی ہیں اور خاص مکّہ معظّمہ کے رہنے والے ہیں۔ صلاحیت اور رشد اور سعادت کے آثار اُن کے چہرے پر ظاہر ہیں اپنے وطن خاص مکہ معظّمہ سے زادہ اللہ مجدًا وشرفًا بطور سیر وسیاحت اس ملک میں آئے اور ان دنوں میں بعض بداندیش لوگوں نے خلاف واقعہ باتیں بلکہ تہمتیں اپنی طرف سے اس عاجز کی نسبت اُن کو سنائیں اور کہا کہ یہ شخص رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ مسیح جس پر انجیل نازل ہوئی تھی وہ میں ہی ہوں۔ان باتوں سے عربی صاحب کے دل میں بہ مقتضائے غیرت اسلامی ایک اشتعال پیدا ہوا تب انہوں نے عربی زبان میں اس عاجز کی طرف ایک خط لکھا جس میں یہ فقرات بھی درج تھے :اِنْ کُنْتَ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمْ فَاَنْزَلَ عَلَیْنَا مِائِدَۃً اَیُّھَاالْکَذَّابُ۔ نْ کُنْتَ عِیْسٰی اِبْنِ مَرْیَمْ فَاَنْزَلَ عَلَیْنَا مِائِدَۃً اَیُّھَاالْدَجَّالُ۔ یعنی اگر تو عیسیٰ بن مریم ہے تو اے کذّاب اے دجّال ہم پر مائدہ نازل کر۔لیکن معلوم نہیں کہ یہ کس وقت کی دعا تھی کہ جو منظور ہوگئی اور جس مائدہ کو دے کر خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے آخر وہ قادر خدا

انہیں اس طرف کھینچ لایا۔ لودھیانہ میں آئے اور اس عاجز کی ملاقات کی اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجَاہُ مِنَ النَّارِ وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ مَائِدَۃٌ مِنَ السَّمَآءِ۔ اُن کا بیان ہے کہ جب میں آپ کی نسبت بُرے اور فاسد ظنون میں مبتلا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہتا ہے کہ یا محمد انت کذّاب۔ یعنے اے محمد کذاب تو ہی ہے۔ اور اُن کا یہ بھی بیان ہے کہ تین برس ہوئے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہو گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا تھا کہ انشاء اللہ القدیر میں اپنی زندگی میں عیسیٰ کو دیکھ لوں گا۔

## حبّی فی اللہ صاحبزادہ افتخار احمد

یہ جوان صالح میرے مخلص اور محب صادق حاجی حرمین شریفین منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور کے خلف رشید ہیں اور بمقتضائے الولد سرّ لابیہ تمام محاسن اپنے والد بزرگوار کے اپنے اندر جمع رکھتے ہیں اور وہ مادہ اُن میں پایا جاتا ہے جو ترقی کرتا کرتا فانیوں کی جماعت میں انسان کو داخل کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ روحانی غذاؤں سے ان کو وافر بخشے اور اپنے عاشقانہ ذوق وشوق سے سرمست کرے۔ آمین ثم آمین۔

## حبّی فی اللہ مولوی سیّد محمد عسکری خان

اکسٹرا اسسٹنٹ حال پنشنر سیّد صاحب موصوف الہ آباد کے ضلع کے رہنے والے ہیں۔ اس عاجز سے دلی محبت رکھتے ہیں بلکہ اُن کا دل عطر کے شیشہ کی طرح محبت سے بھرا ہوا ہے۔ نہایت عمدہ صاف باطن یکرنگ دوست ہیں۔ معلومات وسیع رکھتے ہیں ایک جیّد عالم قابل قدر ہیں۔ اِن دنوں میں بیمار ہیں خدا تعالیٰ اُن کو جلد شفا بخشے۔ آمین ثم آمین۔

## حبی فی اللہ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری

اس وقت لودھیانہ میں میرے پاس موجود ہیں۔ محض ملاقات کی غرض سے پشاور سے تشریف لائے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار مخلص ہیں اور لا یخافون لومۃ لائم میں داخل ہیں جوش ہمدردی کی راہ سے دو روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد للّٰہی راہوں اور دینی معارف میں ترقی کریں گے کیونکہ فطرت نورانی رکھتے ہیں۔

## حبّی فی اللہ شیخ حامد علی

یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے اور قریباً سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ دقائق تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے۔ مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباع سُنّت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میّت کی طرح ہو گیا تھا۔ التزام ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت تھوڑے ہیں۔ شیخ حامد علی نے خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں اور چونکہ وہ سفر وحضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی عنایتیں اس طرف رجوع کر رہی ہیں اور کیونکر دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پوری کے ابتلاء اور نزول بلا کی خبر جو پورے چھ مہینے پہلے شیخ صاحب کو بذریعہ خط دی گئی تھی اور پھر اُنکے انجام بخیر ہونے کی بشارت جو حکم سزائے موت کی حالت میں

اُن کو پہنچائی گئی تھی۔ یہ سب باتیں حامد علی کی چشمدید ہیں۔ بلکہ اس پیشگوئی پر بعض نادان اس سے لڑتے اور جھگڑتے رہے کہ اس کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کے روکے جانے کی پیشگوئی اور کئی دوسری پیشگوئیاں اور نشان جو صبح صادق کی طرح ظاہر ہوگئیں اس شخص کو معلوم ہیں جن کا خدا تعالیٰ نے اس کو گواہ بنا دیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر اس کو نشان دکھائے گئے وہ ایک طالب حق کا ایمان مضبوط کرنے کے لئے ایسے کافی ہیں کہ اس سے بڑھ کر حاجت نہیں۔ حامد علی بے شک ایک مخلص ہے مگر فطرتی طور پر اشتعال طبع اس میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ صبر اور ضبط کی عادت ابھی اس میں کم ہے۔ ایک غریب اور ادنیٰ مزدور کی سخت بات پر برداشت کرنا ہنوز اس کی طاقت سے باہر ہے۔ غصّہ کے وقت کسی قدر جبائرہ کا رگ وریشہ نمودار ہو جاتا ہے۔ کاہلی اور کسل بھی بہت ہے مگر متدین اور متقی اور وفادار ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دور کرے۔ آمین۔ حامد علی صرف تین روپے مجھ سے تنخواہ پاتا ہے اور اس میں سے اس سلسلہ کے چندہ کے لئے 4 بطیب خاطر محض للّٰہی شوق سے ادا کرتا ہے اور حبّی فی اللہ شیخ چراغ علی چچا، اس کی تمام خوبیوں میں اس کا شریک ہے اور یکرنگ اور بہادر ہے۔

## حبّی فی اللہ شیخ شہاب الدین موحد شیخ شہاب الدین

غریب طبع اور مخلص اور نیک خیال آدمی ہے۔ نہایت تنگدستی اور عُسر سے اس مسافر خانہ کے دن پورے کر رہا ہے۔ افسوس کہ اکثر دولت مند مسلمانوں نے زکوٰۃ دینا بھی چھوڑ دیا اور شریعت اسلامی کا یہ پُر حکمت مسئلہ کہ یؤخذ من الا غنیاء ویردّ الی الفقراء یونہی معطّل پڑا ہے۔ اگر دولت مند لوگ کسی پر احسان نہ کریں صرف فریضہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوں تاہم ہزار ہا روپیہ اسلامی اور قومی ہمدردی کے لئے جمع ہو سکتا ہے۔ لیکن ؎

مال بخیل آنگاہ از خاک برآید کہ بخیل درخاک رود۔

## حبّی فی اللہ میراں بخش ولد بہادر خان کیروی

ایک مخلص اور پختہ اعتقاد آدمی ہے اس کے زیادت اعتقاد کا موجب اس نے یہ بیان کیا کہ

ایک مجذوب نے اس کو خبر دی تھی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ یہی ہے۔ یعنی یہ عاجز۔ اور یہ خبر اس عاجز کے اظہار دعویٰ سے کئی سال پیشتر وہ سُن چکا تھا اور صدہا آدمیوں میں شہرت پا چکے تھے۔

## حبّی فی اللہ حافظ نور احمد صاحب لدھیانوی

حافظ صاحب جوان صالح بڑے محب اور مخلص اور اوّل درجہ کے اخلاص رکھنے والے ہیں۔ ہمیشہ اپنے مال سے خدمت کرتے رہتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

## حبّی فی اللہ مولوی محمد مبارک علی صاحب

یہ مولوی صاحب اس عاجز کے اُستاد زادہ ہیں۔ ان کے والد صاحب حضرت مولوی فضل احمد صاحب مرحوم ایک بزرگوار عالم باعمل تھے مجھ کو اُن سے از حد محبت تھی۔ کیونکہ علاوہ اُستاد ہونے کے وہ ایک باخدا اور صاف باطن اور زندہ دل اور متّقی اور پرہیزگار تھے۔ عین نماز کی حالت میں ہی اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔ اور چونکہ نماز کی حالت میں ایک تبتّل اور انقطاع کا وقت ہوتا ہے اس لئے اُن کا واقعہ ایک قابل رشک واقعہ ہے۔ خدا تعالیٰ ایسی موت سب مومنوں کیلئے نصیب کرے۔ مولوی مبارک علی صاحب اُن کے خلف رشید اور فرزند کلاں ہیں۔ سیرت اور صورت میں حضرت مولوی صاحب مرحوم سے بہت مشابہ ہیں۔ اس عاجز کے یکرنگ اور پُرجوش دوست ہیں اور اس راہ میں ہر قسم کے ابتلاء کی برداشت کر رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کے بارے میں ایک رسالہ انہوں نے تالیف کیا ہے جو چھپ کر شائع ہو گیا ہے جس کا نام قول جمیل ہے۔ اس عاجز کا ذکر بھی اس میں کئی جگہ کیا گیا ہے چونکہ مولوی صاحب موصوف کی حدیث اور تفسیر پر نظر وسیع ہے اس لئے انہوں نے محدثین کی طرز پر نہایت خوبی اور متانت سے اس رسالہ کو انجام دیا ہے۔ مخالف الرائے مولوی صاحبان جن کو غور اور فکر کرنے کی عادت نہیں اور جو آنکھ بند کر کے فتوے پر فتویٰ لکھ رہے ہیں انہیں مناسب ہے کہ علاوہ اس عاجز کی کتاب ازالہ اوہام کے میرے دوست عزیز مولوی مبارک علی صاحب کے رسالہ کو بھی دیکھیں اور نیز میرے دوست رفیق مولوی محمد احسن صاحب

امروہی کے رسالہ اعلام الناس کو بھی ذرہ غور سے پڑھیں اور خدا تعالیٰ کی ہدایت سے ناامید نہ ہوں گو ان کی حالت بہت خطرناک اور قریب قریب یاس کے ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر یک چیز پر قادر ہے۔ مولویوں کا حجاب کفار کے حجاب سے کچھ زیادہ نہیں پھر کیوں اس سرچشمہ رحمت سے نومید ہوتے ہیں۔ **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**

## حبّی فی اللہ مولوی محمد تفضّل حسین صاحب ممدوح

میرے ساتھ سچے دل سے اخلاص ومحبت رکھتے ہیں میں نے اُن کے دل کی طرف توجہ کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت نیک فطرت آدمی اور سعیدوں میں سے ہیں اور قابل ترقی مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اگر وہ بشریت کی کمزوری کی وجہ سے کسی خلجان میں پڑیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ اسی میں وہ بندرہ جائیں۔ کیونکہ اُن کی طینت صاف اور فراست ایمانی اور اسلامی نور کا اُن کو حصہ ہے اور کسی امر کے مشتبہ ہونے کے وقت قوت فیصلہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور اس لائق ہیں کہ اگر وہ کچھ عرصہ صحبت میں رہیں تو علمی اور عملی طریقوں میں بہت ترقی کر جائیں۔ مولوی صاحب موصوف ایک بزرگ عارف باللہ کے خلف رشید ہیں اور پدری نور اپنے اندر مخفی رکھتے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ کسی وقت وہ روحانیت اُن پر غالب ہوجائے۔ یہ عاجز جب علیگڑھ میں گیا تھا تو درحقیقت مولوی صاحب ہی میرے جانے کے باعث ہوئے تھے اور اس قدر انہوں نے خدمت کی کہ میں اس کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ اس سلسلہ کے چندہ میں بھی انہوں نے دو روپیہ ماہواری مقرر کر رکھے ہیں۔ مولوی صاحب مولوی موصوف اگرچہ تحصیلداری کے عہدے پر ہیں مگر ایک بھاری بوجھ عیال کا ان کے سر پر ہے اور وہ دور نزدیک کے خویشوں اور اقارب بلکہ دوستوں کی بھی اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور بڑے مہمان نواز ہیں اور درویشوں اور فقیروں اور غریبوں سے بالطبع اُنس رکھتے ہیں اور سادہ طبع اور صاف باطن اور خیراندیش آدمی ہیں۔ باایں ہمہ ہمدردی اسلام کا جوش پورے طور پر اُن میں پایا جاتا ہے۔ جزاھم اللہ خیرًا۔ (روحانی خزائن جلد 3۔ ازالہ اوہام صفحہ 520۔544)

OO

# صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کے بعض ایمان افروز واقعات

○ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ:

''حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت اماں جانؓ نے مجھے کہا کہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کا کوئی کام کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک طالب علم کی پھٹی پرانی رضائی مرمت کے لئے بھیج دی۔ حضرت اماں جان نے نہایت خوشدلی سے اس رضائی کی مرمت اپنے ہاتھ سے کی اور اسے درست کر کے واپس بھیج دیا... اس واقعہ میں حضرت اماں جان کی سیرت پر نظر کرو کہ ایک نہایت گندی اور دریدہ رضائی کی مرمت آپ خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے جانشین کے حکم کی تعمیل میں کر رہی ہیں۔ رضائے مولیٰ کیلئے یہ طلب اور تڑپ جس دل میں ہو اس کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہی تو وہ دل ہیں جو خدا تعالیٰ کا عرش ہوتے ہیں۔''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ ص533-532)

○ حقیقت یہ ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد اطاعت خلافت میں دوسروں پر سبقت رکھتا تھا۔

اس کا تذکرہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے یوں فرمایا:

''مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضا کیلئے محبت ہے۔''

(اخبار بدر 4 جولائی 1912ء صفحہ 7)

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ؓ 1928ء کے بعد بھی کئی بار امیر مقامی مقرر ہوئے اور آپ نے نہ صرف اپنے زمانہ امارت میں بلکہ پوری زندگی میں ہمیشہ اطاعت امام کا ایک بے مثال نمونہ دکھایا۔ چنانچہ آپ کے سوانح نگار محترم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تالیف حیات بشیر کے تیسرے باب میں آپ کی مقدس زندگی کے متعدد واقعات درج کئے ہیں جن سے قطعی طور پر یہ شہادت ملتی ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو وابستگی خلافت اور اطاعت امام کے لحاظ سے جو بلند مقام خلافت اولیٰ میں حاصل تھا وہ خلافت ثانیہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور متابعت کے رنگ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو نصیب ہوا۔ اس سلسلہ میں مکرم مرزا مظفر احمد صاحب کا مندرجہ ذیل بیان خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''ابا جان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے حد محبت کرتے تھے اور حضور کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے روحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا دنیاوی امور میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے

اس کی جھلکیاں بہت قریب سے گھریلو ماحول میں دیکھی ہیں آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا رنگ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ نبض دل کے تابع ہو عمر بھر اس تعلق کو کمال وفاداری سے نبھایا اور اس کیفیت میں کبھی کوئی رخنہ پیدا نہ ہونے دیا۔

حضورؓ کا سلوک بھی اباجان سے بہت شفقت کا تھا اور ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ضروری تحریرات خصوصاً جو گورنمنٹ کو جانی ہوتی تھیں ان کے مسودات اباجان کو بھی دکھاتے تھے۔اور اس کے علاوہ اہم فیصلہ جات اور سکیم پر عمل درآمد کا کام اکثر اباجان کے سپرد کرتے تھے۔اور اس بات پر مطمئن ہوتے تھے کہ یہ کام حسب منشاء اور خوش اسلوبی سے ہوجائے گا۔''

(تاریخ احمدیت۔جلد 5۔صفحہ 49-50)

## حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی اطاعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''..اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کیلئے ممکن نہیں۔جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت میں بھرا ہوا پایا، اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا اور درحقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے کیلئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنی

جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس وخاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔اکثر لوگ باوجود بیعت کے اور باوجود میرے دعویٰ کے تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ آبرو کے متعلق اور خواہ مال کے متعلق اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے ناکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ان کی نسبت ہمیشہ میری یہ حالت رہتی ہے کہ میں ہمیشہ کسی خدمت دینی کو پیش کرنے کے وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ ان کو ابتلا پیش نہ آوے۔اور اس خدمت کو اپنے پر ایک بوجھ سمجھ کر اپنی بیعت کو الوداع نہ کہہ دیں لیکن میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردی چیز پھینک دی جاتی ہے۔اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ ان کا اوّل اور آخر برابر نہیں ہوتا۔''

(روحانی خزائن جلد 20 تذکرۃ الشہادتین صفحہ 10)

○ ...حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ بزرگ مملکت افغانستان کے رہنے والے تھے اور اس علاقہ کے چوٹی کے دینی علماء میں سے سمجھے جاتے تھے اور ساتھ ہی بڑے با اثر رئیس بھی تھے۔جب حضرت مسیح موعود نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو آپ قادیان آئے اور فوراً حضرت مسیح موعود کو مان لیا اور جب واپس افغانستان گئے تو کابل کے علماء نے ان کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا۔اور واجب القتل قرار دے کر امیر کے پاس ان کے سنگسار کئے جانے کی سفارش کی۔چنانچہ اس فتویٰ کی بناء پر امیر حبیب اللہ

خان نے آپ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب کو بڑے ظالمانہ طریق پر کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا اور امیر نے خود موقعہ پر جا کر ان کو آخری دفعہ سمجھایا کہ اب بھی وقت ہے کہ اس عقیدے سے باز آجائیں مگر وہ ایک پہاڑ کی طرح اپنے ایمان پر قائم رہے اور یہی کہتے ہوئے پتھروں کی بے پناہ بوچھاڑ میں جان دے دی۔''

(سیرت طیبہ مصنف حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے ص38۔39)

○ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ بیان فرماتے ہیں:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہد خلافت میں جب میں لاہور میں مقیم تھا تو حضور کی طرف سے مجھے ارشاد پہنچا کہ آپ فوراً زیرہ پہنچ جائیں، وہاں کے احمدیوں نے درخواست کی ہے اور آپ کو بلایا ہے۔ جب یہ حکم پہنچا تو میں اسہال کی وجہ سے سخت بیمار تھا اور بہت کمزور تھا۔ گھر والوں نے بھی کہا کہ آپ زیادہ بیمار ہیں اس حالت میں سفر خطرناک ہے لیکن میں نے تعمیل ارشاد میں توقف کرنا مناسب نہ سمجھا اور فوراً سفر پر روانہ ہو گیا'۔

(حیات قدسی جلد چہارم صفحہ 59)

○ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کسی دورے پر گئے ہوئے تھے۔ واپس ٹرین پر قادیان آئے تو دو تین اور احمدی دوست بھی آپ کے ساتھ ٹرین میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ٹرین سے اتر کر سیدھے حضرت صاحب کی خدمت میں آ گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا آج راجیکی کی مجھے بڑی ضرورت ہے۔ عرض کیا کہ حضور وہ ہمارے ساتھ ہی آئے ہیں اور ابھی گھر گئے ہیں۔ آپ نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ فوراً یہ رقعہ لے کر راجیکی صاحب کے پاس جائیں اور کہیں کہ فلاں جگہ فوراً پہنچ جائیں۔

راجیکی صاحب ابھی گھر پہنچے ہی تھے اور اپنا تھیلا جس میں آپ کی کتب، کھانا، کپڑے سب

ہوا کرتا تھا بیوی کو دیا کہ اندر رکھ آؤ۔ دروازہ پر دستک ہوئی۔ سیدنا حضور انور کا پیغام آپ کو ملا۔ آپ نے فوراً بیوی کو آواز دی اور کہا کہ وہ تھیلا واپس لے آؤ، میرے آقا کا ارشاد ہے، دوبارہ ابھی جانا ہے۔ بیوی نے درخواست کی کہ میں بیمار ہوں، بھینس بیمار ہے۔ میں کیا کروں گی۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن مجھے تو میرے خدا کے خلیفہ کا حکم ہو گیا ہے۔ میں تجھے خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور فوراً ارشاد کی تعمیل میں تھیلا لے کر روانہ ہو گئے۔

جب وہاں پہنچے تو جو پہلی رات آئی، آخر انسان تھے، آپ کو خیال پیدا ہوا کہ ایک ہی بھینس ہے اگر وہ مر گئی تو غریب آدمی ہوں کیا کروں گا۔ خدا کے حضور دعا میں مشغول ہو گئے۔ دیکھا کہ کوئی شخص آواز دیتا ہے کہ راجیکی کیا تیری بھینس بیمار ہے، فکر نہ کر۔ روز صبح فجر کے بعد سات مرتبہ سورۃ تغابن پڑھ کر پھونکا کر۔ آپ نے سوچا یہ عمل تو جا کر ہی ہو سکتا ہے۔

جب واپس گئے تو بھینس بھی ٹھیک اور بیوی بھی ٹھیک۔ پوچھا کیا ہوا۔ بیوی نے کہا مجھے تو نہیں پتا، جس دن سے آپ گئے ہیں، یہ مسجد کے مولوی صاحب آیا کرتے تھے۔ ایک ہفتہ آتے رہے اور بھینس کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے مسجد کے مولوی صاحب کو بلایا اور اس بابت دریافت کیا۔ انہوں نے کہا مجھے ایک گرجدار آواز آئی تھی کہ راجیکی ہمارے کام سے گیا ہے، اس کی بھینس بیمار ہے، اس کے پاس ایک ہفتہ کھڑے ہو کر سورۃ تغابن پڑھ کر پھونکا کرو۔ میں تو خدائی حکم کی تعمیل کرتا تھا۔

○ حضرت شیخ محمد دین صاحب بڑے بزرگ آدمی تھے۔ آپ ملتان میں پٹواری تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انہیں حکم بھیجا کہ نوکری چھوڑ کر فوراً آجاؤ۔ آپ کو انجمن کی جائیداد پر مختار عام مقرر کرنا ہے۔ آپ نے نوکری فوراً چھوڑ دی۔ بیوی بچوں کو بھجوا دیا، جانور بیچ دئے اور کچھ تھوڑا بہت سامان لے کر جو بھی تھا آپ سٹیشن پہنچ گئے اور بکنگ کلرک کے پاس گئے کہ سامان بک کر دو۔ بکنگ کلرک نے کہا کہ افسوس بک نہیں کر سکتے۔ بکنگ تو جنگ کی وجہ سے کئی مہینوں سے بند ہے۔ آپ باہر آ کر بیٹھ گئے اور خدا کے حضور عرض کیا کہ یہ بے نوا مسافر آخر کہاں جائے۔ ویران جگہ

۔نہ کوئی واقف، نہ کوئی دوست، نہ کوئی رشتہ دار۔اُجاڑ میں بیٹھا ہوں۔بیوی بچے جا چکے ہیں۔تیرے خلیفہ کے حکم پر یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔میری مدد کر۔یقیناً اس وقت خدا نے آسمان سے کہا ہوگا اچھا میں آیا۔یہی شان ہے احمدیت کے خدا کی۔ہر احمدی جو خلافت کی سچی اطاعت کا نمونہ دکھاتا ہے، خدا اس کی ہر قدم پر مدد کرتا ہے۔

اسی دوران ایک لڑکا آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا سامان آپ نے بک کروانا ہے۔آپ نے کہا جی۔لڑکے نے کہا کہ آپ کو بکنگ کلرک بلاتے ہیں۔بکنگ کلرک کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ میاں بڑے خوش قسمت ہو۔مدت سے بکنگ بند تھی ،ابھی ٹیلیگرام آ گئی ہے کہ بکنگ فوراً کھول دو۔لاؤ سامان۔آپ نے سامان دیا، بکنگ کروائی ،رسید جیب میں ڈالی اور گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر آ کر بیٹھ گئے۔15 ـ20 منٹ گزر گئے تو وہ لڑکا پھر آیا۔کہنے لگا جی آپ کو بکنگ کلرک پھر بلاتے ہیں۔آپ چلے گئے۔بکنگ کلرک نے کہا کہ میاں کیا چیز ہیں آپ۔آپ نے پوچھا کہ کیا ہوا۔کہنے لگا کہ جیسے ہی آپ کی بکنگ کی ٹیلیگرام پھر آ گیا کہ غلطی سے بکنگ کھولنے کے آرڈر دئے گئے تھے اگر کوئی بکنگ ہوگئی ہے تو اس کو چھوڑ کر مزید بکنگ فوراً بند کر دو۔آپ چونکہ بکنگ کروا چکے تھے۔آپ کا سامان بحفاظت پہنچ گیا۔

○ حضرت مولوی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس کھیوا باجوہ سیالکوٹ (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابہ میں شامل تھے۔جن کے بارہ میں لوگ کہا کرتے تھے کہ شاید مولوی عبد اللہ ہی امام مہدی کا دعویٰ کر دیں۔تاہم آپ رضی اللہ عنہ تو امام مہدی کی بیعت کر کے غلاموں میں شامل ہو گئے) ایک مرتبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا:

> ’’مولوی صاحب (میں) نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز کرنے کی ہو اور آپ کر نہ چکے ہوں۔اب تو حفظ قرآن ہی باقی ہے۔‘‘

چنانچہ تقریباً 65 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ باوجود اتنی عمر ہونے کے حافظ قرآن ہو گئے۔

(الفضل قادیان 21/19 اپریل 1947)

## یہ ہمارے مرشد کا حکم ہے

حضرت منشی ظفر علی صاحبؓ اطاعت امام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حضورؑ ایک مرتبہ لدھیانہ جا رہے تھے۔ ہم کرتار پور سے آپ کے ساتھ ریل میں سوار ہو لئے یعنی منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب اور خاکسار۔ حضور انٹر کے درجہ میں تھے۔ ہم اتفاق سے وہیں جا بیٹھے مگر ہمارے پاس تیسرے درجہ کا ٹکٹ تھا۔ حضور نے پوچھا آپ کے پاس ٹکٹ کون سے درجے کے ہیں؟ (یہ محض اتفاقیہ اور خلاف معمول بات تھی جو حضور نے دریافت فرمائی) ہم نے کہا سوم درجے کے ٹکٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا انٹر کا کرایہ جا کر ادا کر دینا۔ جب اسٹیشن پر ہم نے وہ زائد پیسے دیئے تو اسٹیشن ماسٹر نے جو ہمارا واقف تھا لینے سے انکار کیا کہ معمولی بات ہے۔ منشی اروڑا صاحب نے کہا کہ یہ ہمارے مرشد کا حکم ہے۔ اس پر بہت اثر ہوا اور وہ پیسے ادا کئے گئے۔

(اصحاب احمد جلد 2 صفحہ 216)

## اے خوشا مال کہ قربان مسیحا کر دو

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''میرے قیام گورداسپور میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت احمدؑ سے عرض کی کہ حضور لنگری کہتا ہے کہ لنگر کا خرچ ختم ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بعض احباب کو متوجہ کیا جاوے۔ اس

پر کئی مخلصوں کے جواب اور رقوم آئیں۔ ان میں سے ایک واقعہ خاکسار کو یاد ہے کہ وزیر آباد کے شیخ خاندان نے جو مخلص احمدی تھے ان کا ایک پسر نوجوان خط ملتے وقت طاعون سے فوت ہوا تھا۔ اور اس کے کفن دفن کے واسطے مبلغ دوسو روپے بغرض اخراجات اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اسی وقت ایک خط حضرت مسیح موعودؑ کو لکھا اور یہ خط ایک سبز کاغذ پر تحریر تھا اور اس کے عنوان میں یہ لکھا تھا 'اے خوشامال که قربان مسیح گرْدَدْ' کہ مبارک ہے وہ مال جو خدا کے مسیح کے لئے قربان کر دیا جائے۔ نیچے خط میں لکھا میرا نوجوان لڑکا طاعون سے فوت ہوا ہے۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے مبلغ دوصد روپے تجویز کئے تھے جو ارسال خدمت کرتا ہوں اور لڑکے کو اس کے لباس میں دفن کرتا ہوں۔'' قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ یہی لوگ تھے جن کو آیت وَآخَرِينَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوا بِهِمۡ (الجمعه:4) کے ماتحت صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔

(رسالہ ظہور احمد موعود مؤلفہ قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی۔ قاضی خیل صفحہ 70-71 مطبوعہ 30 جنوری 1955ء)

○ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کی مثال بھی کیا عجیب مثال ہے۔ ابتدائی زمانہ میں اس درویش بزرگ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک جوڑا ہوا کرتا تھا۔ جمعرات کی رات کو دھو لیتے اور جمعہ کی صبح کو پہن لیتے۔ ایک بار ایسے ہوا کہ سردیوں کی شدید سرد رات میں کپڑے دھو کر لٹکائے ہوئے تھے کہ مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے پیغام آیا کہ کسی مقدمہ کی پیروی کیلئے گورداسپور جانا ہے، ساتھ جانے کیلئے ابھی آجائیں۔ فدائی روشن علیؓ اٹھا، وہی گیلے کپڑے پہن لئے اور سردی سے بچاؤ کے لئے لحاف لپیٹ کر ساتھ ہولیا۔

## سارا زیور بیچ دیا

منشی ظفر احمد صاحب کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی ضرورت کے لئے رقم کا اظہار فرمایا کہ ان کی جماعت کر سکتی ہے۔ تو وہ بغیر جماعت میں تحریک کئے رقم لینے کیلئے گھر گئے اور جا کر بیوی کا سارا زیور بیچ کر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں وہ رقم پیش کر دی اور یہ نہ بتایا کہ یہ رقم کہاں سے حاصل ہوئی ہے۔ کس طرح حاصل ہوئی ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جب ان کے دوسرے ساتھیوں کو علم ہوا تو بڑے ناراض ہوئے کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ ہمیں کیوں ثواب سے محروم رکھا؟ تو یہ جذبے تھے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے زمانے میں اپنے ماننے والوں میں پیدا کئے۔''

(خطبات مسرور جلد سوم خطبہ جمعہ 23 ستمبر 2005ء)

○ ''حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خسر تھے اور حضرت ام ناصر کے والد تھے ان کے بارے میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قربانی میں اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ اگر یہ کچھ بھی نہ دیں تب بھی ان کے قربانی کے وہ معیار جو پچھلے ہو چکے ہیں بہت اعلیٰ ہیں، وہ ہی کافی ہیں۔

○ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی مقصد کے لئے تحریک فرمائی تو انہوں نے (ڈاکٹر صاحب نے) اپنی تنخواہ جو اس وقت ان کو ملی تھی فوری طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پوری کی پوری بھجوا دی۔ ان کے قریب جو کوئی موجود تھے انہوں نے کہا کہ کچھ اپنے خرچ کیلئے بھی رکھ لیں۔ آپ کو ضرورت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ آج خدا کے مسیح نے دین کی ضرورت کیلئے رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ میری ضرورتیں دینی ضرورتوں سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ اس لئے یہ ساری کی ساری رقم جو میرے پاس موجود ہے فوری طور پر بھجوا رہا ہوں... ایک دفعہ

کسی نے اعتراض کیا کہ خلیفہ اول کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جو اتنی قربانی کرنے والا ہو تو اس معترض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم نور الدین صاحب اس جماعت میں عملی رنگ رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے اور ایسے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ اس افترا کا خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کی یہ بات کر رہے ہیں اور آج اللہ کے فضل سے یہ تعداد کہیں کی کہیں پہنچی ہوئی ہے) اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ کے پیروان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا درجہ انکو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنے فطری نقص اور صلاحیت میں کم رہا ہو تو شاذ و نادر میں داخل ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے تمام اموال سے دستبردار ہو جاؤ تو وہ دستبردار ہو جانے کیلئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کیلئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوتا ہوں۔''

(خطبات مسرور جلد سوم خطبہ جمعہ 23 ستمبر 2005ء صفحہ 580)

○ حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے دینی و دنیاوی ترقیات کی منازل طے کیں۔ فقید المثال کامیابیاں حاصل کیں اور بام عروج تک پہنچے۔ کسی نے ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا کہ ان ترقیات اور کامیابیوں کا راز کیا ہے آپ نے بے ساختہ جواب دیا:

Because through all my life, I was obedient to Khilafat.

یعنی میری کامیابیوں کی وجہ یہ ہے کہ میں تمام زندگی خلافت کا مکمل مطیع اور فرمانبردار رہا ہوں۔

(الفضل 14 جون 2010 صفحہ 4)

## ساری زندگی وہیں گزارنی ہوگی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ کی واپسی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ کو ماریشس بھجوایا۔ آپ یہاں 29 جولائی 1928ء کو پہنچے۔ حضرت حافظ جمال احمد صاحب کو روانگی کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس شرط پر اجازت دی کہ پھر ساری زندگی وہیں گزارنی ہوگی۔ واپس آنے کی کبھی بھی اجازت نہیں ہوگی۔ جب ان کے بچے جوان ہوئے تو رشتوں کیلئے انہوں نے آنے کی اجازت چاہی۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ اپنے وعدے کے مطابق وہیں رہیں۔ اس وقت جماعت کے مالی وسائل اس قابل نہ تھے کہ ان کو واپس بلایا جا سکتا۔ حضرت حافظ جمال احمد صاحب نے بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ کا خوب حق ادا کیا۔ مسلموں اور غیر مسلموں دونوں میں آپ نے خوب احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ حضرت حافظ جمال احمد صاحب جیسا کہ آپ جانتے ہیں، یہیں دفن ہیں۔ آپ کے بچے بھی یہیں ہیں۔'' (خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 711)

○ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ اپنے بزرگ والد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''خلافت ثانیہ کا عہد شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے والد صاحب سے فرمایا کہ آپ دین کی خدمت کے لئے کب وقف کریں گے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ میں تو حاضر ہوں جب حضور حکم دیں وکالت ترک کر کے حضور کی خدمت میں آجاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اپریل 1917ء میں وکالت کی

پریکٹس ختم کر دی اور چند ماہ بعد قادیان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 7)

○ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ؓ کو حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب ؓ کے ساتھ شدھی کے کارزار میں شرکت کا موقعہ ملا۔ حضرت شیخ صاحب ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’جب یو پی اور ریاست بھرتپور وغیرہ میں شدھی کی تحریک زوروں پر ہوئی اور اکرن کے متعلق حکام ریاست کی زبردستیوں کی شکایات پہنچیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے خاکسار عرفانی کو اس میدان میں اترنے کا حکم دیا۔ حضرت چوہدری صاحب کو بھی اس معرکہ میں شریک ہونے کا حکم مل گیا۔ چوہدری صاحب باوجودیکہ نحیف الجثہ تھے اور عمر کا آخری حصہ اور یو پی کی خوفناک گرمی کے ایام، مگر وہ مجھ سے زیادہ ہمت اور حوصلہ کے ساتھ میرے شریک کار رہوئے۔ میں اس زمانہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ چوہدری صاحب کی زندگی کا مطالعہ کرنے کا مجھے کافی موقعہ ملا۔ ہم کو بعض اوقات مشورہ دیا گیا کہ اکرن میں نہ ٹھہریں مگر ہم نے فیصلہ کر لیا کہ ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ ہمارا ڈیرہ اکرن میں تھا، پانی کی تکلیف اور گرمی کی شدت، رہنے کو جگہ نہیں، چاروں طرف دشمنوں کا حلقہ اور حکام ریاست ان کے مددگار۔ مگر خدا شاہد ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ ہم اکرن کے مقام پر اس طرح ڈٹے ہوئے تھے کہ حکام کو بھی حیرت ہوتی تھی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 11 صفحہ 160، 161)

○ ہمارے بزرگوں نے خلافت احمدیہ کی وفاداری اور اطاعت میں دنیا کی رنگینیوں کو لات مار دی اور خلیفۂ وقت کے در پر دھونی رما کر بیٹھ گئے اور اس کی چاکری کرنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 22/اپریل 2011 میں دلوں کو گرما دینے والا ایک رُوح پرور واقعہ یُوں بیان فرمایا :

''ہمارے ایک پُرانے بزرگ عبدالمغنی خان صاحب نے علیگڑھ یونیورسٹی سے کیمسٹری کے ساتھ بی ایس سی کی۔اس زمانے میں عام طور پر مسلمان لڑکے سائنس کم پڑھتے تھے۔وائس چانسلر نے کہا تم نے یہ مضمون بھی اچھا لیا اور اعلیٰ کامیابی بھی حاصل کی ہے،ہم تمہیں یونیورسٹی میں جاب دیتے ہیں۔آگے پڑھائی بھی جاری رکھنا۔ ان کے والد صاحب نے کسی انگریز دوست سے سفارش کی ہوئی تھی اس نے بھی اُنہیں کسی اچھے جاب کی آفر کی پھر اُن کو یہ مشورہ بھی ملا کہ ہوشیار ہیں انڈین سول سروس کا امتحان دے کر اس میں شامل ہوجائیں۔خان صاحب ان دنوں قادیان آئے ہوئے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔تمام باتیں حضور کی خدمت میں پیش کیں اور ساتھ عرض کی کہ حضور مَیں تو دنیاداری میں پڑنا نہیں چاہتا۔مَیں تو قادیان میں رہ کر اگر قادیان کی گلیوں میں مجھے جھاڑو پھیرنے کا ہی کام مل جائے تو اسے ان اعلیٰ نوکریوں کے مقابل پر ترجیح دوں گا۔

(ہفت روزہ بدر 2 جون 2011)

OO

# خلافت کی اہمیت و برکات

کائنات کے چھوٹے سے ذرّہ، ایٹم کو لیجئے یا بڑے سے بڑے کسی اور جسم کو، جس کا بھی سینہ چاک کریں وہاں ایک دھڑکتا ہوا دل، ایک مرکز پائیں گے جو اس ذرّہ یا اس جسم کی ہر حرکت اور سکون کا محور ہوگا۔ اسی طرح عالم صغیر ہو یا عالم کبیر، ہر ایک عالَم میں قدرت کا یہی قانون کارفرما نظر آتا ہے۔ عالَم صغیر یعنی انسان کے تمام اعضاء اور اعصاب اور رگ وریشے اس کے دل کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں۔ تو عالَم کبیر میں موجود تمام سیارے اور ستارے اپنا ایک مرکز رکھتے ہیں۔ کچھ سیارے ملکر ایک نظام بناتے ہیں جن کا مرکز ایک سورج ہوتا ہے اور اسی قسم کے چند نظام ملکر ایک گلیکسی بناتے ہیں اور کائنات میں موجود اس قسم کی بے شمار گلیکسیز ہیں جو ایک بڑا مرکز رکھتی ہیں اور اپنے اپنے محور پر حرکت کر رہی ہیں۔

کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ سے لیکر بڑی سے بڑی گلیکسی تک میں جو یہ وحدت ہے یہ جہاں ہمیں خدا تعالیٰ کی توحید کی طرف توجہ دلاتی ہے وہاں اس میں بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے ایک شاندار سبق بھی پنہاں ہے کہ دنیا کا کوئی بھی نظام، کوئی بھی کاروبار مرکزیت کے بغیر نامکمل ہے، معاشرہ میں مل جل کر رہنے کے لئے ایک نظام کی ضرورت ہے جس میں ایک ایسا مرکز ہونا چاہئے جسے ہر فرد اپنے اوپر مسلّط کرے۔ اسی پر نوع انسانی کے نظام کی کامیابی کا مدار ہوگا۔ اسی پر اس کی ترقی کا انحصار ہوگا۔

جہاں تک انسانی معاشرہ میں نظام کا تعلق ہے، یہ دنیا کے ہر خطہ، ہر ملک اور ہر قبیلہ میں موجود ہے اور اس کا ہر جگہ ہونا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ واقعی فطرت کی آواز ہے۔ لیکن ان نظاموں میں آئے دن پیدا ہونے والی گڑبڑ اور تبدیلیاں، برپا ہونے والے انقلابات، رونما ہونے والے

فسادات کی وجہ سے اس بات پر یقین آ جاتا ہے کہ یہ حقیقی نظام نہیں ہیں۔ان میں مرکزیت کی وہ فطری روح نہیں جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہے۔خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ بنی نوع انسان پرسکون زندگی بسر کریں، پورے اطمینان کے ساتھ اس دنیا میں رہیں۔اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر جب ہم ساری دنیا میں مختلف نظاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس سوال کا جواب صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم میں ملتا ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْناً۔يَعْبُدُوْنَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِي شَيْئًا۔وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (سورۃ النور:56) ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دئے جائیں گے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے جس نظام کا ذکر فرمایا ہے وہ آسمانی نظام ہے جس کا سربراہ خود اللہ تعالیٰ مقرر فرماتا ہے۔اور جس کا آئین ایک ابدی اور کامل کتاب قرآن شریف کی شکل میں اس نے نازل فرما دیا ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔یہ نظام، نظام خلافت کہلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کے مامور اور اس کے مرسل نبی کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کیا جاتا ہے اور اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک لوگ اس نظام کی شرائط کو پورا کرتے رہیں۔

## خلافت کیا ہے

لغت کی رو سے خلافت کے معنے نیابت اور جانشینی کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں۔ اَلْخَلِيْفَةُ مَنْ يَقُوْمُ مَقَامَ الذَّاهَبُ وَ يَسُمَّ مَسَدَّهُ

(النہایۃ جلد1 صفحہ 315)

کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہ پر کھڑا ہو اور اس کے جانے کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کردے۔

علامہ بیضاوی نے لفظ خلیفہ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَالْخَلِيْفَةُ مَنْ يَخْلُفُ غَيْرَهُ وَ يَنُوْبُ مُنَابَهُ وَالهاءِ فَيْهِ لِلْمُبَالِغَةِ"

(تفسیر بیضاوی جلد1 صفحہ 59)

یعنی خلیفہ کسی دوسرے شخص کے بعد ہوتا ہے اور اس کی قائمقامی کرتا ہے۔ اور اس میں جو 'اَلْهَاء' ہے وہ مبالغہ کے لئے ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں، جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد4 صفحہ 383)

پس خلافت نبوت کی جانشینی ہے اور خلیفہ نبی کے شروع کئے ہوئے عظیم الشان مشن کو خدا تعالیٰ سے راہنمائی حاصل کرکے، نبی کی نشان کردہ راہوں پر چلتے ہوئے آگے سے آگے بڑھاتا ہے اور نہ صرف اس کے تشنۂ تکمیل منصوبوں اور سکیموں کو تکمیل تک پہنچاتا ہے بلکہ اس کی بعثت کی غرض کو پورا

کرنے کی خاطر وہ نئے نئے پروگراموں اور منصوبوں کی بنا بھی ڈالتا ہے اور اسطرح سے تجدیدِ دین کرتا ہے۔ اور وہ اپنے فرائض کو پوری شدت اور جوش وخروش اور تیزی کے ساتھ ادا کرتا ہے کیونکہ لفظ خلیفہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ ہے خلافت حقہ کا تصوّر، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم ہوتا ہے اور جو دنیا کے ہر نظام سے ہر پہلو میں کہیں بہتر اور زیادہ مؤثر ہے۔

## عالَمِ اسلام کا اتحاد اور خلافت

خلافت کی اہمیت پر کئی پہلوؤں سے روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ایک بنیادی نکتہ ''مرکزیت اور خلافت'' اوپر بیان ہو چکا ہے۔اس مذکورہ بالا امر کی تصدیق اس حقیقت سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ آج خلافت کے جھنڈے تلے نہ ہونے کی وجہ سے پوری دنیا بے چینی اور انتشار کا شکار ہے۔ باقی دنیا تو ایک طرف عالم اسلام بھی ،جس کے پاس قرآن کریم جیسا پاکیزہ اور مکمل عظیم الشان ضابطہ حیات موجود ہے،اسی کیفیت سے دو چار ہے۔اس صورت حال کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا نظام موجود نہیں جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو اور اس کی ہر بات پر عمل کرنا، ہر مکتب فکر کے لوگوں پر لازمی امر ہو۔ اگر آج بھی عالم اسلام اس نظام پر متفق ہو جائے تو مسلمان دنیا کی بڑی طاقت بن سکتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام کی ترقی ،اس کا اتحاد، اس نظامِ خلافت کے بغیر بالکل ناممکن ہے۔ مشہور عالم الشیخ الطنطاوی الجوھری نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپ آیت استخلاف درج کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

'هَذِهِ الْآيَةُ ذِكْرنَاهَا مَرَّةً أُخْرٰى فِي الْكِتَابِ وَأَعَدْنَاهَا هُهُنَا بَعْدَ اَنْ بَيَّنَّا طَرِيْقِ الْاِتِّحَادِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ تِلْكَ الطَّرِيْقَ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لِاِسْتَخْرَاجِهَا مِنَ الْكِتَابِ الْعَزِيْزِ لَا سَبِيْلِ اِلَى اِسْعَادِ الْمُسْلِمِيْنَ بِغَيْرِهَا وَلَا سَبِيْلِ لِاِرَاحَتِهِمْ وَتَمْكِيْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَاسْتَخْلَافِهِمْ فِيْهَا وَتَبْدِيْلَ خُوْفُهُمْ أَمْناً اِلاَّ بِهٰذِهِ السَّبِيْلِ وَحْدَهَا (الخلافة)۔ (القرآن والعلوم العصریۃ صفحہ 21)

یعنی اس آیت کا ہم نے اس کتاب میں دوبارہ ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا طریق بیان کرنے کے بعد ہم نے پھر اس آیت کو دھرایا ہے کیونکہ اس طریق کا علم ہمیں کتاب عزیز سے ہوتا ہے اور اسکے بغیر مسلمانوں کی کامیابی کا اور کوئی طریق نہیں ، نہ ہی انہیں زمین میں خوشحالی اور طاقت حاصل ہوسکتی ہے۔اور نہ ہی حکومت میسر آسکتی ہے اور نہ ہی اس کا خوف امن سے تبدیل ہوسکتا ہے، مگر صرف اور صرف اس (خلافت) کے ذریعہ۔گویا آج جس شخص نے بھی حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہونا ہے، جسے بھی حقیقی سکون اور راحت سے زندگی بسر کرنے کی تلاش ہے، جسے بھی اپنی روحانی اور مادی ترقی کی فکر ہے، اسے خلافت کا جھنڈا تلاش کر کے اس کے نیچے جمع ہونا ہوگا۔اس کے مرکز سے زندہ تعلق قائم کر کے، اس کی طرف سے جاری ہونے والی تمام ہدایات کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل اور ضابطہ حیات مرتب کرنا ہوگا اور جو شخص اس کے مطابق عمل کرے گا اس کی کامیابی یقینی ہے۔

## خلافت نبوت کا تتمّہ ہے

خلافت کی اہمیت ایک ناگزیر ضرورت بن کر اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم نبی اور اس کے مشن کو دیکھتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے نبی بھیجتا ہے مگر انکے ذمہ صرف تخم ریزی کا ہی کام ہوتا ہے۔ان کے ہاتھوں تو انکے مشن کی صرف ابتداء ہی ہوتی ہے، اس کی بنیاد پڑتی ہے، اور ان کے جانے کے بعد خلافت نبوت کا تتمہ اور حصہّ بن کر وجود میں آتی ہے۔ یہ خدا کی قدیم سنت ہے جیسے کہ اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ:

"مَا كَانَتِ النُّبُوَّةُ قَطُّ اِلاَّ تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ"

(کنز العمال جلد 6 صفحہ 119)

کہ ہر نبوت کے بعد خلافت لازمی طور پر قائم ہوتی رہی ہے ۔ اگر بالفرض نبوت کے بعد خلافت کا سلسلہ نہ ہو تو نعوذ باللہ اس سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے کہ اس نے دنیا میں ایک منصوبہ جاری فرمایا مگر ابھی وہ تشنۂ تکمیل ہی تھا کہ اس نے اس قائم کردہ سلسلہ کو اپنے ہاتھوں سے ملیا میٹ

کردیا، گویا وہ ایک بلبلہ تھا جو سمندر کی سطح پر ظاہر ہوا اور پھر چند ثانیے بعد وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ کر پانی کی مہیب لہروں میں غائب ہو گیا۔ پس خدا تعالیٰ کی شان اسی میں ہے کہ نبی کی وفات کے بعد اس کی جانشینی کا سلسلہ بھی قائم ہو، جو اس نبی کے مشن کو مکمل کرنے میں کوشاں ہو جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس نقطہ نظر سے نظامِ خلافت کے قیام کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کا کلام مجھے فرماتا ہے ....وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا، کچھ میرے ہاتھ سے کچھ میرے بعد، یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے....اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے، لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا، بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے....ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناکام رہ گئے تھے، اپنے کمال کو پہنچتے ہیں''۔ (الوصیت)

پس خلافت کے قیام کی ضرورت اور اس کی اہمیت جہاں مادی قانون قدرت سے ثابت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے روحانی نظام کا بھی یہی تقاضہ ہے اور اسکی سنت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ نبوت کے بعد خلافت کا نظام بہر حال قائم ہونا چاہئے کہ ساری دنیا کے مسائل کا حل اسی نظام میں ہے۔

## خلافت کا مقام

خلافت کی اہمیت کا ایک پہلو خلیفہ کے مقام سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اسی موضوع سے خلافت کی اہمیت بیان کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔ خلافت ایک نعمت ربّانی ہے اس کو خلافتِ رحمت بھی کہتے ہیں۔ اس منصب پر فائز ہونیوالا مبارک وجود، حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ

کے الفاظ میں ''سایہ رب العالمین، ہمسایۂ انبیاء ومرسلین، سرمایہ ترقی دین اور ہم پایہ ملائکہ مقربین ہوتا ہے۔ وہ دائرہ امکان کا مرکز، تمام وجوہ سے باعث فخر اور ارباب عرفان کا افسر ہوتا ہے۔ اس کا دل تجلّیٔ رحمان کا عرش اور اس کا سینہ رحمت وافرہ اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اقبال کا پرتوہ ہوتا ہے۔ اس سے اعراض معارضہ تقدیر اور اس سے مخالفت، مخالفتِ ربّ قدیر ہے''۔ حضرت سید صاحب موصوف خلیفہ راشد کا اعلیٰ وارفع اور پاکیزہ مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''جو صاحب کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکت حق تعالیٰ پر مبنی ہے۔ اہل کمال کی یہی علامت ہے کہ اس کی خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں۔ اس کی ہمسری کے دعویٰ سے دستبردار رہیں اور اسے رسول کی جگہ شمار کریں''۔ (منصبِ امامت صفحہ 86، 87)

آپ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

> ''امام، رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے، تمام اکابرِ امت و بزرگانِ ملت ملازموں اور خدمتگاروں اور جانثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت وارکان مملکت کے لئے شہزادۂ والا قدر کی تعظیم ضروری ہے اور اس سے توسلّ واجب ہے، اور اس سے مقابلہ نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے، ایسا ہی ہر صاحبِ کمال کے حضور میں تواضع اور تذلّل سعادتِ دارین کا باعث ہے۔ اور اس کے حضور اپنے علم اور کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ یگانگت رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے۔''
>
> (منصب امامت صفحہ 79)

خلیفۂ وقت نبی کے بعد ایک اعلیٰ اور منفرد مقام پر فائز ہوتا ہے، اس کو خدا تعالیٰ قائم کرتا ہے اور وہی قائم رکھتا ہے اس کی ہر طرح سے تائید ونصرت کرتا ہے۔ اسے علمِ لدّنی عطا فرماتا ہے، اسے

خود حکمت سکھاتا ہے۔قرآن کریم کے معانی،مطالب،اسرار،رموز اور حقائق دقائق سے مالا مال کرتا ہے جس کی بدولت وہ قرآن کریم کی تفسیر سب سے بہتر سمجھتا اور بیان کرتا ہے۔خدا خود اس کی ہر مشکل مرحلہ پر رہنمائی کرتا ہے،ہر ابتلاء میں اسے پورا اترنے کی توفیق بخشتا ہے۔اس لئے لازم ہے کہ ہر قسم کے احکام کے اجراء اور مہمات کا انجام اس کے سپرد کیا جائے۔اور ہر شخص خواہ وہ مجتہد ہو یا مقلد،عالم ہو یا عامی،عارف ہو یا غیر عارف،اپنے آپ کو اس کے سامنے لاشئ محض سمجھے۔اس کے حضور اپنی زبان بند رکھے۔کسی بھی طرح اس کے سامنے استقلال کا دم نہ مارے۔اس کے اختیارات خود مقرر کرنے کی کوشش نہ کرے۔بلکہ اس کے مقام کا تقاضا ہے کہ یہ کام اسی پر چھوڑا جائے۔جیسے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو صرف ایک ملاّ بھی کرسکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں۔اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔''

کامل اطاعت انسان کو صحابہ کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔اور آج اسکے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان تنزل کا شکار ہیں۔گو آج کے مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں،زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں،مگر ان میں وہ ترقی نہیں جو صحابہ میں تھی،حالانکہ صحابہ بھی یہی نمازیں پڑھتے،زکوٰۃ دیتے اور حج کرتے تھے۔اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ صحابہ میں ایک نظام کے تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کمر بستہ ہو جاتے اور اطاعت کی یہ روح آج کے مسلمانوں میں نہیں ہے۔آخر وہ کیا وجہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے اس بنیادی وصف سے عاری ہے۔اس کا جواب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

''اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا،پس جب خلافت ہوگی

اطاعت رسول بھی ہوگی‘‘

(تفسیر کبیر سورۃ نور)

اس نقطہ نظر سے خلافت کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ ترقی ایمان اور قبولیتِ اعمال کی اب نظامِ خلافت کے سوا کوئی صورت نہیں ہے۔ جسے متاع ایمان اور عاقبت کی فکر ہوا سے لازم ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کے نظام کے ساتھ ہوجائے جو آج جماعت احمدیہ کے سوا دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں ہے۔

## برکات خلافت

میرے مضمون کا دوسرا حصّہ برکاتِ خلافت سے متعلق ہے خلافت کی برکات بنیادی اور اصولی طور پر دو قسم کی ہیں۔

1۔تمکنتِ دین۔جس کا ذکر وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ کے الفاظ میں فرمایا۔

2۔ازالہ خوف۔اس کا ذکر وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ کہہ کر فرمایا۔

## خلیفہ کے تقرر کا طریق ایک عظیم نعمت

اس کی ایک بہت بڑی برکت اسکے قیام کے وقت اور طریق سے تعلق رکھتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں مختلف قومیں اپنے لیڈر کا انتخاب کرتی ہیں تو انتخابی مہمات کے دوران زبردست فسادات ہوتے ہیں، پھر جب کوئی لیڈر منتخب ہوجاتا ہے تو اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا عرصہ اقتدار کب تلک ہے اور کس گھڑی اس کو بے عزت کر کے کرسئ اقدار سے الگ کر دیا جائے گا۔لیکن دنیا میں خلافت ہی واحد نظام ہے جس میں ایک امام کے بعد دوسرے امام کے انتخاب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا اصول وضع فرمادیا ہے جس کے نتیجہ میں کوئی دنگا فساد نہیں ہوتا۔ ہر کوئی مطمئن اور پر سکون ہوتا ہے۔اور وہ اصول یہ ہے کہ کوئی شخص خلافت کی خواہش نہ کرے، بلکہ اس منصب پر خدا تعالیٰ جسے مناسب سمجھے گا اسے خود فائز کر دے گا اور یہ کہ جسے وہ خلافت کی خلعت پہنادے اس

کے بعد اس خلعت کو اتارنے کا کسی کو بھی حق نہ ہوگا۔ پس جب کسی کو خلافت کی خواہش نہ ہوگی تو نہ تو کسی کو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنی پڑے گی اور نہ ہی کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہونے والے امام کے خلاف تحریک چلا کر اسے اس خلعت کو اتارنے پر مجبور کرنے کی جرأت کریگا۔ اور یوں اس نظام سے وابستہ ہر شخص قلبی و ذہنی طور پر بڑا پرسکون ہوگا۔

## خدائی تائید ونصرت

خلافت کے تمام کاروبار اور اس کی برکات کی بنیاد خدائی تائید ونصرت پر ہے جو بجائے خود خلافت کی ایک عظیم الشان برکت ہے۔ گویا خلافت کی ساری عمارت ہی برکات سے معمور ہے اور اس عمارت کی بنیادیں بھی برکات سے ہی بھری گئی ہیں۔ چنانچہ تمکنت دین کے ہر قدم پر، خوف کے ہر لمحہ میں خدا تعالیٰ خلافت کی برکت سے اپنے بندوں کی خاص تائید ونصرت فرماتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ ہر مرحلہ پر سرخرو ہو کر نکلتے ہیں۔ ہر قدم پر کامیابی انکے پاؤں چومتی ہے۔

## تمکنتِ دین اور خلافت کی برکات

جیسا کہ اوپر یہ صراحت سے بیان ہو چکا ہے کہ نبی تو صرف تخم ریزی ہی کر پاتا ہے کہ اسے خدا کی طرف سے بلاوا آجاتا ہے۔ دین کی اشاعت، اس کی وسعت، اس کا استحکام، فتوحات، منظم اور مربوط طور پر اس کی عمارت کو بلند کرنا اور یہ سب باتیں جو بعد میں آنیوالے خلفاء کے زمانوں میں پوری ہوتی ہیں وہ خلافت کی برکات ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو آپکے دورِ خلافت کی ابتداء میں فرمایا:

> ''مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت! تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں۔''

(منصب خلافت صفحہ 37)

خدا تعالیٰ کا یہ قول ہر زمانہ میں قائم ہونے والی خلافت کے ہر دور میں پورا ہوتا چلا آیا ہے۔

حضرت موسیٰ کی وفات انکے مشن کی تکمیل سے پہلے ہی ہوگئی تھی۔ چنانچہ آپکے بعد خلافت کا نظام قائم ہوا۔ چنانچہ بائبل میں ہے:

"جب خداوند کا بندہ موسیٰ مر گیا تو یوں ہوا کہ خداوند نے نون کے بیٹے یشوع کو جو موسیٰ کا خادم تھا خطاب کر کے فرمایا کہ میرا بندہ موسیٰ مر گیا ہے، سواب تو اُٹھ اور اس یردن پار اس ساری قوم سمیت اس سرزمین کو جو میں انہیں یعنی بنی اسرائیل کو دیتا ہوں اُتر جا۔ ساری سرزمین اور دریائے آعظم تک جو سورج کے ڈھل جانے کی طرف ہے تمہاری سرحد ہوگی۔ میں تجھ سے غافل نہ ہونگا۔ اور نہ تجھے چھوڑوں گا۔ مضبوط ہو اور دلاوری کر"۔

(یشوع کی کتاب باب 1۔ آیت 1 تا 7)

چنانچہ حضرت یوشع نے پوری ہمت اور دلاوری کا مظاہرہ کیا اور بالآخر انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اور دریائے یردن کے اس پار کا علاقہ، ارض مقدّسہ انہیں مل گئی۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو یہ فتح اس لئے نصیب ہوئی اور حضرت موسیٰ کا تشنۂ تکمیل منصوبہ اس لئے پورا ہوا کہ قوم موسیٰ نے نظام خلافت کو قبول کیا اور اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کر دیا۔ اور اسطرح سے تمکنتِ دین کا خدائی وعدہ پورا ہوا۔

## ارکان دین کی حفاظت اور تمکنتِ دین

خلیفۂ وقت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا ولولہ اور ایسی امنگ عطا ہوتی ہے کہ وہ اس کی بدولت تمکنتِ دین کے لئے ہر قسم کے نامساعد حالات کے باوجود کسی بھی ضروری اقدام کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو مسلمان کہلانے والے بعض اعراب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ بڑا ہی نازک وقت تھا ایک طرف قیصر روم کے حملہ کا خطرہ، دوسری طرف اعراب کی بغاوت اور انکی طرف سے برپا فتنۂ ارتداد، یہ مسائل بڑی خوفناک اور گھمبیر شکل اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک عام انسان اس حالت میں بمشکل ان فتنوں پر ہی قابو پانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اسے مثبت اقدام کی سکت ہی نہیں ہوتی۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوری طور

پرزکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے مسلمانوں کی سرکوبی کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے ٹارگٹ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بکری باندھنے والی رسی کی بھی زکوٰۃ دیتا تھا اور اب اس سے انکار کرتا ہے تو میں اس کی زکوٰۃ لیکر رہوں گا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 55)

یہ دلیری، دین کے ارکان کو پوری شدت کے ساتھ قائم کرنے کی یہ ہمت خلافت کی برکت سے ہی تھی۔ اسی واقعہ سے خلافت کے ذریعہ تمکنت کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اس بروقت اقدام سے دین کی راہ میں رخنہ ڈالنے کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خداداد فراست سے اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیا اور اس طرح سے تمکنت دین کی شاندار مثال قائم کی۔

## بیت المال کا استحکام اور تمکنتِ دین

تمکنتِ دین کا ایک حد تک بیت المال کے استحکام کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ نظامِ خلافت کو مالی لحاظ سے بڑی برکت بخشتا ہے تا تمکنت دین کی خاطر خلیفۂ وقت کو جس قدر اموال کی ضرورت ہو وہ میسر آ جائیں۔ نظام خلافت کی تاریخ شاہد ہے کہ بعض خلفاء انتہائی مہیب قسم کے مالی خطرات اور دگرگوں حالات میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے مگر دیکھتے ہی دیکھتے یہ حالات مالی فراوانی اور خوشحالی سے بدل گئے اور اس طرح سے یہ سبق بھی دیا گیا کہ ہر قسم کی خوشحالی خلافت کے ساتھ وابستگی میں ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے جانشین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے عہد خلافت کی ابتداء نہایت شدید قسم کے مالی بحران کی فضا میں ہوئی۔ مالی حیثیت رکھنے والے لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا اور لاہور چلے آئے اور یہی نہیں بلکہ روانگی کے وقت سارا خزانہ بھی لوٹ کر لے گئے۔ حضرت مصلح موعود ؓ نے جب حساب کتاب دیکھا تو خزانہ میں صرف سترہ روپے تھے جبکہ سکول کے اساتذہ کی تنخواہوں کے علاوہ کئی سو کا قرض جماعت پر تھا۔ ان نامساعد مالی

حالات میں آپ نے ہر چہ بادَا بادَ کہتے ہوئے خدا کی تھمائی ہوئی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کی بارش میں اپنے کارواں کو لیکر آگے بڑھنے لگے۔ چند سال میں جماعت کی مالی حالت بڑی خوشکن ہوگئی۔اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرض تو الگ رہے، حضورؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے سال یعنی 1920ء میں برلن میں مسجد تعمیر کرنے کے لئے جماعت کی خواتین سے ایک لاکھ روپے کا مطالبہ کیا تو جماعت کی خواتین نے صرف ایک ماہ کے اندر اندر یہ خطیر رقم جمع کر کے اپنے آقا کے حضور پیش کردی۔ایسے ہی ایمان افروز واقعات اور خلافت کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک لاکھ روپیہ مانگا تھا۔ لیکن اب میں خدا تعالیٰ سے اربوں روپیہ مانگا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے ایک لاکھ روپیہ مانگ کر غلطی کی۔اللہ تعالیٰ نے کہا ہم تیری اس دعا کو قبول نہیں کرتے جس میں تو نے ایک لاکھ مانگا ہے۔ہم تجھے اس سے بہت زیادہ دیں گے تاکہ سلسلہ کے کام چل سکیں۔اب اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھ کر کہ میں نے ایک لاکھ مانگا تھا مگر اس نے 22لاکھ سالانہ دیا، میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایک کروڑ مانگتا تو22 کروڑ سالانہ ملتا۔ایک ارب مانگتا تو22ارب سالانہ ملتا،ایک کھرب مانگتا تو22 کھرب سالانہ ملتا اور اگر ایک پدم مانگتا تو22 پدم سالانہ ملتا۔اور اس طرح ہماری جماعت کی آمد امریکہ اور انگلینڈ دونوں کی مجموعی آمد سے بڑھ جاتی۔ پس خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سی برکات وابستہ کی ہوئی ہیں۔تم ابھی بچے ہو تم اپنے باپ دادوں سے پوچھو کہ قادیان کی حیثیت جو شروع زمانہ خلافت میں تھی وہ کیا تھی۔اور پھر قادیان کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر ترقی بخشی تھی''۔

(الفضل 5ستمبر 1956ء)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت کی برکات سے جماعت احمدیہ کو مالی فراوانی دیتا چلا آیا

ہے۔ چنانچہ جماعت کا بجٹ سینکڑوں سے ہزاروں میں، ہزاروں سے لاکھوں میں اور لاکھوں سے کروڑوں میں اور اب بفضلہٖ تعالیٰ اربوں میں جا چکا ہے۔ خلیفہ وقت فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے 25 لاکھ کا مطالبہ کرتے ہیں تو جماعت 33 لاکھ پیش کر دیتی ہے۔ افریقہ کی علمی اور طبی خدمات کے منصوبہ مجلس نصرت جہاں کے لئے خلیفہ وقت 33 لاکھ کی تحریک کرتے ہیں اور احباب جماعت 52 لاکھ روپیہ اپنے آقا کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر خلیفۂ وقت صد سالا نہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے لئے اڑھائی کروڑ کی تحریک کرتے ہیں تو جماعت قریباً 15 کروڑ روپے کے وعدے پیش کر کے انکی ادائیگی کی فکر میں لگ جاتی ہے۔ اور اب خلافت رابعہ کے مبارک دور میں جس طرح خدا تعالیٰ نے مالی وسعتیں بخشی ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ اب جماعت کروڑوں سے اربوں کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔

## غیر متزلزل ایمان

خلافت کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس کے طفیل مومنوں کو مضبوط چٹانوں جیسا غیر متزلزل ایمان بخشا جاتا ہے۔ وہ کسی قسم کی لالچ میں نہیں آتے وہ کسی کے ورغلائے نہیں پھسلتے۔ 5 ستمبر 1956ء کے اخبار الفضل میں ایک واقعہ درج ہے جو اس امر کی سچی تصویر پیش کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب 1914ء میں خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوا تو پیغامیوں نے اس خیال سے کہ جماعت کے لوگ خلافت کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتے یہ تجویز کیا کہ کوئی اور خلیفہ بنا لیا جائے اور اس کے لئے سیالکوٹ کے ایک صوفی منش دوست میر عابد علی عابد کا انتخاب کیا گیا۔ پیغامیوں کا یہ خیال تھا کہ چونکہ میر صاحب صوفی منش اور عبادت گزار آدمی ہیں اسلئے الوصیت کے مطابق چالیس آدمیوں کا انکی بیعت پر متفق ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ چنانچہ مولوی صدرالدین صاحب اور بعض اور دوسرے لوگ رات کے وقت انکے پاس گئے اور اپنے آنے کی غرض بیان کی جس پر وہ آمادہ ہو گئے۔ اسکے بعد وہ پیغامی ساری رات قادیان میں دو ہزار احمدیوں کے ڈیروں پر پھرتے رہے، لیکن چالیس آدمی تو ایک طرف وہ کسی ایک آدمی کو بھی میر صاحب کی بیعت پر آمادہ نہ کر سکے۔

اور جب انہیں میر صاحب کی بیعت کے لئے چالیس آدمی بھی نہ ملے تو وہ مایوس ہو گئے۔حضرت مصلح موعودؓ نے ان دنوں کا نقشہ اتارتے ہوئے فرمایا:

''خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک جماعت کو پکڑ کر میرے ہاتھ پر جمع کر دیا تھا اور اس وقت جمع کر دیا تھا جب بڑے بڑے احمدی میرے مخالف ہو گئے تھے اور کہتے تھے کہ اب خلافت ایک بچے کے ہاتھ آ گئی ہے اس لئے جماعت آج نہیں تو کل تباہ ہو جائے گی۔لیکن اس بچہ نے 42 سال پیغامیوں کا مقابلہ کر کے جماعت کو جس مقام تک پہنچایا وہ تمہارے سامنے ہے۔شروع میں ان لوگوں نے کہا تھا کہ 98 فیصدی احمدی ہمارے ساتھ ہیں لیکن اب وہ دکھائیں کہ جماعت کا 98 فیصدی جو انکے ساتھ تھا کہاں ہے۔کیا وہ 98 فیصدی ملتان میں ہیں، لاہور میں ہیں، آخر وہ کہاں ہیں۔کہیں بھی دیکھ لیا جائے انکے ساتھ جماعت کے دو فیصدی بھی نہیں نکلیں گے''۔

(الفضل 28 اپریل 1957ء)

## قرب الٰہی کا حصول

دین کی تمکنت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ماننے والوں کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق ہو اور ان کو خدا تعالیٰ خاص قرب حاصل ہو۔اور یہ امر ہو ہی نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔خلیفۂ وقت زمین پر خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور اسے یہ برکت دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اسکے بندوں کے درمیان رابطہ کا کام کرے اور جو خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہے اس کی راہنمائی کرے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

''انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مد ہوتے ہیں۔جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لیکر چڑھتا ہے۔اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔وہ دیواریں

نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جنکی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے''۔

(الفضل 11 ستمبر 1937ء)

## احکام دین قرآن کریم کی تشریح

خلیفۂ وقت خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے کلام اور اسکے احکام کو سب سے بہتر سمجھتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اسکی راہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔ اسے اپنے الہام اور وحی کے ذریعہ نئے نئے حقائق اور دقائق سے نوازتا ہے جن سے روشنی پا کر وہ قرآن کریم کے نئے نئے معانی اور اسرار و رموز لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور احکام قرآنی پر عمل کی صحیح راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی خلیفہ کا وجود بڑا ہی بابرکت ہے۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی تھی کہ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفاء دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام کی ترقی ہوتی ہے''۔ (الفضل 4 ستمبر 1937ء)

## کامیابی کی کلید

ہر انسان چاہتا ہے کہ اسے ہر میدان میں کامیابی ملے، اسے فتح نصیب ہو۔ ایسی خواہش رکھنے والے ہر انسان کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ وہ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ وابستہ کر لے۔ اس کے نتیجہ میں اس کی کامیابی اور فتح یقینی ہوگی۔ خلافت کے ساتھ یہ وابستگی کیسی ہونی چاہئے؟ اس بارے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے:۔

''امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم پر جو مومن اٹھاتا ہے اسکے پیچھے اٹھاتا ہے اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔ اپنے ارادوں کو اسکے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔ اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اسکے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو انکے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے''۔

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

''پس کامیابی اسے ملتی ہے جو اپنے آپ کو پوری طرح خلافت کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے، کامیابی اسے ملتی ہے جو اپنا سب کچھ خلافت پر نثار کر دیتا ہے۔ کامیابی اسے ملتی ہے جو خلیفۂ وقت کی دعائیں حاصل کرتا ہے کیونکہ ''اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اسکی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اسکے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔''

(منصب خلافت صفحہ 32)

## برکات خلافت کا دوسرا عظیم الشان پہلو۔ازالۂ خوف

''جب خلافت کے ساتھ وابستہ مومنوں پر خوف کے حالات آتے ہیں ،اس وقت بھی خدا تعالیٰ جماعت پر بارش کی طرح برکتیں نازل کرتا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ بھی برکات خلافت کی ایک طویل داستان لئے ہوئے ہے۔ جو تاریخ عالم کے صفحات پر بکھری پڑی ہے۔ اس بارہ میں یاد رہے کہ ایک تو خوف کی حالت اس وقت طاری ہوتی ہے جب نبی یا اس کا خلیفہ اپنے آسمانی نقطہ کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور مومن بشریت کے تقاضا کے تحت مارے غم کے دیوانے ہو جاتے ہیں اور پریشان ہو جاتے ہیں اس بات پر کہ اب کیا ہوگا؟ چنانچہ ہمیشہ ہی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ خوف کے اس وقت میں خدا تعالیٰ ان میں سے ہی کسی نیک بندے کو کھڑا کر کے ان کی تسلّی کے سامان کرتا

ہے۔اس کے بعد اس جماعت کو خوف کے بعض اور حالات پیش آتے ہیں جبکہ ابلیسی فطرت رکھنے والے عناصر اسکے مقرر کردہ خلیفہ کے بالمقابل کھڑا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے:''حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوت اعراب اور کھڑا ہونے والے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقرر کیا گیا، وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا۔مگر چونکہ خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے شجاعت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے جیسا یشوع کی کتاب باب اوّل آیت 6 میں حضرت یشوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط ہو اور دلاوری کر یعنی موسیٰ تو مر گیا اب تو مضبوط ہو جا یہی حکم قضاوقدر کے رنگ میں، نہ شرعی رنگ میں، حضرت ابوبکرؓ کے دل پر بھی نازل ہوا تھا۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 58)

پس خدا تعالیٰ خلیفۂ وقت کو ایسی غیر معمولی شجاعت اور بہادری اور اسکے ساتھ ایسی فراست عطا فرماتا ہے کہ اگر ہر شخص اس کے ساتھ اطاعت کا کامل نمونہ دکھا دے تو ہر قسم کی مشکلات اور آفات و مصائب کے بادل دیکھتے ہی دیکھتے چھٹ جاتے ہیں۔دشمن زیر ہو جاتا ہے اور فرشتے آسمان سے ترقیات والی نئی زمین اور عظمت وسطوت والا نیا آسمان پیدا کر دیتے ہیں۔لیکن شرط کامل وفا اور فرمانبرداری ہے۔اور یہ یاد رہے کہ یہ باتیں محض منہ کی باتیں نہیں، یہ ماضی کے قصہ ہائے پارینہ نہیں، یہ اساطیر الاوّلین نہیں۔آج یہ ہر احمدی کا زندہ احساس ہے، اس کے دل ودماغ اور جاگتی آنکھوں اور سنتے کانوں کی بالکل سچی گواہی ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد مبارک میں کیا ہوا۔سارا عرب بغاوت پر آمادہ ہو گیا، اندرونی طور پر زکوۃ سے انکار اور ارتداد کے فتنے الگ تھے اور بیرونی طور پر جھوٹی نبوت کے دعویداروں اور رومی حکومت کے حملہ کا منصوبہ الگ شدید خوف کا باعث بنے ہوئے تھے۔ان تمام

امور کے ملنے سے خوف کا ایسا عالم طاری تھا جس میں کسی عام شخص کا بس چل ہی نہیں سکتا۔لیکن خدا نے اپنے اس بندہ کو ایسا قوی قلب بخشا اور ایسی روحِ اقدام عطا فرمائی کہ آپ نے دیکھتے ہی دیکھتے ان تمام فتنوں پر پوری طرح قابو پالیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا سکون ہوگیا کہ گویا کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔جب رومی حکومت کے حملہ کے دفاع کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیار کردہ لشکرِ اسامہ کے بھجوانے کا وقت آیا تو اندرونی فتنوں کے پیش نظر آپ کو یہ لشکر نہ بھیجنے کا مشورہ دیا گیا تا مدینہ کے اندر متوقع فتنوں کے سدّ باب کے لئے یہاں قوت موجود رہے۔تو وہ شیر دل جو خدا کے بلائے بولتا تھا بڑے جلال سے گرجا:

...وَالَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَوْ جَرَتِ الْکِلَابُ بِاَرْجُلِ اَزْوَاجِ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَدَدْتُ جَیْشاً وَجَّھَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا حَلَلْتُ لِوَاءً عَقَدَہٗ۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ 55)

کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر مدینہ میں ازواج مطہرات کی لاشوں کو کتے بھی گھسیٹتے پھریں تو پھر بھی میں اس لشکر کو جسے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیار کیا تھا، روک نہیں سکتا۔یہی خداداد جذبہ اقدام اور جرأت تھی جس کی بدولت حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے صرف اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں رومی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔آپکے عہدِ خلافت میں لاکھوں مسلمان تو ہو نہیں گئے، اس وقت تو قریباً قریباً وہی مسلمان تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھے لیکن خلافت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں وہ شان اور امنگ اور جرأت پیدا کردی کہ انہوں نے اپنے مقابل پر بعض اوقات دو دو ہزار گنا تعداد کے لشکر کو بری طرح شکست کھانے پر مجبور کردیا۔14 سو سال کا سفر کر کے جب ہم آج کے اس دور کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں بھی یہی واقعات، یہی حالات دکھائی دیتے ہیں 1914ء میں انتہائی خوف کے عالم میں خدا کے مسیح کا خلیفہ اس کی قائم کردہ جماعت کی باگ ڈور سنبھالتا ہے اور اس کا میر کارواں بن کر فوراً ہی اسے تلاطم خیز سمندر سے نکال کر ساحل سکون واطمینان سے ہمکنار کردیتا ہے۔اور اس کے بعد جب بھی خوف کے

حالات پیدا ہوتے رہے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی جماعت کی ایسے رنگ میں راہنمائی کرتا رہا کہ دنیا ان کو پیروں تلے کچل ڈالنا چاہتی ہے مگر وہ آسمان کے تارے بن کر جگمگانے لگتے ہیں۔

عہدِ خلافت ثانیہ میں 1934ء کا سال یادگار سال ہے کہ اسی سال مجلس احرار، جماعت احمدیہ پر اس طرح حملہ آور ہوتی ہے کہ گویا اس کو بالکل نیست و نابود کر کے رکھ دے گی۔ مگر نہ صرف یہ کہ وہ اس حملہ میں بری طرح ناکام ہوتی ہے۔ بلکہ جماعت احمدیہ ان کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے امام کی آواز پر ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے تحریکِ جدید کا آغاز کر کے مثبت اقدام کرتی ہے۔ جسکی بدولت آج دنیا کے چاروں کونوں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ 1947ء کا سال تاریخ پاکستان کا پہلا سال ہے جو برصغیر کے دوسرے مسلمانوں کی طرح افراد جماعت احمدیہ پر بھی بڑی مشکل اور خوف کا وقت لایا۔ اس وقت قادیان کی بستی ہر طرف سے خطرناک حد تک خوف کا مرکز بن گئی تھی۔ مگر جو لوگ خلافت کے ساتھ وابستہ تھے، چند دنوں میں ان کا یہ خوف امن میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد 1953ء اور 1974ء اور 1984ء میں ہونے والے جماعت کے خلاف ملک گیر فسادات بھی خلافت کی برکت سے کافور ہوئے اور آج بے شمار گواہ زندہ موجود ہیں جنہوں نے مخالفین کی طرف سے جماعت کے خلاف برپا کی ہوئی خطرناک سازشوں کو دھوئیں کی طرح غائب ہوتے دیکھا۔

الغرض فتنے اندرونی ہوں یا بیرونی، خوف اندر سے اٹھے ہوں یا باہر سے طاری کرنے کی کوششیں کی گئی ہوں ہر ابتلا میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت کے ساتھ وابستہ جماعتیں خدا کے وعدہ کے بموجب اور خلافت کی برکات کے طفیل ثابت قدم رہیں۔ اور اس کی زندہ مثال اس وقت جماعت احمدیہ ہے۔

## خلافت کی برکات کو یاد رکھنے کا ایک طریق

خلافت ایک عظیم نعمت ہے لیکن اس کی عظمت ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں بھی ڈالتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم خلافت کے قائم رکھنے کی پوری کوشش کریں اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی سے کبھی بھی

اور ذرہ بھر بھی گریز نہ کریں۔لیکن یہ تو اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک کے دل میں خلافت کا پیار اور اسکی محبت کوٹ کوٹ کر بھر جائے۔اور ہم اسکے ایک معمولی سے اشارے پر بھی اپنے تن من دھن کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہوں۔یہ محبت کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔اس کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''آخر میں خدام کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خلافت کی برکات کو یاد رکھیں۔اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا یہ دستور ہے کہ وہ سال میں اسکے لئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں مثلاً شیعوں کو دیکھ لو، وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں تا قوم کو شہادت حسینؓ کا دن یاد رہے۔اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن ''خلافت ڈے'' کے طور پر منایا کریں۔اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں۔اور اپنی پرانی تاریخ کو دھرایا کریں۔اسی طرح وہ رؤیا کشوف بیان کئے جایا کریں جو وقت سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے دکھائے اور جن کو پورا کر کے خدا تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ اس کی برکات اب بھی خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں''۔(الفضل یکم مئی 1957ء)

(مطبوعہ:الفضل انٹرنیشنل 21رمئی 1999ءتا27رمئی 1999ء)

OO

# خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت

## سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات کی روشنی میں

انبیاء علیہم السلام کی بعثت ایسے وقت میں ہوتی ہے جبکہ دنیا میں ظلمت اور تاریکی کا دور دورہ ہوتا ہے اور ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی کیفیت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے طفیل اللہ تعالیٰ ان ظلمتوں اور اندھیروں کو اپنے نور کے ذریعہ زائل کرتا ہے اور ایمان لانے والی اور عمل صالح کرنے والی جماعتیں کھڑی کر دیتا ہے۔ نور نبوت کے فیضان کو امت میں لمبے عرصہ تک ممتد کرنے کے لئے ان ایمان داروں اور عمل صالح کرنے والے لوگوں میں خلافت کا سلسلہ جاری فرماتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے احیاء اور شریعت اسلامیہ کے قیام کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کی وفات کے بعد جماعت میں اپنی قدرت ثانیہ کا ظہور فرماتے ہوئے سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔

جماعت احمدیہ میں سب سے پہلی خلافت 27 رمئی 1908ء کو قائم ہوئی۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہر سال 27 رمئی کو یوم خلافت منایا جاتا ہے۔ تا کہ اس موقعہ پر خلافت کی اہمیت اور خلیفہ کے مقام کی اہمیت جماعت کے افراد پر واضح کی جایا کرے۔ پس ذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ کے

ارشاد خداوندی کے تحت ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی تحریرات ''خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت'' کے بارہ میں پیش کی جاتی ہیں تا کہ احباب جماعت ان ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نعمت خلافت کی قدر کریں اور لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کے مطابق اس نعمت کو اپنے اندر دیر تک جاری رکھنے کا موجب ہوں۔

## خلافت کی اطاعت سے ہی الٰہی نصرت ملتی ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ خلافت کی اطاعت کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''...وہی خدا جو اس وقت فوجوں کے ساتھ تائید کے لئے آیا آج میری مدد پر ہے اور اگر آج تم خلافت کی اطاعت کے نکتہ کو سمجھو تو تمہاری مدد کو بھی آئے گا۔ نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے جب تک خلافت قائم رہے نظامی اطاعت پر، اور جب خلافت مٹ جائے انفرادی اطاعت پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے۔''

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

## خلافت کی اطاعت سے باہر ہونے والا نبی کی اطاعت سے باہر ہو جاتا ہے

حضورؓ فرماتے ہیں:

''بیشک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہوتا ہے... میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔''

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

## اطاعت رسول خلافت سے ہوتی ہے

فرمایا:

''اطاعت رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے رشتہ میں پرویا جائے۔ یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ اور آج کل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی کہ صحابہ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریم ﷺ انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے لیکن یہ اطاعت کی روح آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔۔۔ کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس جب خلافت ہوگی، اطاعت رسول بھی ہوگی''۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ 369)

## ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے

حضورؓ فرماتے ہیں:

''یادرکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے.... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں

دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اسکی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہوسکتا۔''

(الفضل 15/نومبر 1946ء)

## خلفاء ہی قربِ الٰہی کے حصول میں ممد ہیں

حضورؓ فرماتے ہیں:

''انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں ممد ہوتے ہیں جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔''

(الفضل 11/ستمبر 1937ء)

## دین کی صحیح تشریح اور وضاحت خلفاء ہی کرتے ہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خلفاء کے ذریعہ سنن اور طریقے قائم کئے جاتے ہیں ورنہ احکام تو انبیاء پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں۔ خلفاء دین کی تشریح اور وضاحت کرتے ہیں اور مغلق امور کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ایسی راہیں بتاتے ہیں جن پر چل کر اسلام کی ترقی ہوتی ہے''۔

(الفضل 4/ستمبر 1937ء)

## اقامت صلوٰۃ خلیفہ کے ذریعہ ہی ہوتی ہے

فرمایا:

''اقامت صلاۃ بھی اپنے صحیح معنوں میں خلافت کے بغیر نہیں ہوسکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صلاۃ کا بہترین حصہ جمعہ ہے جس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اور قومی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ اب اگر خلافت کا نظام نہ ہوتو قومی ضروریات کا پتہ کس طرح لگ سکتا ہے۔ مثلاً پاکستان کی جماعتوں کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ چین اور جاپان اور دیگر مما لک میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسلام ان سے کن قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اگر ایک مرکز ہوگا اور ایک خلیفہ ہوگا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک واجب الاطاعت ہوگا تو اسے تمام اکناف عالم سے رپورٹیں پہنچتی رہیں گی کہ یہاں یہ ہو رہا ہے اور وہاں یہ ہو رہا ہے اور اس طرح وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے اور آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے آپ کو پیش کرنے کی حاجت ہے۔ ...وہ لوگوں کو بتا سکے گا کہ آج فلاں قسم کی خدمات کے لئے آپ کو پیش کرنے کی حاجت ہے... مگر جب خلافت کا نظام نہ رہے تو انفرادی رنگ میں کسی کو قومی ضرورتوں کا کیا علم ہوسکتا ہے''۔

(تفسیر کبیر سورہ نور صفحہ 368)

## تمام برکات خلیفہ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں مل سکتی ہیں

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

''جب تک بار بار ہم سے مشورے نہیں لیں گے اس وقت تک ان کے کام میں برکت پیدا نہیں ہوسکتی۔ آخر خدا نے ان کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ نہیں دی۔

میرے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ دی ہے۔انہیں خدا نے خلیفہ نہیں بنایا مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اور جب خدا نے اپنی مرضی بتانی ہوتی ہے تو مجھے بتاتا ہے انہیں نہیں بتاتا۔پس تم مرکز سے الگ ہو کر کیا کر سکتے ہو۔جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔اس سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہوگی...وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔اگر کوئی وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے۔'' (الفضل 20/نومبر 1946ء)

## خلیفہ وقت کی موجوگی میں کسی آزادانہ تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت نہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے، اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے''

(خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل 4/ستمبر 1937ء)

## خلیفہ وقت کی سکیم کے سوا اور کوئی سکیم قابل عمل نہیں ہونی چاہئے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم، وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں''

(خطبہ جمعہ 24/جنوری 1936ء مندرجہ الفضل 31/جنوری 1936ء)

پھر فرماتے ہیں:

''...جس پالیسی کو خلفاء پیش کریں گے ہم اسے ہی کامیاب بنائیں گے۔ اور جو پالیسی ان کے خلاف ہو گی اسے ناکام بنائیں گے۔ پس اگر کوئی مبایع اور مومن کوئی اور طریق اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسے ناکام کریں گے... صرف خلیفہ کی پالیسی کو ہی کامیاب کریں گے''۔

(خطبہ مندرجہ الفضل 4/ستمبر 1937ء)

نیز فرماتے ہیں:

''دین کے ایک معنی سیاست اور حکومت کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سچے خلفاء کی اللہ تعالیٰ نے یہ علامت بتائی ہے کہ جس سیاست اور پالیسی کو وہ چلائیں گے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں قائم فرمائے گا''۔

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ 376)

## انسانی عقلیں اور تدبیریں خلافت کے تحت ہی کامیابی کی راہ دکھا سکتی ہیں

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقل منداور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یادرکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔''

(الفضل 4رستمبر 1937ء)

## خلیفہ کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اطاعت جس طرح نبی کی ضروری ہوتی ہے ویسے ہی خلفاء کی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں ان دونوں اطاعتوں میں ایک امتیاز اور فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی کی اطاعت اور فرمانبرداری اسوجہ سے کی جاتی ہے کہ وہ وحی الٰہی اور پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے مگر خلیفہ کی اطاعت اس لئے نہیں کی جاتی کہ وہ وحی الٰہی اور تمام پاکیزگی کا مرکز ہوتا ہے بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ تنفیذ وحی الٰہی اور تمام نظام کا مرکز ہے۔ اسی لئے واقف اور اہل علم لوگ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خلفاء کو عصمت صغریٰ''

(الفضل 17رفروری 1935ء)

نیز فرمایا:

''یہ تو ہوسکتا ہے کہ ذاتی معاملات میں خلیفہ وقت سے کوئی غلطی ہوجائے لیکن ان معاملات میں جن پر جماعت کی روحانی اور جسمانی ترقی کا انحصار ہو اگر اس سے کوئی غلطی سرزد بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور کسی نہ کسی رنگ میں اسے اس غلطی پر مطلع کر دیتا ہے۔صوفیاء کی اصطلاح میں اسے عصمت صغریٰ کہا جاتا ہے۔ گویا انبیاء کو عصمت کبریٰ حاصل ہوتی ہے لیکن خلفاء کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسی غلطی نہیں ہونے دیتا جو جماعت کے لئے تباہی کا موجب ہو۔ان کے فیصلوں میں جزئی اور معمولی غلطیاں ہوسکتی ہیں مگر انجام کار نتیجہ یہی ہوگا کہ اسلام کو غلبہ ہوگا اور اس کے مخالفوں کو شکست ہوگی۔ گویا بوجہ اس کے کہ ان کو عصمت صغریٰ حاصل ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی پالیسی بھی وہی ہوگی جو ان کی ہوگی۔ بیشک بولنے والے وہ ہوں گے، زبانیں انہی کی حرکت کریں گی، ہاتھ انہی کے چلیں گے، دماغ انہی کا کام کرے گا مگر ان سب کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا۔''

(تفسیر کبیر سورہ نور صفحہ 376، 377)

## اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کو اپنی صفات بخشتا ہے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے...تو اس کے کیا معنی ہیں کہ خلیفہ خود خدا بناتا ہے۔اس کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جب کسی کو خدا خلیفہ بناتا ہے تو اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔اگر وہ اسے اپنی صفات نہیں بخشتا تو خدا تعالیٰ کے خود خلیفہ بنانے کے معنی ہی کیا ہیں۔''

(الفضل 22/نومبر 1950ء)

## خلفاء کا ادب واحترام ہی کامیابی کا ذریعہ ہے

فرمایا:

''شریعت وہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہے اور آداب وہ ہیں جو خلفاء کی زبان سے نکلیں۔ پس ضروری ہے کہ آپ لوگ ایک طرف تو شریعت کا احترام قائم کریں اور دوسری طرف خلفاء کا ادب واحترام قائم کریں اور یہی چیز ہے جو مومنوں کو کامیاب کرتی ہے''۔

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

## خلیفہ کی دعا ہی سب سے زیادہ قبول ہوتی ہے

حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے کیونکہ اگر اسکی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے... میں جو دعا کروں گا وہ انشاء اللہ فرداً فرداً ہر شخص کی دعا سے زیادہ طاقت رکھے گی۔'' (منصب خلافت صفحہ 32)

## خلیفہ ہی دشمن کو زیر کرنے کا ذریعہ ہے

حضور رضی اللہ عنہ جماعت کو خلیفہ کی کامل فرمانبرداری کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کو دیکھتے ہوئے میں انسانوں پر انحصار نہیں کر سکتا۔ اور تم بھی یہ نصرت اسی طرح حاصل کر سکتے ہو کہ اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ اور ایسا کرنے میں صرف خلیفہ کی اطاعت کا ثواب نہیں بلکہ موعود خلیفہ کی اطاعت کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو گے تو مشکلات کے بادل اڑ جائیں گے، تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے

ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت وسطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو''۔

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

## بیعت خلافت کے بعد کوئی کام امام کی ہدایت کے بغیر نہیں ہونا چاہئے

بیعت خلافت کے بعد مبائعین کی ذمہ داریاں بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے ... ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے جن کے نتائج ساری جماعت پر آ کر پڑتے ہوں کیونکہ پھر امام کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہے گی ... امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔'' (الفضل 5 جون 1937ء)

## خلافت کی ناقدری فسق پر منتج ہوتی ہے

نعمت خلافت کی قدردانی کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے حضور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''... خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے اس لئے یاد رکھو جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے ... فسق کا فتویٰ انسان پر اسی صورت میں لگ سکتا ہے جب وہ روحانی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرے۔''

(تفسیر کبیر، سورہ نور صفحہ 370، 374)

حضور رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشادات سے خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت عیاں ہے۔ خلیفہ وقت کی بیعت کے بعد دوسرے تمام لوگوں کی اطاعتیں اور تمام قسم کی وفاداریاں صرف اسی وقت تک جائز سمجھی جاسکتی ہیں جب تک ان کی وجہ سے خلیفہ وقت کی اطاعت سے انحراف نہ ہو۔ لیکن اگر واجب الاطاعت خلیفہ کے احکام اور ارشادات وتحریکات کے ساتھ کسی اور چیز کا مقابلہ پڑے تو پھر باقی تمام رشتوں اور تعلقات کا انقطاع اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہو جانا ضروری ہے۔ صرف اور صرف خلیفہ وقت کی اطاعت ہی مومنین کے مدنظر ہونی چاہئے۔ کیونکہ بیعت کے بعد دراصل حقیقی رشتہ خلیفہ وقت سے قائم ہونا چاہئے اور باقی سب رشتے اسی کی خاطر ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو خلیفہ وقت کا مقام اور اس کی اہمیت صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے اور حقیقی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہمارے اندر پیدا کرے۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ الفرقان ربوہ۔ مئی، جون 1967ء صفحہ 31 تا 39)

○○

# اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھانے والی عالمگیر جماعت

26 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہوئی اور 27 مئی کو جماعت احمدیہ میں خلافت کا قیام عمل میں آیا اور تمام اراکین جماعت نے حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کو خلیفۃ المسیح الاولؓ تسلیم کیا اور آپ کی بیعت کی۔

جو شخص بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہے اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ خدا نے اسے بیعت کرنے کی توفیق دی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت ویسے ہی تھی جیسے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی تھی۔ بیعت خلافت اور خلافت سے وابستگی کی اہمیت حضرت خلیفہ اول کے اس ارشاد سے بھی واضح ہوتی ہے:

> ''ایک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ کی بیعت لازم اور فرض ہے؟ فرمایا کہ جو حکم اصل بیعت کا ہے وہی فرع کا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے اس بات کو مقدم سمجھا اور کہا کہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔''

(بدر 3 مارچ 1911ء صفحہ 9)

## خلیفہ کی بیعت ضروری ہے

اس ارشاد سے واضح ہے کہ نبی کے بعد ہر خلیفہ کی بیعت ضروری ہے اور ان خلفاء کی فرمانبرداری اور اطاعت بھی ویسے ہی ضروری ہے جیسے خلفاء راشدین کی ضروری تھی۔

بیعت کے سلسلہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بیعت کو ایک مقدس عہد قرار دیا ہے جس کو

پورا کرنا اور جس کی حفاظت کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

(سورۃالفتح:11)

(ترجمہ) یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھ پر ہے۔ پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے ہی مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ سے باندھا تو یقیناً وہ اسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

بیعت اور توبہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''بیعت میں جاننا چاہئے کہ کیا فائدہ ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے۔ جب تک کسی شے کا فائدہ اور قیمت معلوم نہ ہو تو اس کی قدر آنکھوں کے اندر نہیں سماتی جیسے گھر میں انسان کے کئی قسم کا مال واسباب ہوتا ہے۔ مثلاً روپیہ پیسہ کوڑی لکڑی وغیرہ تو جس قسم کی جو شئے ہے اسی درجہ کی اس کی حفاظت کی جاوے گی۔ ایک کوڑی کی حفاظت کیلئے وہ سامان نہ کرے گا جو پیسہ اور روپیہ کے لئے اسے کرنا پڑے گا اور لکڑی وغیرہ کو تو یوں ہی ایک کونہ میں ڈال دے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس جس کے تلف ہونے سے اس کا زیادہ نقصان ہے اس کی زیادہ حفاظت کرے گا۔ اس طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بودوباش مقرر کر لی ہوئی ہے اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنی پاکیزگی کو اختیار کرنا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 2 جدید ایڈیشن)

○ حضرت مصلح موعودؓ نے 1944ء میں اشاعت دین کے لئے احباب جماعت کو اپنی جائیدادیں وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو جماعت نے حسب روایت والہانہ اطاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے 12 مارچ 1944ء کو فرمایا:

''ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے، ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے مگر جمعہ کے دن دو بجے میں نے یہ اعلان کیا اور ابھی رات کے دس نہیں بجے تھے کہ چالیس لاکھ روپے سے زیادہ کی جائیدادیں انہوں نے میری آواز پر خدمت (دین) کیلئے وقف کر دیں۔ جن میں پانچ سو سے زائد مربع زمین ہے۔ اور ایک سو سے زیادہ مکان ہیں اور لاکھوں روپیہ کے وعدے ہیں۔''

(الفضل 18 فروری 1958ء صفحہ 17)

○ اپنے امام کے اشارے پر اٹھنا اور اشارے پر بیٹھنا ہمیشہ سے ہمارا طرہ امتیاز رہا ہے۔ اپنی اس اطاعت گزار جماعت پر بجا طور پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے 12 مارچ 1944ء کے جلسہ میں فرمایا:

''خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کیلئے کہوں گا تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کیلئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کیلئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرادیں۔ میں انہیں جلتے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔''

(الفضل ربوہ 18 فروری 1958ء صفحہ 17)

○ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مکرم ومحترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر فرمایا تھا تو آپ اس وقت ناظر بیت المال تھے۔ باوجود ایک بہت سینئر ناظر ہونے کے، عمر میں بھی مجھ سے بہت بڑے تھے، میرے والد صاحب کے برابر تھے تو شیخ صاحب نے اطاعت کا وہ نمونہ دکھایا جو واقعی ایک مثال ہے اور بعض دفعہ تو ان کی اس اطاعت اور اخلاص کو دیکھ کر شرم بھی آتی تھی۔ پھر جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صدر صدر انجمن احمدیہ مقرر فرمایا تو باوجود اس کے کہ ان کے پاس ایک بڑا عہدہ تھا لیکن شفقت کے ساتھ ساتھ اطاعت کا پہلو بھی رہا۔ وہ اس لئے کہ مَیں امیر مقامی بھی تھا اور امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ تو یہ قابل مثال ہیں بہت سوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہا مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔'' (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 2/جنوری 2004ء)

○ ''حضرت منشی امام دین صاحب پٹواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنہوں نے 1894ء میں بیعت کی تھی انہیں حقہ پینے کی بہت عادت تھی۔ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کے ابتدائی زمانے میں کسی خطاب میں حقہ کی مذمت بیان کی تو اسی وقت حقہ چھوڑ دیا اور عزم کیا کہ اب ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔

شروع میں بیمار ہو گئے اور لوگوں نے کہا کہ آہستہ آہستہ چھوڑیں لیکن ایسی اطاعت کی کہ پھر ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

(اصحاب احمد جلد اوّل۔ صفحہ 118)

○ انتخاب خلافت خامسہ لندن کے موقعہ پر خلافت کے فدائیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ جس کو ایم ٹی اے کے ذریعہ پوری دنیا میں دیکھا گیا ،مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔آپ بیان کرتے ہیں :

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب لوگوں کو مسجد میں کھڑے دیکھا تو فرمایا بیٹھ جائیں ۔مسجد میں احباب کا ہجوم تھا۔ حضورانور ایدہ اللہ کی آواز جذبات سے مغلوب تھی اور مائیک بھی حضورانور ایدہ اللہ سے کچھ فاصلہ پر تھا اس لئے قریبی احباب نے تو یہ آواز سن لی اور فوری تعمیل کی ۔ مَیں قریب ہی مائیک کے عین سامنے کھڑا تھا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ حضور انور ایدہ اللہ کے فرمائے ہوئے الفاظ اور یہ پہلا ارشاد تو فوراً سب احباب تک پہنچنا لازم ہے۔ چنانچہ ایک جذبہ کے زیراثر مَیں نے مائیک پر اعلان کر دیا کہ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سب احباب بیٹھ جائیں۔مسجد فضل کے سامنے کا حصہ احاطہ مسجد اور قریبی علاقہ اس وقت دس گیارہ ہزار احمدیوں سے بھرا پڑا تھا جو اس وقت بڑے جذبۂ فدائیت کے ساتھ جماعت احمدیہ عالمگیر کے نئے منتخب ہونے والے خلیفہ کے رُخِ انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آگے سے آگے آنے کی کوشش میں تھے۔لیکن جونہی حضورانور ایدہ اللہ کا یہ ارشاد ان کے کانوں تک پہنچا ان سب کے قدم فوراً اُسی جگہ رُک گئے اور دس ہزار سے زائد کا مجمع اُسی وقت زمین پر بیٹھ گیا جس طرح تیز ہوا کے چلنے سے گندم کے خوشے زمین پر بچھ جاتے ہیں ۔ یہ نظارہ بہت ہی ایمان افروز تھا۔خلیفۂ وقت کے ارشاد پر فوری تعمیل کے اس والہانہ انداز نے قرونِ اُولیٰ میں اور ہمارے اس دور آخرین میں صحابہ کرام کے نمونوں کو تازہ کر دیا۔اطاعت اور فدائیت کا یہ عظیم نمونہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔'' (تشحیذ الاذہان،سیدنا مسرور ایدہ اللہ نمبر صفحہ 95،96)

○ اپنی اس فرمانبردار جماعت پر بجا طور پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے 12 مارچ 1944ء کو ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

''خدا نے کیسے کام کرنے والے وجود مجھے دیئے ہیں۔ خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مَیں اُنہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ مَیں اُنہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرادیں۔ مَیں انہیں جلتے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں کود کر دکھادیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو مَیں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو مَیں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہوجانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 26 دسمبر 1999 تا 2 دسمبر 1999ء)

جماعت احمدیہ نے اطاعت، فدائیت اور خلافت سے وابستگی میں دنیا کے سامنے ایک مثالی نمونہ پیش کیا ہے۔ کوئی بھی تو ایسی تحریک نہیں جس پر جماعت نے والہانہ لبّیک نہ کہا ہو خواہ وہ وقت اور عزت کی قربانی کی تحریک ہو یا جان و مال کی قربانی کی تحریک۔ اس کی چند مثالیں ہیں:

## مسجد لنڈن کے لئے چندہ کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 7 جنوری 1920ء کو مسجد لنڈن کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی جس پر جماعت نے ایسے رنگ میں لبیک کہا کہ ایک دنیا ورطہ حیرت میں آ گئی۔ چنانچہ عبدالمجید قریشی ایڈیٹر اخبار ''تنظیم'' امرتسر نے لکھا:

''تعمیر مسجد کی تحریک 6 جنوری 1920ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی اس

سے زیادہ مستعدی اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع واطاعت کا اسوہ حسنہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ 10 جون تک ساڑے اٹھتر ہزار روپیہ نقد اس کارخیر کے لئے جمع ہو گیا تھا کیا یہ واقعہ نظم وضبط امت اور ایثار وفدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں۔''

(تاریخ احمدیت۔جلد 4۔صفحہ 253)

## ہر شخص دو روٹیوں کی بجائے ایک کھائے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ربوہ میں روٹی پکانے والوں نے ہڑتال کر دی یا پیڑے بنانے والوں نے انکار کر دیا۔روٹی کے پیڑے وہاں مشین سے نہیں بنتے تھے۔ایک دفعہ عین موقعے پر بڑی دقت پیدا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ویسے تو جماعت کے افراد کو ہنگامی حالات سے نپٹنے کا بڑا ملکہ دیا ہوا ہے اور جب بھی کوئی ایسے حالات پیدا ہوں ہر وقت تیار رہتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس وقت ایک تو یہ اعلان فرمایا کہ ہر شخص دو روٹیوں کی بجائے ( کیونکہ فی کس عموماً دو روٹیوں کا اندازہ رکھا جاتا ہے )ایک کھائے اور پھر ربوہ کے گھروں کو کہا کہ تم روٹیاں بنا کر بھجواؤ۔ تعداد تو اس وقت مجھے یاد نہیں بہر حال ہر گھر کے ذمہ معین مقدار لگائی گئی تھی آٹے کی یا روٹیوں کی۔تو گھروں سے مختلف سائزوں کی روٹیاں آنی شروع ہو گئیں جو تقسیم کیلئے لنگر خانوں میں آجاتی تھیں وہاں سے تقسیم ہو جاتی تھیں۔گو اس کے بعد فوری طور پر حالات ٹھیک بھی ہو گئے لیکن اس ارشاد کی وجہ سے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا ان دنوں میں میرا خیال یہی ہے کہ تقریباً سارا جلسہ ہی لوگوں نے ایک روٹی پر گزارہ کیا اور یوں اپنی خوراک نصف کر لی اور دو کے کام آ گئی۔تو یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر چھوٹے چھوٹے ارشاد فرمائے ہیں انکی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور جب موقعہ آئے تب پتہ لگتا ہے کہ ان کی کیا اہمیت

ہے۔اوران پرعمل کرنے والے آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہی ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد3 صفحہ 450)

○ ایسا ہی ایک اور واقعہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’آج اس مسجد (مسجد ناصر ہارٹلے پول) کے افتتاح کے موقعہ پر یہاں کے پرانے احمدیوں کو یقیناً ان دو مخلصین کی یاد بھی آ رہی ہوگی جو یہاں کے ابتدائی احمدیوں میں سے ہیں جنہوں نے یہاں جماعت قائم کی (ڈاکٹر حمید خان اور ساجدہ حمید صاحبہ) ایک وقت ایسا آیا کہ اپنے بچوں کے بڑے ہو جانے کی وجہ سے وہ یہاں سے شفٹ ہونا چاہتے تھے۔شاید پاکستان جانا چاہتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کے ارشاد پر پہلے یہاں جماعت بنائیں اور پھر جائیں۔ایک مشنری کی روح کے ساتھ انہوں نے یہاں پر کام کیا اور جماعت بنائی،تبلیغ کی، مقامی لوگوں میں بھی احمدیت پھیلی۔اور پھر جماعت کی تربیت اوران مقامی لوگوں کے پیار کے وجہ سے اور تبلیغ کا جو مزا اُن کو آ چکا تھا اس وجہ سے وہ واپس جانے کا خیال ہی بھول گئے اور یہیں کے ہو گئے اور پھر ان دونوں کی وفات بھی یہیں ہوئی اور یہیں دفن بھی ہیں۔‘‘ (خطبات مسرور جلد3 صفحہ 667)

○ گھانا کے ایک دوست کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’اب میں گھانا کی مثال دیتا ہوں۔ہمارے ایک بڑے اعلیٰ قربانی کرنے والے ہیں ایک ہمارے یوسف آڈو صاحب ہیں وہ لوکل مشنری بھی تھے، نے وعدے کے مطابق جماعت کیلئے بے انتہا خرچ کیا اور کر رہے ہیں۔مختلف عمارات اور مساجد بنوائیں۔اور بڑی بڑی شاندار مسجدیں بنوائیں چھوٹی چھوٹی مسجدیں نہیں اور اب بھی ہمہ وقت قربانی کیلئے تیار ہیں۔گزشتہ سال جب میں دورے پر گیا تھا تو کسی خرچ کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ میں نے کرنا ہے۔کیونکہ آج کل دنیا

میں کاروباری حالات کچھ خراب ہیں مجھے اپنے طور پر پتہ چلا تھا کہ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ کاروبار اتنا زیادہ نہیں ہے۔ ان پر بھی حالات کا اثر ہے۔ تو میں نے ان کو کہا کہ کسی اور کو بھی ثواب لینے کا موقع دیں۔ سارے کام خود ہی کرواتے جارہے ہیں لیکن دینی علم تھا قرآن حدیث کا بھی علم ہے تو پتہ ہے کہ میں نے تھیلی کا منہ بند کیا تو کہیں مستقل ہی بند نہ ہوجائے۔ اس لئے فوراً کہا کہ یہ تو میں نے کرنا ہے .... فرمایا بہت سارے ہیں جو اپنی اپنی طاقت کے مطابق قربانی کرنے والے ہیں... اب زلزلہ زدگان کیلئے جب میں نے جماعت کو کہا تھا کہ مدد کریں جو آج کل انڈونیشیا، سری لنکا میں زلزلہ کے اثرات ہیں بڑا جانی نقصان ہوا ہے تو اللہ کے فضل سے جماعت نے ہر جگہ بڑے بڑے پرزور طریقے سے اس میں حصہ لیا ہے۔ لبیک کہا اور آگے آئے... یہ ہے احمدی کا اخلاص۔''

(خطبہ جمعہ 7 جنوری 2005ء خطبات مسرور جلد 3)

○ 1922ء میں ملکانہ کے علاقے میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شدّھی نے زور پکڑا۔ امّت مسلمہ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا دل بے قرار ہوا اور آپ نے اسی سال 9 مارچ کو خطبہ جمعہ میں احمدیوں کو اپنے خرچ پر ان علاقوں میں جانے اور تبلیغ کے ذریعے ان مرتدّین کو اسلام میں لانے کا منصوبہ جماعت کے سامنے رکھا۔ آپ نے فرمایا :

''ہر ایک کو اپنا کام آپ کرنا ہوگا۔ اگر کھانا آپ پکانا پڑے گا تو پکائیں گے۔ اگر جنگل میں سونا پڑے گا تو سوئیں گے۔ جو اس محنت اور مشقت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں وہ آئیں۔ ان کو اپنی عزّت اپنے خیالات قربان کرنے پڑیں گے۔ ایسے لوگوں کی محنت باطل نہیں جائے گی۔ ننگے پیر چلیں گے۔ جنگلوں میں سوئیں گے۔ خُدا ان کی اس محنت کو جو اخلاص سے کی جائے گی ضائع نہیں کرے گا۔ اس طرح جنگلوں میں ننگے پاؤں پھرنے سے ان کے پاؤں میں جو سختی پیدا ہوجائے گی وہ

حشر کے دن جب پل صراط سے گزرنا ہوگا ان کے کام آئے گی۔مرنے کے بعد ان کو جو مقام ملے گا وہ راحت اور آرام کا مقام ہوگا۔‘‘ (الفضل 15 مارچ 1922ء صفحہ 6)

اس تحریک پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔اعلیٰ تعلیم یافتہ ،سرکاری ملازمین ،اساتذہ ، تُجّار غرضیکہ ہر طبقے سے فدائی ان علاقوں میں دعوت الی اللہ کرتے رہے۔اوران کی مساعی کے نتیجہ میں ہزاروں روحیں ایک بار پھر خدائے واحد کا کلمہ پڑھنے لگیں اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جھکیں۔

○ ایک معمر بزرگ قاری نعیم الدین صاحب بنگالی نے اگلے ہی روز جب حضور مجلس میں تشریف رکھتے تھے اجازت لیکر عرض کیا کہ گومیرے بیٹے مولوی ظلّ الرحمن اور مطیع الرحمن معلم بی اے کلاس نے مجھ سے کہا نہیں ۔مگر مَیں نے اندازہ کیا ہے کہ حضور نے جوکل راجپوتانہ میں جا کر تبلیغ کرنے کے لئے وقف زندگی کی تحریک کی ہے اور جن حالات میں وہاں رہنے کی شرائط پیش کی ہیں، شائد ان کے دل میں ہو کہ اگر وہ حضور کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کریں گے تو مجھے جواُن کا بوڑھا باپ ہوں تکلیف ہوگی۔لیکن میں حضور کے سامنے خدا تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ مجھے ان کے جانے اور تکالیف اٹھانے میں ذرا بھی غم یا رنج نہیں۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ اگر یہ دونوں خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے مارے بھی جائیں تو مَیں ایک بھی آنسو نہیں گراؤں گا بلکہ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کروں گا۔پھر یہی دونوں نہیں میرا تیسرا بیٹا محبوب الرحمن بھی اگر خدمت اسلام کرتا ہوا مارا جائے اور اگر میرے دس بیٹے ہوں اور وہ بھی مارے جائیں تو بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا......اس پر حضور نے اوراحباب نے جزاک اللہ کہا۔ (الفضل 15 مارچ 1922 صفحہ 11)

## میری مجال نہ تھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر کرنا

پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم سر فیروز خان نون کے رشتہ دار ملک صاحب خان نون مخلص احمدی تھے۔کسی سبب سے اپنے دو بھائیوں یعنی سرفروز خان اور میجر ملک سردار خان سے ناراض ہوگئے اور تعلق منقطع کر لئے۔سارے

خاندان پر ملک صاحب خان کا رعب تھا۔ اس لئے ان سے تو کوئی بات نہ کر سکا۔ سر فیروز خان نون حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے کہ ہماری صلح کروائیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ نے ملک صاحب خان صاحب نون کو طلب کیا اور فرمایا:

''اتنی رنجش اور ناراضگی بہت نا مناسب ہے۔ آپ پہلے سر فیروز خان صاحب کے پاس جا کر معذرت کریں اور پھر اپنے چھوٹے بھائی میجر سردار خان صاحب سے معافی مانگیں اور پھر آج ہی مجھے رپورٹ دیں۔''

ملک صاحب خان نے ایک دوست کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور کے اس حکم سے میرے دل میں انقباض پیدا ہوا کہ حضور نے ناراضگی کی وجہ دریافت فرمائے بغیر چھوٹے بھائیوں کے سامنے مجھے جھکنے کا حکم دے دیا۔ تاہم میری مجال نہ تھی کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر کرتا۔ چنانچہ پہلے سر فیروز خان صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا وہ بڑی محبت سے میری طرف لپکے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے میں قربان جاؤں مرزا محمود پر جنہوں نے ہمارے خاندان پر یہ احسانِ عظیم کیا۔ جب میں نے ان سے معافی مانگی تو کہنے لگے آپ میرے عزیز ترین بڑے بھائی ہیں۔ آپ مجھے خدا کے لئے معاف کر دیں.... پھر میں جلد ہی ان سے بمشکل اجازت لیکر میجر صاحب کے ہاں پہنچا وہ بھی خوشی اور ممنونیت کے جذبات سے مغلوب تھے۔ ان کے اصرار پر بھی وہاں نہ رُکا کیونکہ حضور نے رپورٹ دینے کا حکم دے رکھا تھا چنانچہ سیدھا حضور کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا سنایا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا۔ آپ کیلئے میرا یہ حکم دل پسند تو شاید نہ ہوا ہوگا کہ کسی قسم کی تحقیقات کرنے یا ناراضگی کی وجہ معلوم کرنے کے بغیر ہی آپ کو حکم دے دیا کہ جاؤ اپنی عمر سے چھوٹے بھائیوں سے معافی مانگو۔ وجہ

یہ تھی کہ آپ نے میری بیعت کی ہوئی ہے۔ سر فیروز خان اور میجر سردار خان کے ساتھ تو میرے معاشرتی تعلقات ہی ہیں۔ وہ میرے حکم کے پابند تو نہیں، مگر آپ پابند ہیں۔ پھر حدیث ہے کہ جو اپنے رُوٹھے ہوئے بھائی کو منانے میں پہل کرے گا وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا۔ یہ استعارہ کا کلام ہے مگر بہرحال اس حدیث کی رُو سے آپ ایک ہزار سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ پھر سوچ لیں کہ یہ کس فائدہ اور منافع کا سودا ہے۔

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر جون جولائی 2008ء صفحہ 264)

○ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ تحدیث نعمت میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ہمارا کام امام کی اطاعت ہے اور غیر مشروط اور مکمل اطاعت''

اور یہی چیز جماعت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیات سے سرفراز کرتی چلی جا رہی ہے۔ چوہدری صاحب کا اپنا اسوہ بھی یہی تھا۔ ایک چھوٹا سا واقعہ پیش ہے کہ حضرت صاحب کی طرف سے امیر جماعت لاہور کو حکم ملا کہ احمدیہ ہوسٹل میں رہنے والے طلباء کے ساتھ فوراً قادیان پہنچیں کیونکہ وہاں نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ فوراً روانہ ہو گئے۔ بٹالہ پہنچ کر دوستوں نے کہا رات کا وقت ہے سحری کے وقت تک انتظار کر لیں۔ صبح سویرے روانہ ہو کر بروقت قادیان پہنچ جائیں گے۔ چوہدری صاحب نے کہا ''حکم یہ ہے کہ فوراً قادیان پہنچیں۔ اس میں تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں'' اور اپنے ساتھیوں سمیت قادیان کی طرف پاپیادہ روانہ ہو گئے اور جا کر ڈیوٹی کے لئے رپورٹ کر دی۔ اس اسوہ سے ان کے ساتھیوں کو بھی تنبیہ ہو گئی کہ امام کے حکم کی تعمیل میں ذرا سی تاخیر بھی روا نہیں رکھنی چاہئے۔

قیام پاکستان کے وقت وہ مسلمان جنہوں نے قادیان میں آ کر پناہ لی ان کی اور اہل قادیان کی حفاظت اور سلسلہ کے وقار کی خاطر امام وقت نے یہ حکم دیا کہ ہر

احمدی اپنے مکان میں ٹھہرا رہے۔اس موقعہ پر بہت سے احمدیوں نے حملے کی یقینی خبر پانے کے باوجود امام کی اطاعت میں اپنی جانوں کو تو قربان کر دیا لیکن ان گھروں کو نہیں چھوڑا جن میں ٹھہرے رہنے کا حکم ملا تھا۔

جب 1953ء میں احمدیت کے خلاف ہونے والے واقعات میں یہی حکم دوبارہ ملا تو خدا کے فضل سے جماعت نے پھر اسی نمونہ کو دہرایا۔

راولپنڈی میں بعض سرکاری افسران نے ہمارے احمدی ملازمین کو یہ پیشکش کی کہ وہ ان کی حفاظت کے لئے ایک محفوظ کیمپ قائم کرا دیتے ہیں مگر انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنے اپنے گھروں میں مرجانا منظور کر سکتے ہیں مگر کیمپ میں جانا منظور نہیں کر سکتے۔

(تاریخ احمدیت جلد 16 صفحہ 221)

○ پنجاب کے اسی ہنگامے میں جماعت کی بعض احمدی مستورات نے اطاعت امام میں ہمت و استقلال کا جو قابل رشک نمونہ دکھایا ناممکن ہے کہ تاریخ احمدیت میں اسے فراموش کیا جا سکے۔دو جگہوں پر احمدی مستورات اکیلی تھیں کہ بہت بڑا ہجوم حملہ آور ہوا اور قتل و غارت کی دھمکی دی مگر اندر سے صرف ایک ہی آواز آئی وہ یہ کہ ہم اپنے آقا کے حکم کے ماتحت گھر میں رہیں گے، احمدیت کو نہیں چھوڑیں گے خواہ ہمیں قتل کر دیا جائے یا ہمارا سامان لوٹ لیا جائے۔اس آواز میں کچھ ایسا اثر تھا کہ ہجوم کا رخ پلٹ گیا اور شرپسند لوگ واپس چلے گئے۔

○ اطاعت امام کے یہ وہ نظارے ہیں کہ جن کو دیکھ کر جماعت احمدیہ کے ایک شدید مخالف مولوی ظفر علی خان کو بھی کہنا پڑا وہ احراریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”...احراریو! کان کھول کر سن لو۔تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے،تمہارے پاس

کیا خاک دھرا ہے۔تم میں ہے کوئی جو قرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے؟ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا، تم خود کچھ نہیں جانتے، تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے۔تمہارے پاس کیا ہے؟ گالیاں اور بدزبانی، تُف ہے تمہاری غداری پر۔''

(ایک خوفناک سازش صفحہ 195۔197)

○ اطاعت صرف اس بات کا نام نہیں کہ حکم ہوا تو مان لیا بلکہ اطاعت تو نام ہے جذبات کی قربانی کا۔اطاعت نام ہے اپنے آپ کو اپنے مطاع کی آواز پر پیچ ڈالنے کا۔اطاعت نام ہے اپنا سب کچھ اپنے امام پر نچھاور کر دینے کا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔پس جب بھی خلافت ہوگی اطاعتِ رسول بھی ہوگی۔کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نماز پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو۔یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔اطاعت رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب لوگ نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں اور جب وہ کہے کہ اب زکوٰۃ اور چندوں کی ضرورت ہے تو زکوٰۃ اور چندوں پر زور دینا شروع کر دیں اور جب وہ کہے کہ اب جانی قربانی کی ضرورت ہے یا وطن کو قربان کرنے کی ضرورت ہے تو وہ جانیں اور اپنے وطن قربان کرنے (چھوڑنے) کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

(تفسیر کبیر زیر تفسیر سورۃ نور)

○ جماعت احمدیہ کی عورتیں بھی اس قربانی میں پیش پیش تھیں۔ایک غریب عورت جس کا گزارہ جماعتی وظائف پر تھا حضور کے سامنے حاضر ہوئی اور یوں گویا ہوئی:

''دیکھیں یہ سر کا جو دوپٹہ ہے یہ بھی جماعت کا ہے۔یہ میرے کپڑے بھی جماعت کے وظیفہ کے بنے ہوئے ہیں۔میری جوتی بھی جماعت کی دی ہوئی ہے۔کچھ بھی میرا نہیں..میں کیا پیش کرتی۔حضور صرف دوروپے ہیں جو جماعت کے وظیفے سے ہی میں نے اپنے لئے بچا کر رکھے تھے یہ میں پیش کرتی ہوں کہ کسی طرح اس شدھی کی تحریک کا رخ پلٹ جائے۔''

○ حضرت مصلح موعودؓ نے 1944 میں اشاعت اسلام کیلئے احباب جماعت کو اپنی جائیدایں وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو جماعت نے والہانہ اطاعت کا مظاہرہ کیا۔اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے۔مگر جمعہ کے دن دو بجے میں نے یہ اعلان کیا اور ابھی رات کے دس نہیں بجے تھے کہ چالیس لاکھ روپے سے زیادہ کی جائیدادیں انہوں نے میری آواز پر خدمت اسلام کیلئے وقف کر دیں۔جن میں 500 مربعہ سے زائد زمین ہے۔ایک سو سے زیادہ کے مکان ہیں۔اور لاکھوں روپے کے وعدے ہیں۔''

○ 1935ء میں احراری ایجی ٹیشن کے دوران ملک محمد عبداللہ صاحب کو کئی بار مرکز سلسلہ کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے کراچی میں حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب، وزیر خارجہ حکومت پاکستان سے ملاقات کا موقعہ ملا۔وہ ایک ملاقات کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

''ان دنوں حالات بہت نازک تھے اور یہ خبر گرم تھی کہ ربوہ میں تمام چیدہ چیدہ افراد گرفتار کر لئے جائیں گے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا نام سرفہرست تھا۔جناب چوہدری صاحب کو بھی کہیں سے اطلاع مل گئی تھی۔اس ملاقات میں

چوہدری صاحب نے مجھے بٹھالیا اور فرمایا مجھے ایسی خبر ملی ہے۔بعض اوقات صوبائی حکومت از خود ایسا سخت قدم اٹھالیتی ہے اور مرکزی حکومت کو بعد میں اطلاع ملتی ہے۔آپ میری طرف سے حضور کی خدمت میں یہ گزارش کردیں کہ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا واقعہ ہوگیا تو میں ایک منٹ کے لئے بھی اپنے عہدہ پرنہیں رہوں گا اور مستعفی ہوکر ربوہ آجاؤں گا۔چوہدری صاحب کی آواز اس وقت بہت گلوگیر تھی۔ نیز چوہدری صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس کا خیال ہے کہ میں ربوہ کی گرمی میں نہیں رہ سکوں گا۔یہ سب باتیں عام حالات کی ہیں۔خاص حالات میں انسان ہرطرح کی قربانی کرلیتا ہے''۔

○ مسجد لندن کے سلسلہ میں چندہ کے لئے تحریک کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اطاعت اور قربانی کے جوش کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''یہاں تو بچوں میں اتنا جوش ہے جس کی حد نہیں۔ایک بچے نے جو کسی امیر کا لڑکا نہیں بلکہ ہاتھ سے محنت کرنے والے مزدور کا لڑکا ہے اس نے ساڑھے تیرہ روپے مجھے دئے اور بتایا کہ میرے والد جو پیسے مجھے خرچ کے لئے دیتے رہے ہیں وہ میں جمع کرتا رہا ہوں جس کی مجموعی رقم یہ ہے جو میں مسجد کے لئے دیتا ہوں۔خدا جانے اس کے دل میں کیا کیا جوش ہونگے اور اس روپیہ سے کیا کیا کام لینے چاہتا ہوگا لیکن اس نے اپنے اس مقصد پر جو تین چار سال سے اس کے ذہن میں تھا اور جس کے لئے وہ پیسہ پیسہ جمع کررہا تھا چھری پھیر دی۔یہ ایک اعلیٰ درجہ کے جوش اور ہمت کی بات ہے۔

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 20)

○ 1930-1931ء کا سال جماعت احمدیہ کے لئے بڑی تنگی کا سال تھا جس میں تقریباً اڑتالیس ہزار روپے قرض تھا جو اکتوبر 1921ء میں بہتر (72) ہزار روپے کے قریب جا پہنچا۔اس

کے علاوہ کچھ اور قرضے بھی تھے جس پر حضور نے جماعت کو تحریک فرمائی کہ ایسی کوشش کی جائے کہ پچھلا قرضہ بیباک ہو جائے چنانچہ جماعت نے تین ماہ کے اندر اندر چندہ خاص کے سمیت قریباً پونے دو لاکھ روپیہ اپنے مقدس آقا کے حضور پیش کر دیا جس پر 13 مئی 1932ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا:

''آج میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے اظہار اور تحدیث نعمت کے طور پر یہ اعلان کرنے کے قابل ہوا ہوں کہ جبکہ پچھلے مالی سال کے شروع میں 48000 کے بلوں کے علاوہ اور بھی قرض تھا۔ یہ سال جب ختم ہوا تو بجائے قرضہ کے قریباً ڈیڑھ ہزار انجمن کے خزانہ میں جمع تھا گویا جماعت نے پونے دو لاکھ کی رقم جمع کرنی تھی اور ایسی حالت میں جمع کرنی تھی کہ بیشتر حصہ مالی لحاظ سے مفلوج ہو رہا تھا حتی کہ بڑی بڑی حکومتیں قرضے لینے پر مجبور ہو رہی تھیں۔''

(الفضل 19 مئی 1932ء)

○ جب شدھی کی تحریک کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کا پروگرام بنایا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد 7 مارچ 1923ء کو اعلان فرمایا کہ جماعت احمدیہ فتنۂ ارتداد کے خلاف جہاد کا علم بلند کرنے کی غرض سے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائے۔

○ پھر مارچ 1923ء کو خطبہ جمعہ میں یہ تحریک فرمائی کہ فتنۂ ارتداد کے مٹانے کے لئے فی الحال ڈیڑھ سو (150) احمدی سرفروشوں کی ضرورت ہے۔ اس ڈیڑھ سو میں سے ہر ایک کو فی الحال تین مہینہ کے لئے زندگی وقف کرنی ہوگی۔ ہم ان کو ایک پیسہ بھی خرچ کے لئے نہ دیں گے۔

اس پر جماعت نے انتہائی والہانہ رنگ میں لبیک کہا اور ڈیڑھ ہزار (1500) افراد نے اپنی آنریری خدمات حضور کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اس قربانی کے لئے آگے آنے والے ہر طبقہ کے لوگ تھے حتی کہ مستورات اور بچوں تک نے اس جہاد کے لئے اپنا نام پیش کر دیا۔

جن لوگوں کو اس میدان جہاد میں بھیجا گیا انہیں سخت مجاہدہ کرنا پڑا۔ تیز چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرنے پڑے۔ بعض اوقات کھانا تو الگ رہا ان کو پانی بھی نہ مل سکتا۔ کھانے کے وقت بھونے ہوئے چنے کھا کر پانی پی کر گزارہ کرتے رہے۔ اگر سامان میسر آتا تو آٹے میں نمک ڈال کر اپنے ہاتھوں سے روٹی پکا کر کھا لیتے۔ رات کو جہاں جگہ ملتی سو جاتے۔ ان علاقوں میں ڈٹے رہے جہاں یہ کہا جاتا تھا کہ بہت خطرہ ہے اور جس مشن پر خلیفۂ وقت نے بھیجا تھا اس کے راستے میں آنے والی کسی بھی مشکل اور تکلیف کی پرواہ نہیں کی۔

○ جماعت کی یہی اطاعت اور خلافت سے عشق اور بیمثال فدائیت ہی ہے جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ یوں فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تندوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تندوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اسی وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہونے کا حکم دیتا اور سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔ خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے۔ خدا نے ہمیں محمدؐ رسول اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 26 نومبر 1999ء تا 2 دسمبر 1999ء)

○○

# خلافت احمدیہ سے محبت واطاعت کی شاندار مثالیں

## درویشان قادیان

خلافت احمدیہ سے محبت و اطاعت کا ایک درخشاں دور جو تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔1947ء میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے 313 درویشان کرام نے نہایت پرخطر حالات میں اپنی جان کی بازی لگا کر قادیان دارالامان میں رہنے کو ترجیح دی۔ان درویشان کرام نے ابتداء میں محاصرہ اور بائیکاٹ کی زندگی گزاری اور خلافت کی اطاعت اور اس کی محبت میں یہ سب برداشت کیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اُن درویشان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

''اب جو لوگ وہاں رہیں ان کو یہ سمجھ کر رہنا چاہئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہئے۔اور دُعا وگریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہئے۔اور ظلم برداشت کرنے،ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے جب تک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی دوبارہ قادیان کی صبح کرنا مشکل ہے۔''

(بدر درویشان قادیان نمبر 15 تا 29 دسمبر 2011 صفحہ 19)

○ اسی طرح ایک موقع پر درویشان قادیان کو اپنا پیغام بھیجتے ہوئے فرمایا:

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا۔

لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔''

(بدر درویشان قادیان نمبر 15 تا 29 دسمبر 2011ء صفحہ 15)

○ مکرم چودھری فیض احمد صاحب درویش مرحوم اپنے ایک مضمون میں درویشان کرام کی قربانیوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ہم نے اپنے محبوب امام کی اطاعت کرکے اپنی مظلومیت ...صبر وضبط کی خدادادطاقت سے یہ سب کچھ بخوشی برداشت کرلیا اور ایسے موقع پر مقامات مقدسہ کی حرمت ہمارے پیش نظر رہی۔'' (بدر درویشان قادیان نمبر)

## درویشان قادیان کا جذبہ اطاعت

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ (البقرۃ 286)

درویشان کرام اس فرمان الٰہی کی عملی تصویر تھے۔حکم سنتے ہی اس پر عمل شروع کردیتے تھے۔ ابتدائی زمانہ درویشی میں محترم بابا شیر ولی صاحب درویشوں کے ایک حصہ کے نگران تھے۔ وہ درویش نوجوانوں کو چاق و چوبند رکھنے کیلئے بعض اوقات یہ حکم دیتے کہ تم میں سے ہر ایک دس فٹ لمبا پانچ فٹ گہرا گڑھا کھودے۔ جب ایک گھنٹے کا مقررہ وقت ختم ہوجاتا معائنہ کیلئے آتے۔فرماتے جزاکم اللہ۔ اب تم میں سے ہر ایک کھودے ہوئے گڑھے کو تیس منٹ میں مٹی سے بھر دے۔فوراً حکم کی تعمیل کی جاتی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ پوچھتا کہ جب گڑھے دوبارہ مٹی سے بھروانے تھے تو کھودواتے کیوں تھے۔ درویشان کرام کے پیش نظر حکم کی اطاعت تھی ،سوال و جواب کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔

## اکیلا دس پندرہ آدمیوں کے برابر

بہشتی مقبرہ کی پختہ چاردیواری جواب موجود ہے، تقسیم ملک کے وقت موجود نہ تھی کھلا قبرستان ہونے کی وجہ سے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا کہ کوئی دشمن قبور کی بے حرمتی نہ کر جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ

بہشتی مقبرہ کے چاروں طرف دیوار بنادی جائے۔قارئین کیلئے یہ بات شاید عجیب ہو کہ ایک نذر محمد خاں مرحوم اکیلا دس پندرہ آدمیوں کے برابر کام کرتا تھا۔ایک بار بہشتی مقبرہ میں جب نئی پختہ دیوار تعمیر ہو چکی اور پرانی دیوار کی مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر دیوار کی اندرونی طرف بے ترتیب صورت میں پڑے رہ گئے تو اس مٹی کو ہموار کرنا اتنا بڑا کام تھا کہ سوچا کرتے تھے کہ وقار عمل کے ذریعہ سارے درویشوں کو چند روز لگا کر یہ کام سرانجام دیا جائے۔ایک روز کسی کو خیال آیا کہ نذر محمد خاں کو کسی طرح اس کام پر آمادہ کیا جائے تو وہ اکیلے اس کام کیلئے کافی ہوں گے۔لیکن سوال یہ تھا کہ اس خالص افغان سے کہے کون؟

آخر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے عرض کیا گیا کہ خاں صاحب آپ کے بغیر کسی کی بات نہ مانیں گے۔چنانچہ آپ کے فرمانے پر خاں صاحب مان گئے اور سینکڑوں آدمیوں کا تین روز کا کام اس اکیلے شخص نے چند روز میں ختم کر کے ہمیں دانتوں تلے انگلیاں دبانے پر مجبور کر دیا۔ اس سے ایک لطیف بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے ہر فرد کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر فرد کے ساتھ محبت اور عقیدت ہے اور دلوں کی گہرائیوں میں فرمانبرداری کے جذبات ہیں۔نذر محمد خاں صاحب مرحوم نے حضرت میاں صاحب کے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ (اخبار بدر درویشان قادیان نمبر صفحہ 65-66)

○ درویشان کرام اپنے افسران بالا کی کس طرح اطاعت کیا کرتے تھے اس ضمن میں ایک اقتباس محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش مرحوم کے ایک مضمون سے تحریر ہے وہ فضل الٰہی صاحب گجراتی درویش مرحوم کے بارے لکھتے ہیں کہ:

”راقم الحروف نے جنرل سیکرٹری (آج کل اس عہدہ کا نام صدر عمومی ہے) کی حیثیت سے بیسیوں بار اس کا تجربہ کیا اور جہاں کہیں محنت اور وقار عمل کا کام ہوتا مجھے اپنے بھائی فضل الٰہی صاحب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلوانے پر فوراً بھاگ کر پہنچتا...اس کی فرمانبرداری کا اور اطاعت گزاری کا یہ عالم تھا کہ جاؤ کہنے پر وہ جا چکا

ہوتا اور آؤ کہنے پر گویا وہ پہلے ہی آچکا ہوتا۔ اُس نے ساری درویشی میں کبھی کسی مفروض کام کے بارے میں تامل یا تخلف نہ کیا۔"

(وہ پھول جو مُرجھا گئے۔صفحہ 135)

## کسی بہاؤ میں یہ طاقت نہ تھی کہ اس کے جذبۂ اطاعت کو بہالے جاتا

محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب لکھتے ہیں:

''اطاعت و فرمانبرداری کے ضمن میں ایک اور بہادر جان نثار درویش کا سنایا ہوا واقعہ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں بیٹھے ہوئے محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش مرحوم نے بتایا کہ اکتوبر 1955ء میں قادیان اور اس کے گردونواح میں مسلسل تیز بارشوں کی وجہ سے سیلاب آ گیا۔ قادیان کے گرد ڈھاب میں بھی سیلاب کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ قادیان کے نشیب میں واقع مکانات پانی سے بھر گئے عجیب خوفناک صورت پیدا ہوگئی۔ ریلوں اور بسوں کی آمد ورفت بند ہوگئی۔ ڈاک و تار کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ ایسے حالات میں حضرت المصلح الموعودؓ کو حالات کی اطلاع دینا بہت ضروری تھا۔ اطلاع بھجوانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ آخر مرزا محمود احمد صاحب درویش کو حکم دیا گیا کہ جو بھی ذریعہ اختیار کرو ربوہ جا کر اطلاع کرو کیونکہ اس وقت اتفاق سے انہیں کے پاس پاکستان جانے کیلئے ویزا تھا۔

مرزا محمود احمد صاحب بتایا کرتے تھے کہ میں نے قادیان سے لاہور تک کا سفر پیدل اور تیرتے ہوئے کیا۔ آگے لاہور کی جماعت نے ربوہ بھجوانے کا انتظام کر دیا۔ یہ جانثار درویش بتایا کرتے تھے بعض جگہ پانی کا بہاؤ اتنا تیز ہوتا تھا کہ میری ہمت جواب دینے لگتی تھی۔ مگر اُس وقت میں بڑے الحاح و درد سے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ○اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ○ کی دعا کرتا تو

الٰہی طاقت میری غیر معمولی مدد کرتی۔

جب ربوہ پہنچے تو حضرت المصلح الموعودؓ نے اُن کی فدائیت اور جذبہ اطاعت و فرمانبرداری اور جرأت و جواں مردی کی تعریف کی اور انہیں مسجد مبارک ربوہ میں حالات و کوائف بتانے کے لئے کہا گیا۔ اُس وقت کے سیلاب کو دیکھ کر بڑے بڑے بہادروں کی ہمت جواب دے جاتی تھی مگر یہ تھا وہ درویش۔ پانی کے کسی بہاؤ میں یہ طاقت نہ تھی کہ اس جذبہ اطاعت کو بہا لے جاتا۔

(وہ پھول جو مُرجھا گئے۔صفحہ 66)

## مرتے دم تک عہد پورا کیا

چوہدری فیض احمد صاحب درویش اخبار بدر 25 نومبر 1976ء کی اشاعت میں محترم چوہدری عبدالحمید آڑھتی درویش کی وفات پر لکھتے ہیں:

''مرحوم کے بیٹوں نے جو خدا کے فضل سے سب کے سب فارغ البال ہیں، مرحوم کو کئی بار دعوت دی کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں ہمارے پاس چلے آئیں تا کہ ہم آپ کی خدمت کا حق ادا کر سکیں۔لیکن مرحوم کا جواب بڑا ہی ایمان افروز ہوا کرتا تھا۔ مرحوم کا جواب یہ تھا کہ بیشک اگر میں تمہارے پاس آ جاؤں تو تم میری خدمت کر سکو گے۔لیکن جو عہد میں نے قادیان کی خدمت کیلئے دمِ واپسیں تک اپنے خدا سے کر رکھا ہے وہ میں بہر حال پورا کروں گا اور ہم تمام درویش اس امر کے گواہ ہیں کہ مرحوم نے بڑی ہی وفاداری، بڑی ہی دینداری اور بڑے ہی اچھے رنگ میں اس عہد کو نبھایا۔اور اپنے بیوی بچوں سے جدا رہ کر شعائر اللہ کی خدمت کی سعادت پائی۔''

○ صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب درویش مرحوم مغفور 1977ء سے 2007ء تک تیس سال تک لمبا عرصہ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور دور درویشی میں

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قابل تقلید نمائندگی کی۔آپ نے اپنے جلیل القدر باپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی وفات کی جدائی بھی برداشت کی۔لیکن خلافت کی محبت و اطاعت میں قادیان میں رہنے کا عہد اور وقف زندگی کا عہد خوب خوب نبھایا۔سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور قادیان کے متعلق اپنے خطبہ فرمودہ 4 مئی 2007ء میں فرماتے ہیں:

''1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جاسکتے تھے۔آپ کی بیٹی امۃ الرؤف کا بیان ہے کہ آپ کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لکھ کرامی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کردو۔اس میں بغیر نام کے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔اس وقت ابھی خلافت کے انتخاب کی اطلاع نہیں ملی تھی۔اس پر ان کی بیٹی نے کہا کہ ابا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا۔ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا تو کہتے ہیں کہ میں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔ اللہ کرے ہر ایک کو حاصل ہو۔''

(بدر درویشان نمبر۔صفحہ 52)

○ ان درویشان کرام نے ابتداء میں محاصرہ اور بائیکاٹ کی زندگی گزاری اور خلافت کی اطاعت اور اس کی محبت میں یہ سب برداشت کیا۔مکرم چوہدری بدرالدین عامل صاحب درویش مرحوم اپنے ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں :

''الحمد للہ اس سختی کے دور میں درویشان نے جو بھی صورت حال اور مشکل درپیش ہوئی خود برداشت کی اور اس کا المناک اثر اپنے بزرگوں تک نہیں پہنچنے دیا۔ہم

سب بشاشت قلبی سے ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور یہ یاد کر کے دل میں ایک گونہ اطمینان ہوتا تھا کہ ہمارے آقا کو اسلام کے دور اوّل میں بھی مخالفین کے بائیکاٹ کے باعث شعب ابی طالب میں جو تکالیف اُٹھانی پڑی تھیں ہماری یہ تکالیف تو ان کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہیں۔''

(بدر درویشان نمبر۔صفحہ 4)

○ اطاعت خلافت کے ان مجسّموں کی عظیم قربانیوں کو دیکھ کر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے درویشان کے متعلق فرمایا :

''آپ لوگ وہ ہیں جو ہزارہا سال تک احمدیت کی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں ملتا۔''

(بدر درویشان نمبر۔صفحہ 48)

○○

# والدین کی اطاعت کی اہمیت

## (حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں)

### والدین کی اطاعت اوراحترام کے متعلق قرآنی تعلیم

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے والدین کی اطاعت واحترام کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے احترام اوران کی خدمت کو بہت بڑے ثواب کا موجب قرار دیا ہے اوران کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے اورشرک کے سوا باقی تمام امور میں اللہ تعالیٰ نے والدین کی انتہائی اطاعت اور فرمانبرداری کے احکام دیئے ہیں۔والدین کا وجود مجسم رحمت برکت اور عین راحت ہے۔ یہ ایک ایسا خونی رشتہ ہے جو فدائیت ،عقیدت اور عشق کے روابط کو لئے ہوئے ہے۔والدین کی اطاعت اوران کی خدمت کو خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی اور رضاء کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔والدین کی خدمت اوران کے حقوق کی نگہداشت کرنا ایک بہت ہی اہم فریضہ ہے والدین کی دعا اورتوجہ سے اولاد کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کی دعا میں غیر معمولی سوز ،رقت اور جذبۂ عاطفت و شفقت ہوا کرتا ہے وہ راتوں کی تاریکی میں بیدار ہوتے ہیں اوراپنے بچوں کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتے ہیں۔ بچے ہزاروں میل دور سور ہے ہوتے ہیں مگر وہ ان کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں۔والدین کے اولاد پر احسانات ان گنت ہوتے ہیں۔ان کی موجودگی سے غیر معمولی اطمینان ہوتا ہے۔مگر وہی والدین جب گزر جاتے ہیں تو ان کی اولاد کو یتیم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اولاد والدین کی شفقت اور جذبۂ عاطفت سے محروم ہو جاتی ہے اور وہ اکیلے رہ جاتے ہیں۔ اوران کی پدرانہ نوازشات سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو والدین کا وجود بچہ کی زندگی کے

ہر مرحلہ میں سایۂ عاطفت کو لئے ہوئے ہے۔جس کے نتیجہ میں اولاد پروان چڑھتی ہے۔

(2) قرآن کریم میں والدین کے مقام واحترام کے متعلق مذکور ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (العنکبوت آیت 9)

ہم نے انسانوں کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (کہا ہے) کہ اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے۔حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی فرمانبرداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تمہارے عمل (کی نیکی، بدی) سے تم کو واقف کروں گا۔

آیت بالا میں والدین سے حسن سلوک بمنزلہ حکم کے ہے اور اس کا تارک گنہگار ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً ۔حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً۔ وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْراً ۔حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۔قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ (الاحقاف آیت 16)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے احسان کی تعلیم دی تھی کیونکہ اس کی ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں اٹھایا اور پھر تکلیف کے ساتھ اس کو جنا تھا اور اس کے اٹھانے اور اس کے دودھ چھڑانے پر تیس 0 مہینے لگے تھے۔پھر جب یہ انسان اپنی کامل جوانی یعنی چالیس سال کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے اعمال کروں جن کو تو پسند کرے اور میری اولاد میں بھی نیکی کی بنیاد قائم کر۔میں تیری طرف جھکتا

ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔

آیت بالا میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا تاکیدی ارشاد ہے اور اس کے ساتھ ہی والدہ کا احسان جو بچہ کے ساتھ ایّام حمل سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور ولادت کے وقت جس تکلیف اور کمزوری کا سامنا والدہ کو کرنا پڑتا ہے اور ایّام رضاعت میں جبکہ بچہ ایک چھوٹی سی کونپل کی مانند ہوتا ہے۔ معمولی سی غفلت بچہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر سکتی ہے۔ ایسے نازک وقت میں والدہ کی شفقت اور نگہداشت کو یاددلا کر والدہ کی اطاعت کی اہمیت کو بتایا ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيمًا ۔ (بنی اسرائیل آیت 24)

تیرے رب نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور (نیز یہ کہ اپنے) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر یا اُن دونوں پر تیری زندگی میں بڑھاپا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُف تک نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کر۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔ (بنی اسرائیل آیت 25)

اور رحم کے جذبہ کے ماتحت ان کے سامنے عاجزانہ رویہ اختیار کر اور ان کے لئے دعا کرتے وقت کہا کر کہ اے میرے رب ان پر مہربانی فرما کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی تھی۔

آیات بالا میں خدا تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے بعد والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے۔ بعض بچے والدین کے ساتھ ان سے بڑھاپے میں بہت ہی بُرا سلوک کرتے ہیں۔ اس لئے اس مقام پر اس چیز کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں بہت سے افراد ایسے ہیں کہ جن کا سلوک اپنے والدین کے ساتھ مندرجہ

بالا قرآنی احکام اور روح کے بالکل منافی ہے اور وہ اپنے والدین کا کما حقہ اور مناسب احترام نہیں کرتے نہ ہی ان کے احساسات وحقوق کا خیال رکھتے ہیں۔بعض ایسے بد بخت بھی ہیں جن کو اگر کوئی اچھا عہدہ مل جائے تو وہ اپنے غریب والدین کے تعارف کرانے میں ہتک محسوس کرتے ہیں اور بعض ان سے ملتے بھی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنی وحی کا ہی یہ اثر تھا کہ ایک دفعہ آپؐ نے پر شوکت انداز میں فرمایا:

اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔۔اس کا ناک خاک آلودہ ہو۔

اس فقرہ پر صحابہؓ نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ آپ کس کے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرما رہے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے استغفار کرنا شروع کر دیا اور استفسار کیا کہ یا رسول اللہ کس کا ناک خاک آلودہ ہو۔آپؐ نے جواباً فرمایا:

مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ ذِي الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَدَخَلَ النَّارَ۔

(الادب المفرد)

(وہ بڑا بدقسمت ہے کہ ) جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ گیا ہو مگر وہ ان کی خدمت کی محرومی سے جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ ہو گیا ہو۔

آج کل بالعموم اس قسم کی شکایات سننے میں آتی ہیں کہ اولاد والدین کی نہ تو عزت کرتی ہے اور نہ ہی خدمت کرتی ہے بلکہ بعض ایسے گستاخ لڑکے بھی ہوتے ہیں جو والدین کے لئے سر دردی اور مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں اور بعض تو والدین کو عدالتوں میں گھسیٹتے ہیں اور ان پر انتہائی گستاخانہ اور بے ادبی سے جرح کی جاتی ہے۔یَالَلْاَسَفِ وَیَالِلْعُجُبِ

قرآن کریم نے والدین کے انتہائی احترام اور اطاعت کی جہاں تلقین فرمائی ہے وہاں ان کے متعلق دعا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔وہ والدین جو اپنے بچوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔بچوں کی تکلیف و پریشانی کے وقت ان کی پریشانی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خوشی ومسرت کے وقت والدین بھی خوشی محسوس کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ والدین کی خدمت انسانی ضمیر کو مطمئن

کرنے کا بہترین وسیلہ ہے اور ان کی طرف سے بے اعتنائی کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا باعث ہے۔ مبارک ہیں وہ جو والدین کی خدمت کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور اس کے فضلوں کو حاصل کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آنے والے نے عرض کیا۔ ایک نوجوان اپنی جان خدا کے حضور میں پیش کر رہا ہے۔ جب اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ کلمہ طیّبہ پڑھو تو وہ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضور نے پوچھا وہ نماز پڑھتا تھا؟ جواب دیا ہاں وہ نماز پڑھتا تھا۔ حضور یہ سن کر اُٹھ کر چلنے کے لئے تیار ہو گئے اور ہم بھی حضورؐ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب حضور اس نوجواں کے ہاں داخل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھو اس نے عرض کیا کہ میں کلمہ طیّبہ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ کسی نے عرض کیا یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی والدہ اس سے محبت کرتی ہے۔ لوگوں نے کہا، ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اسے بلاؤ۔ چنانچہ لوگ اس کی والدہ کو بلا کر لائے۔ اور جب وہ آئی تو حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اُس نے عرض کیا ہاں۔ حضور نے پوچھا کہ اگر بڑی بھاری آگ دہکائی جائے پھر تجھ سے کہا جائے کہ اگر تو اپنے بیٹے کی سفارش کرے تو ہم چھوڑ دیتے ہیں ورنہ ہم اسے جلا دیتے ہیں۔ کیا تو اس آگ سے بچانے میں اپنے بیٹے کی سفارش کرے گی اُس نے عرض کیا ایسی حالت میں تو ضرور اس کی سفارش کروں گی۔ حضورؐ نے فرمایا، اللہ اور مجھے گواہ بنا کر تو کہہ کہ میں اس سے راضی اور خوش ہوں۔ بڑھیا نے کہا۔ اے اللہ۔ میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کر کے کہتی ہوں۔ میں بلاشبہ اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس قریب المرگ نوجوان سے

فرمایا اے نوجوان کہہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نوجوان نے کلمہ شہادت پڑھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے سبب سے اس نوجوان کو آگ سے بچالیا۔(یہ حدیث ترغیب والترہیب جزو4 صفحہ 111 میں طبرانی واحمد سے مختصر منقول ہے) قریب المرگ نوجوان صحابی کا نام علقمہ تھا۔طبرانی کی ایک طویل حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضورؐ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا اس کے والدین زندہ ہیں تو معلوم ہوا کہ صرف والدہ زندہ ہے اور وہ اس سے ناراض ہے اس پر حضور نے اس کی والدہ کو اطلاع کرائی کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔اس پر اس کی بڑھیا ماں حاضر ہوئی۔ حضورؐ نے اس کے بیٹے علقمہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔اُس نے عرض کیا ویسے یہ میرا بیٹا بہت نیک ہے لیکن وہ اپنی بیوی کے مقابلے میں ہمیشہ میری نافرمانی کرتا ہے اس لئے میں ناراض ہوں طبرانی میں ہے کہ حضورؐ نے بڑھیا سے فرمایا اگر تو اس کی خطا معاف کردے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔خدا کی قسم جب تک تو اس سے ناراض ہے اس کی نمازیں اور صدقات قبول نہ ہوں گے بڑھیا نے کہا میں آپؐ کو اور لوگوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں علقمہ کو معاف کرتی ہوں۔اس پر حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا۔دیکھو نوجوان کی زبان پر کلمہ جاری ہؤا ہے یا نہیں لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کلمہ شہادت علقمہ کی زبان پر جاری ہوگیا ہے اور کلمہ شہادت پر ہی اس کا انتقال ہوگیا ہے۔آپ نے علقمہ کو غسل وکفن کرنے کا حکم دیا اور خود جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے۔علقمہ کو دفن کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ مہاجرین اور انصار میں جس شخص نے اپنی ماں کی نافرمانی کی یا اس کو تکلیف پہنچائی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ،فرشتوں کی لعنت اور انسانوں کی لعنت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ نفل یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی ماں کے

ساتھ نیکی کرے اور جس طرح ممکن ہو اس کو راضی کرے۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی ماں کی رضامندی پر موقوف ہے اور خدا تعالیٰ کا غصہ ماں کے غصے میں پوشیدہ ہے۔

(احمد طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے حضور نے فرمایا ہاں یہ اس طرح ممکن ہے کہ دوسرے کے ماں باپ کو کوئی گالی دے اور وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے اسی طرح یہ دوسرے کی ماں کو گالی دے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے (گویا اس طرح اس نے خود اپنی ماں کو گالی دی)۔

(متفق علیہ یعنی بخاری و مسلم کے نزدیک صحیح ہے)

21/اپریل 1899ء یوم عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی یہ ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنی کے لئے بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔

بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔

ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا اور رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے ورنہ اختیار ہے ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 295، 296)

OO

# حکومتِ وقت کی اطاعت اور مسلمان

(1) غیر احمدی اصحاب عموماً لفظ ''منکم'' سے مسلمان حکمران کی ہی اطاعت کرنا مراد لیتے ہیں۔لیکن میں قرآن کریم سے ہی اس بارہ میں ایک ایسی آیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔کہ جہاں منکم کے لفظ کے باوجود غیر احمدی بھی یہ مفہوم مراد نہیں لیتے۔یعنی سورۂ زمر کے آخری رکوع میں کفار کے دوزخ کی طرف گروہ در گروہ جانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔کہ وہاں ان کفار اور دوزخیوں سے داروغے یہ سوال کریں گے اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ (الزمر:72)

کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔

اس آیت میں بھی لفظ منکم ہے مگر کیا کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے۔کہ تمام رسول بھی دوزخی اور کافر ہوتے ہیں؟(معاذ اللہ) پس معلوم ہؤا کہ جس طرح اس آیت میں مِنْکُمْ سے مراد لوگوں کا دوزخی اور کافر ہونا نہیں۔اسی طرح اس آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ میں مسلمان حکمران ہونا لازمی نہیں۔بلکہ جو بھی حاکم ہو۔اس کی اطاعت لازمی فرمائی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔

(2) اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے حکومت وقت کی اطاعت کا فرض ہونا ایسا واضح امر ہے کہ سمجھ دار مسلمان بھی اب اسے تسلیم کرتے ہیں۔مثلاً مولوی ظفر علی خان صاحب کے والد جناب مولوی سراج الدین صاحب نے اخبار ''زمیندار'' میں تحریر فرمایا تھا کہ:

> ''ہمیں اس بات کے معلوم ہونے سے خوشی ہوئی ہے۔اور رنج بھی کہ حضرت اقدس امام وقت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد خان صاحب قادیانی مدظلہم نے اپنے بعض معتقدین کے سوال کے جواب میں یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ ایکٹ جدید (نمبر 3۔6ء ناقل) متعلقہ نوآبادی ہائے کے خلاف زمینداروں کے جو جلسے

ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں۔ان میں ان کو شامل نہ ہونا چاہیئے۔

بلاشبہ یہ امر ہماری خوشی کا باعث ہے کہ ہماری قوم کے لیڈر اور پیشوا گورنمنٹ کی مخالفت کو خلاف مذہب خیال کرتے ہیں۔اور ہمارا اپنا بھی یہی ایمان ہے۔قرآن مجید میں صاف حکم ہے **أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** اس کی صحت میں جو شک لاوے وہ کافر ہے۔اور اس کی تعمیل میں جو قصور کرے وہ گنہگار ہے۔'' (اخبار زمیندار یکم مئی 1907ء)

(3)۔علاوہ ازیں علماء یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بعض سابق انبیاء مثل حضرت یوسف وعیسیٰ علیہا السلام اپنے وقت کے کفار حکام کی اطاعت کرتے رہے۔اور ان کی ماتحتی میں زندگی بسر کی۔چنانچہ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب کو اقرار ہے کہ:

''ہم قرآن مجید میں یہ پاتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام سلطنت کرتے تھے۔کسی ایک نبی کا فعل بھی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔'' (اہلحدیث 16/نومبر 1945ء)

بہائیوں کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ:

''حضرت یوسف علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک کئی رسول اور نبی ایسے ہوئے ہیں جو اپنے زمانے کی حکومتوں کے ماتحت رہے۔''

(اہلحدیث 25/اکتوبر 1946ء)

اخبار ''صدیق'' مورخہ 16 محرم الحرام 1365ھ میں لکھا گیا ہے کہ:

''ہر نبی اور رسول کسی نہ کسی مدت کے لئے کفر کے سیاسی اقتدار کو لازماً تسلیم کرتا ہے۔اور وہیں اپنی تبلیغ کے کام کو شروع کرتا ہے۔اور اس دوران میں ظاہر ہے کہ کافرانہ نظام حکومت کے سیاسی اقتدار کو بطور ایک شہری کے تسلیم کرتا ہے اور

بعض صورتوں میں اس کا فرانہ حکومت کے سیاسی اقتدار کو چیلنج کرنے سے پیشتر اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔''

اسی اخبار ''صدق'' مورخہ 11رصفر 1365ھ میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ:

''انقلاب حکومت تینوں انبیاء کرام حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام میں سے کسی نے بھی برپا نہ کیا۔ اس کو اہمیت کا درجہ تینوں میں سے کسی نے بھی نہ دیا۔ بلکہ ان کے علاوہ کسی نبی نے بھی نہ دیا۔ ان کے پیش نظر صرف ایک چیز رہتی تھی۔ رَدِ شرک و دعوتِ توحید۔''

پھر آگے چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ:

''ملک کے اندر رہ کر انقلاب حکومت کا مطالبہ تو کہیں ضمناً بھی نہ تھا۔''

(اخبار صدیق 11رصفر 1365ھ)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ:

''آپ نے سرے سے حکومت سے کوئی ٹکّر لی ہی نہیں۔ اس سے کچھ تعرض ہی نہ کیا۔ بلکہ حسب روایت انجیل اگر کچھ کیا۔ تو اس کی تائید میں کیا۔ اور یہ فرمایا کہ جو قیصر کا حق ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو یعنی دنیوی امور میں قانون قیصر ہی کی پابندی کرو۔''

(اخبار صدق 11رصفر 1365ھ)

(اخبار صدق کے یہ تمام حوالے اخبار کوثر لاہور 17رفروری 1946ء سے لئے گئے ہیں)

(4)۔ ان تمام حقائق کے ساتھ ہی یہ امر بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں کہ جو لوگ جماعت احمدیہ کے طرز عمل پر (جو دراصل اسلام کے عین مطابق ہے) معترض ہیں۔ ہم ان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر آپ واقعی دل سے قرآن کریم کو کامل شریعت جانتے ہیں اور آیت ''اولی الامر منکم'' سے صرف مسلمان بادشاہ کی اطاعت ہی فرض ثابت ہوتی ہے اور غیر مسلم کی اطاعت ہرگز

نہیں کرنی چاہیئے۔تو کامل کتاب قرآن کے نازل کرنے والے خدا کو جبکہ یہ معلوم تھا کہ کسی وقت مسلمانوں کا بیشتر حصہ یعنی اکثریت غیر مسلم حکام کے ماتحت ہوگی۔تو اس نے جہاں اقلیت کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے میں سے ہونے والے مسلمان بادشاہوں کی اطاعت کرے وہاں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں غیر مسلم حکومت میں رہنے والی مسلم اکثریت کے لئے بھی اطاعت کی ہدایات فرمائی ہے۔

(5)۔اگر اسلام صلح وآشتی کا مذہب ہوتے ہوئے یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم بادشاہوں کی اطاعت کی بجائے ان کی بغاوت کیا کریں اور فتنہ فساد کی آگ بھڑکاتے رہیں تو مسلمان بادشاہوں کے ماتحت رہنے والے ہندوؤں، عیسائیوں ،یہودیوں اور سکھوں وغیرہ وغیرہ سے وہ کیونکر انکی اطاعت کی توقع رکھ سکتے ہیں؟اور کیا اگر ہر ملک کے رہنے والے لوگ اپنے سوا تمام بادشاہوں کی حکومت کی بغاوت کرتے رہا کریں تو دنیا میں امن وامان اور صلح رہ سکتی ہے؟اور کیا دینِ اسلام کی تبلیغ کا کوئی ذریعہ ممکن ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسے خیالات سراسر باطل اور فتنہ وفساد کو بھڑکانے والے اور تعلیم اسلام کے بالکل منافی ہیں۔بلکہ ضروری ہے کہ ہر ایک ملک کی رعایا اپنے بادشاہ کی چاہے وہ ان کا غیر ہی کیوں نہ ہو اطاعت کرے اور یہی جماعت احمدیہ کا مسلک ہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 3رجنوری 1947ء)

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل مرحوم ومغفور تحریر فرماتے ہیں:

## اسلامی شریعت کی اطاعت

قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔انسانوں کی تمام قومی وانفرادی ضرورتوں کو پورا کرنے والا دستورِ زندگی ہے۔اس میں نوع انسان کی سیاسی۔تمدنی اور اقتصادی تمام مشکلات کا حل مذکور ہے۔مسلمانوں کے لئے ان کے تمام حالات میں اس پاک کتاب میں ہدایت موجود ہے لیکن مسلمانوں کی غلطی ہے۔کہ وہ اس پر پورا تدبر نہیں کرتے۔اور اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں اس کی تعلیمات کو مشعلِ راہ نہیں بناتے۔ورنہ یہ ایک حقیقت ہے۔کہ قرآن کریم ہر ضروری تعلیم پر مشتمل

اور مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (ہم نے کتاب میں کوئی چیز بھی نظر انداز نہیں کی) کا مصداق ہے۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کی جماعتی زندگی پر دو مختلف دور آئیں گے۔کبھی اور کسی علاقے میں وہ برسرِ اقتدار ہوں گے اور زمامِ سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔اور کسی وقت اور کسی علاقے میں مسلمان غیر مسلمانوں کی سلطنت کے ماتحت زندگی بسر کریں گے۔اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب نے ان دونوں زمانوں کے لئے ہدایات نازل فرمادی ہیں۔جب مسلمان حاکم ہوں۔تو وہ اپنی رعایا سے کیا سلوک کریں اور جب مسلمان محکوم ہوں تو وہ اپنے حکام سے کس طرح پیش آئیں ہر دو زمانوں میں مسلمان کے پیش نظر انسانوں کی بھلائی اور بہبودی ہوگی۔وہ دورِ حاکمیت میں بھی استبدادیت اور ظلم وتعدی سے مجتنب رہے گا اور دورِ حکومیت میں بھی فساداور ہر قسم کی ظالمانہ کاروائیوں سے علیحدہ رہے گا۔اس کا مسلک ہر حال میں اخلاقِ فاضلہ کا قیام اور بنی نوع انسان کو امن دینا اور خود امن سے رہنا ہے۔اسی ایمان شیوہ کی تصریح کے لئے احکام کے علاوہ مختلف انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔تا مسلمان ہر زمانہ میں افراط وتفریط سے محفوظ رہیں۔

## واجب الاطاعت امام اور الٰہی برکات

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتِلُ مِنْ وَرَائِهِ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام اپنے متبعین کے لئے بطور ڈھال کے ہوتا ہے۔جو ہر موقعہ پر ان کی بہترین حفاظت اور کرتا ہے۔اور اس جماعت کا مقابلہ جب دوسرے لوگوں سے ہوتو خواہ یہ مقابلہ کسی نوعیت کا بھی ہو امامِ جماعت کی قیادت میں ہوگا۔وہ اپنے متبعین کی حفاظت اور ترقی کے لئے جہاں ظاہر اسباب سے کام لیگا۔وہاں اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہونے کی وجہ سے اسے وہ روحانی ذرائع بھی حاصل ہونگے۔جن سے دنیوی لیڈر محروم ہوتے ہیں اور درحقیقت یہی وہ ذرائع ہیں جن پر کامیابی کا دارومدار ہے۔جس قوم اور جماعت کو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید حاصل ہوتی ہے۔وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتی۔جماعت کا امام قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے آنیوالے خطرات اور ترقیات سے

مطلع ہوتا ہے اور انہی کے تحت وہ دنیوی اسباب کو کام میں لاتا ہے۔ اور اس طرح اس کا سب کام اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہوکر جماعت کی ترقی کا موجب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو ایک واجب الاطاعت امام سے نوازا ہے۔ اور آج اس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا پر خوف اور اضطراب چھایا ہوا ہے۔ ہر طرف قتل وغارت اور فسادات کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ مکانات اور جائیدادوں کو نذرِ آتش کیا جارہا ہے۔ اور گھبراہٹ کا یہ عالم ہے کہ لوگ سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں اپنے عزیزوں اور گھروں کو چھوڑ کر بے تحاشا بھاگ رہے ہیں۔ لیکن اس مصیبت اور بے چارگی میں انہیں کوئی صحیح مشورہ دینے والا نہیں ملتا۔ کوئی ایسا امام میسر نہیں۔ جو انہیں صحیح راہِ نجات بتلائے۔ اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو اپنی قیادت کی وجہ سے پریشانی سے بچی ہوئی ہے۔ مصائب اسے بھی درپیش ہیں۔ بلکہ دوسروں کی نسبت اس کے خطرات بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسے ایک اطمینان حاصل ہے۔ جو یہ ہے کہ وہ ایک ایسے امام کے ماتحت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تائید اور الہامات کے ذریعہ جماعت کی بہبودی کے سامان پیدا کرتا ہے۔ اور آج جبکہ امن ناپید ہو چلا ہے۔ اور ہر طرف بدامنی اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ دارالامان کی مقدس بستی میں ہم آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی خلافت کے ابتداء میں دسمبر 1914ء کے سالانہ جلسہ پر اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ تم میں اور غیروں میں یہ فرق ہے کہ:

> ''تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا۔ تمہاری محبت رکھنے والا۔ تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا۔ تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا۔ تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔''

(برکات خلافت صفحہ 5)

جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس امر پر شاہد ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک وجود اس کے لئے تمام خیر خواہوں سے بڑھ کر خیر خواہ ہے۔ اور جس ہمدردی کا جذبہ حضور کے وجود باجود میں اسے نظر آتا ہے۔ وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ لیکن موجودہ پُر خطر ایام میں تو یہ بات خاص طور پر آشکار ہو چکی ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا بابرکت وجود جماعت کے لئے سب سے بڑھ کر ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔ حضور ہر وقت ہمہ تن جماعت کی بہتری اور اس کی حفاظت کے کام میں مصروف ہیں اور اس وقت ہر فرد جماعت اس احساس سے لبریز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل کے ماتحت ہمیں ایک ایسا بابرکت وجود عطا فرمایا ہے کہ جو ہمارے دکھ کو اپنا دکھ اور ہماری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا ہے۔

(روزنامہ الفضل 15/جولائی 1947ء)

OO

# اطاعت ووفا میں گُم جان کے نذرانے پیش کرنے والے

# بے مثل پروانے

تاریخ احمدیت میں اگرچہ شہادتوں کی ابتداء سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارک میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہید اور حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کی شہادتوں سے، ہو چکی تھی اور اس کے بعد عرصہ سوا سو سال میں دنیا کے مختلف ممالک میں شہادتوں کے بے نظیر واقعات رونما ہوتے رہے ہیں۔لیکن تاریخ احمدیت میں لاہور کی شہادتوں کا واقعہ بہت عجیب اور بے نظیر ہے کہ اس قدر تعداد میں عبادت کے اوقات میں معصوم احمدیوں نے خدا کی خاطر شہادتیں پیش کیں۔

ان شہادتوں پر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو تاریخی خطبہ مورخہ 4 جون 2010ءکوارشاد فرمایا تھا، اُس کا مکمل متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

## خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جون 2010ء بمطابق 4 احسان 1389 ہجری شمسی

## بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی

الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ

(حٰمٓ سجدہ:31 تا 33)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر استقامت اختیار کی، ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیاوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھ ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ بخشنے والے اور بے انتہا رحم کرنے والے خدا کی طرف سے بطور مہمانی کے ہوگا۔

یہ ترجمہ ہے ان آیات کا جو میں نے تلاوت کی ہیں۔

ہر ہفتہ میں ہزاروں خطوط مجھے آتے ہیں جنہیں میں پڑھتا ہوں، جن میں مختلف قسم کے خطوط ہوتے ہیں۔ کوئی بیماری کی وجہ سے دعا کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ عزیزوں کے لئے لکھ رہا ہوتا ہے۔ شادیوں کی خوشیوں میں شامل کر رہا ہوتا ہے۔ رشتوں کی تلاش میں پریشانی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ کاروباروں اور ملازمتوں کے بابرکت ہونے اور دوسرے مسائل کا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ امتحانوں میں کامیابیوں کے لئے طلباء لکھ رہے ہوتے ہیں، ان کے والدین لکھ رہے ہوتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے اور اس کے علاوہ بھی مختلف نوع کے خطوط ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ ہفتے میں ہزاروں خطوط معمول کے ہزاروں خطوط سے بڑھ کر مجھے ملے اور تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا، جس میں لاہور کے شہداء کی عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا گیا تھا، اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔ غم تھا، دکھ تھا، غصہ تھا، لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ صبر اور دعا میں ڈھل جاتا تھا۔ سب لوگ جو تھے وہ اپنے مسائل بھول گئے۔ یہ خطوط پاکستان سے بھی آ رہے ہیں، عرب ممالک سے بھی آ رہے ہیں، ہندوستان سے بھی آ رہے ہیں، آسٹریلیا اور جزائر سے بھی آ رہے ہیں۔ یورپ سے بھی آ رہے ہیں، امریکہ سے بھی آ رہے ہیں، افریقہ سے بھی آ رہے ہیں، جن میں پاکستانی

نژاد احمدیوں کے جذبات ہی نہیں چھلک رہے کہ ان کے ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ باہر جو پاکستانی احمدی ہیں، ان کے وہاں عزیزوں یا ہم قوموں پر ظلم ہوا ہے۔ بلکہ ہر ملک کا باشندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسیح محمدی کی بیعت میں آنے کی توفیق دی، یوں تڑپ کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا یا کر رہا ہے جس طرح اس کا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ بنا ہے۔ اور پھر جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے، اس شہادت کو پا گئے، ان کے خطوط تھے جو مجھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز، اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی، اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

پھر جب میں نے تقریباً ہر گھر میں کیونکہ میں نے تو جہاں تک یہاں ہمیں معلومات دی گئی تھیں، اس کے مطابق ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی۔ اگر کوئی رہ گیا ہو تو مجھے بتا دے۔ جیسا کہ میں نے کہا میں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، بیویوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں، لیکن فون پر ان کی پُرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے اس ردّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلف کے کر رہے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ہم پورے ہوش و حواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں۔ یہ ایک ایک دو دو قربانیاں کیا چیز ہیں ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی۔ ہم وہ لوگ ہیں جو قرونِ اولیٰ کی مثالیں قائم کریں گے۔ ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب خطوط، یہ سب جذبات پڑھ اور سن کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس یقین پر قائم کر دیا، مزید اس میں مضبوطی پیدا کر دی کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے یقیناً ان

اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جن کے پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔ یہ صبر و استقامت کے وہ عظیم لوگ ہیں، جن کے جانے والے بھی ثباتِ قدم کے عظیم نمونے دکھاتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق:

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (البقرة155)

کے مصداق بن گئے، اور دنیا کو بھی بتا گئے کہ ہمیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ ہم زندہ ہیں۔ ہم نے جہاں اپنی دائمی زندگی میں خدا تعالیٰ کی رضا کو پالیا ہے وہاں خدا تعالیٰ کے دین کی آبیاری کا باعث بھی بن گئے ہیں۔ ہمارے خون کے ایک ایک قطرے سے ہزاروں ثمر آور درخت نشوونما پانے والے ہیں۔ ہمیں فرشتوں نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے۔ ہمیں تو اپنی جان دیتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگا کہ ہمیں کہاں کہاں اور کتنی گولیاں لگی ہیں؟ ہمیں گرینیڈ سے دیئے گئے زخموں کا بھی پتہ نہیں لگا۔ یہ صبر و رضا کے پیکر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے بے چین، دین کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے، گھنٹوں اپنے زخموں اور ان میں سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرفِ شکایت لانے کی بجائے دعاؤں اور درود سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے۔ اگر کسی نے ہائے یا اُف کا کلمہ منہ سے نکالا تو سامنے والے زخمی نے کہا ہمت اور حوصلہ کرو، لوگ تو بغیر کسی عظیم مقصد کے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں تم تو اپنے ایک عظیم مقصد کے لئے قربان ہونے جا رہے ہو۔ اور پھر وہ اُف کہنے والا آخر دم تک صرف درود شریف پڑھتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ یقین کرواتا رہا کہ ہم نے جو مسیح محمدی سے عہد کیا تھا اسے پورا کر رہے ہیں۔ میں نے ایک ایسی دردناک ویڈیو دیکھی، جو زخمیوں نے ہی اپنے موبائل فون پر ریکارڈ کی تھی۔ اس کو دیکھ کر دل کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن سے بیشک قربانیاں تو خدا تعالیٰ نے لی ہیں لیکن اس کے فرشتوں نے ان پر

سکینت نازل کی ہے اور یہ لوگ گھٹنوں بغیر کراہے صبر و رضا کی تصویر بنے رہے۔

فون پر لاہور کے ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ میرے 19 سالہ بھائی کو چار پانچ گولیاں لگیں، لیکن زخمی حالت میں گھٹنوں پڑا رہا ہے، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور دعائیں کرتا رہا۔ اگر پولیس بروقت آ جاتی تو بہت سی قیمتی جانیں بچ سکتی تھیں۔ لیکن جب پورا نظام ہی فساد میں مبتلا ہو تو ان لوگوں سے کیا توقعات کی جا سکتی ہیں؟ ایک نوجوان نے دشمن کے ہینڈ گرینیڈ کو اپنے ہاتھ پر روک لیا اس لئے کہ واپس اس کی طرف لوٹا دوں لیکن اتنی دیر میں وہ گرینیڈ پھٹ گیا اور اپنی جان دے کر دوسروں کی جان بچا لی۔ ایک بزرگ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر نوجوانوں اور بچوں کو بچا لیا۔ حملہ آور کی طرف ایک دم دوڑے اور ساری گولیاں اپنے سینے پر لے لیں۔ آج پولیس کے آئی جی صاحب بڑے فخر سے یہ بیان دے رہے ہیں کہ، پولیس نے دو دہشت گردوں کو پکڑ لیا۔ جب اوپر سے نیچے تک ہر ایک جھوٹ اور سچ کی تمیز کرنا چھوڑ دے تو پھر ایسے بیان ہی دیئے جاتے ہیں۔ دو دہشت گرد جو پکڑے گئے ہیں انہیں بھی ہمارے ہی لڑکوں نے پکڑا اور پکڑنے والا بھی مجھے بتایا گیا، ایک کمزور سا لڑکا تھا یعنی بظاہر جسمانی لحاظ سے بڑے ہلکے جسم کا مالک تھا لیکن ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس دہشت گرد کی گردن دبوچے رکھی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی جیکٹ تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا، اس ٹک تک اس کا ہاتھ نہ جانے دیا جسے وہ کھینچ کر اس کو پھاڑنا چاہتا تھا۔

یہ بیچارے لوگ جو نوجوان دہشت گرد ہیں، چھوٹی عمر کے، اٹھارہ انیس سال کے، یا بیس بائیس سال کے لڑکے تھے، یہ بیچارے غریب تو غریبوں کے بچے ہیں۔ بچپن میں غربت کی وجہ سے ظالم ٹولے کے ہاتھ آ جاتے ہیں جو مذہبی تعلیم کے بہانے انہیں دہشت گردی سکھاتے ہیں اور پھر ایسا brain wash کرتے ہیں کہ ان کو جنت کی خوشخبریاں صرف ان خودکش حملوں کی صورت میں دکھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بننے والی موت ہے۔ لیکن یہ بات سمجھنے سے اب یہ لوگ قاصر ہو چکے ہیں۔ ان دہشت گردوں کے سرغنوں کو کبھی کسی نے سامنے آتے نہیں دیکھا،

کبھی اپنے بچوں کو قربان کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر قربانیاں دیتے ہیں تو غریبوں کے بچے، جن کے برین واش کئے جاتے ہیں۔ بہرحال ایسے دو دہشت گرد جو پکڑے گئے، ہمارے اپنے لڑکوں نے ہی پکڑے۔

یہ فرشتوں کا اترنا اور تسکین دینا جہاں ان زخمیوں پر ہمیں نظر آتا ہے وہاں پیچھے رہنے والے بھی اللہ تعالیٰ کے اس خاص فضل کی وجہ سے تسکین پا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر رکھا ہوا ہے۔ اس ایمان کی وجہ سے جو زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہم میں پیدا ہوا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ جاؤ اور میرے بندوں کے دلوں کی تسکین کا باعث بنو۔ ان دعائیں کرنے والوں کے لئے تسلی اور صبر کے سامان کرو۔ اور جیسا کہ میں نے کہا، ہر گھر میں مجھے یہی نظارے نظر آئے ہیں۔ ایسے ایسے عجیب نظارے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک،

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ (یوسف:87)

کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ کے حضور کرتا ہوں، کی تصویر نظر آتا ہے۔ اور یہی ایک مومن کا طرہ امتیاز ہے۔ مومنوں کو غم کی حالت میں صبر کی یہ تلقین خدا تعالیٰ نے کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(البقرۃ:154)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ سے مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس ایک بندہ تو خدا تعالیٰ کے آگے ہی اپنا سب کچھ پیش کرتا ہے، جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، عبدِ رحمان ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کی بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے، جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حق دار ٹھہرتا

ہے۔ مومنوں کی جماعت کو خدا تعالیٰ نے پہلے ہی آزمائشوں کے متعلق بتا دیا تھا۔ یہ فرما دیا تھا کہ آزمائشیں آئیں گی۔ فرماتا ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ (البقرۃ:156)

اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعے سے آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔

پس صبر اور دعائیں کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے خوشیوں کی خبریں سنائی ہیں۔ اپنی رضا کی جنت کا وارث بننے کی خبریں سنائی ہیں۔ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو بھی جنت کی بشارت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے۔ ایسے لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول بن جاتی ہیں۔ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہی خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ ابتلاؤں میں استقامت دکھاتے ہیں فرشتے ان کے لئے تسلی کا سامان کرتے ہیں۔ جب مومنین ہر طرف سے ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جانوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اموال کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عزتوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہر طرف سے بعض دفعہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے دروازے ہی بند ہو گئے ہیں اس وقت جب مومنین بَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ کو سمجھتے ہوئے استقامت دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہیں۔ ایک دم ایسی فتح و ظفر اور نصرت کی خبریں ملتی ہیں، اس کے دروازے کھلتے ہیں کہ جن کا خیال بھی ایک مومن کو نہیں آ سکتا۔ ایسے ایسے عجائب اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ پس استقامت شرط ہے اور مبارک ہیں لاہور کے احمدی جنہوں نے یہ استقامت دکھائی، جانے والوں نے بھی اور پیچھے رہنے والوں نے بھی۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اپنے وعدے پورے کرے گا۔ اور دلوں کی تسکین کے لئے جو وعدے

ہیں، جو ہمیں نظر آ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہونے کا ہی نشان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

''وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین (ہو) اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہانتک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلّی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں، موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے، نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلّی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہر چہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی

خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد نمبر 10 صفحہ 420-419)

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔ کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے۔ ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔ خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔ بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔ دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں ہی خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔ آپ لاہور کے وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ:

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔" (تذکرہ صفحہ 328 جدید ایڈیشن)

اور

"لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔" (تذکرہ صفحہ 328)

پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور پھر اس تعلق میں بہت سی خوشخبریاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتائی ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح علیہ السلام کے ذریعہ دی ہیں۔

دشمن نے تو میرے نزدیک صرف جانی نقصان پہنچانے کے لئے یہ حملہ نہیں کیا تھا، بلکہ اس

کے ساتھ ساتھ اور بھی مقصد تھے۔ ایک تو خوف پیدا کر کے اپنی نظر میں، اپنے خیال میں کمزور احمدیوں کو احمدیت سے دور کرنا تھا، نوجوانوں میں بے چینی پیدا کرنی تھی۔ لیکن نہیں جانتے کہ یہ ان ماؤں کے بیٹے ہیں جن کے خون میں، جن کے دودھ میں جان، مال، وقت، عزت کی قربانی کا عہد گردش کر رہا ہے۔ جن کے اپنے اندر عہدِ وفا نبھانے کا جوش ہے۔ دوسرے دشمن کا یہ خیال تھا کہ اس طرح اتنی بڑی قربانی کے نتیجے میں احمدی برداشت نہیں کر سکیں گے اور سڑکوں پر آ جائیں گے۔ توڑ پھوڑ ہوگی، جلوس نکلیں گے اور پھر حکومت اور انتظامیہ اپنی من مانی کرتے ہوئے جو چاہے احمدیوں سے سلوک کرے گی۔ اور اس ردّعمل کو باہر کی دنیا میں اچھال کر پھر احمدیوں کو بدنام کیا جائے گا۔ اور پھر دنیا کو دکھانے کے لیے، بیرونی دنیا کو باور کرانے کے لئے یہ لوگ اپنی تمام تر مدد کے وعدے کریں گے۔ لیکن نہیں جانتے کہ احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں۔ خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں۔ اور یہ کبھی ایسا ردّعمل نہیں دکھا سکتے۔ جب یہ ردّعمل جو مخالفین کی توقع تھی ان لوگوں نے نہیں دیکھا اور پھر بیرونی دنیا نے بھی اس ظالمانہ حرکت پر شور مچایا اور میڈیا نے بھی ان کو ننگا کر دیا تو رات گئے حکومتی اداروں کو بھی خیال آ گیا کہ ان کی ہمدردی کی جائے۔ اور اپنی شرمندگی مٹائی جائے۔ اور پھر آگے بیان بازی شروع ہوگئی۔ ہمدردیوں کے بیان آنے لگ گئے۔ حیرت ہے کہ ابھی تک دنیا کو، ان لوگوں کو خاص طور پر یہ نہیں پتہ چلا کہ احمدی کیا چیز ہیں؟ گزشتہ ایک سو اٹھائیس سالہ احمدیت کی زندگی کے ہر ہر سیکنڈ کے عمل نے بھی ان کی آنکھیں نہیں کھولیں۔ یہ ایک امام کی آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے والے لوگ ہیں۔ یہ اس مسیح موعود کے ماننے والے لوگ ہیں جو اپنے آقا و مُطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔ جنہوں نے جانور طبع لوگوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنایا تھا۔ پس اب جبکہ ہم درندگی کی حالتوں سے نکل کر باخدا انسان بننے کی طرف قدم بڑھانے والے ہیں، ہم کس طرح یہ توڑ پھوڑ کر سکتے ہیں۔ جلوس اور قتل و غارت کا ردّعمل کس طرح ہم دکھا سکتے تھے۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے اِنَّا

لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہا اور اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ہم نے تو اپنا غم اور اپنا دکھ خدا تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا ہے اور اس کی رضا پر راضی اور اس کے فیصلے کے انتظار میں ہیں۔

یہ درندگی اور سفا کی تمہیں مبارک ہو جو خدا کے نام پر خدا کی مخلوق بلکہ خدا کے پیاروں کے خون کی ہولی کھیلنے والے ہو۔عوام کو مذہب کے نام پر دوبارہ چودہ پندرہ سو سال پہلے والی بَدُّوْ وانہ زندگی میں لے جانے والے اور اس میں رہنے والے ہو۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے۔اب کسی مسیح موعود کی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔اب اس سے بھی انکاری ہوتے جا رہے ہیں۔ہمارے لئے قرآن اور شریعت کافی ہے۔کیا تمہارے یہ عمل اس شریعت اور قرآن پر ہیں جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ لائے تھے؟ یقیناً نہیں۔تم میرے آقا، ہاں وہ آقا جو محسنِ انسانیت تھا اور قیامت تک اس جیسا محسنِ انسانیت پیدا نہیں ہوسکتا، اس محسنِ انسانیت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرنے والے ہو۔ناموسِ رسالت کے نام پر میرے پاک رسول ﷺ کو بدنام کرنے والے ہو۔یقیناً قیامت کے دن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ تم میں سے ایک ایک کو پکڑ کر تمہیں تمہارے بدانجام تک پہنچائے گا۔ہمارا کام صبر اور دعا سے کام لینا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر احمدی اس پر کاربند رہے گا۔

یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران ہو گئے۔ظلم اور سفّا کی کے ان نمونوں کو دیکھ کر غیروں نے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ احمدیت کی طرف مائل بھی ہوئے بلکہ بیعت میں آنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔پس یہ ظلم جو تم نے ہمارے سے روا رکھا اس کا بدلہ اس دنیا میں ہمیں انعام کی صورت میں ملنا شروع ہو گیا۔

میرا خیال تھا کہ کچھ واقعات بیان کروں گا لیکن بعض اتنے دردناک ہیں کہ ڈرتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب نہ ہو جاؤں۔اس لئے سارے تو بیان نہیں کرسکتا۔چند ایک واقعات جو ہیں وہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہمارے نائب ناظر اصلاح وارشاد ہیں۔انہوں نے لکھا کہ ایک نمازی نے جب وہ جنازے

پر آئے تھے، کسی کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایک انعام اور ملا کہ شہید باپ کا بیٹا ہوں اور مجھے کہا کہ عزم اور حوصلے بلند ہیں، ماڈل ٹاؤن میں مکرم اعجاز صاحب کے بھائی شہید ہو گئے اور انہیں مسجد میں ہی اطلاع مل گئی اور کہا گیا کہ فلاں ہسپتال پہنچ جائیں۔ انہوں نے کہا کہ جانے والا خدا کے حضور حاضر ہو چکا، اب شاید میرے خون کی احمدی بھائیوں کو ضرورت پڑ جائے، اس لئے میں تو اب یہیں ٹھہروں گا۔ ایک ماں نے کہا کہ اپنی گود سے جواں سالہ بیٹا خدا کی گود میں رکھ دیا۔ جس کی امانت تھی اس کے سپرد کر دی۔ ہمارے مربی سلسلہ محمود احمد شاد صاحب نے ماڈل ٹاؤن میں اپنے فرض کو خوب نبھایا۔ خطبہ کے دوران دعاؤں اور استغفار، صبر اور درود پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ بعض قرآنی آیتیں بھی دہرائیں۔ دعائیں بھی دہرائیں اور درود شریف بھی بلند آواز سے دہرایا اور نعرۂ تکبیر بھی بلند کیا اور آپ نے جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ سردار عبد السمیع صاحب نے بتایا کہ فجر کی نماز پر چک سکندر کے واقعات اور شہادتوں کا ذکر فرما رہے تھے کیونکہ یہ اس وقت وہاں متعین تھے۔

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ باہر سیڑھیوں کے نیچے صحن میں ڈیڑھ دو سو آدمی کھڑے تھے۔ اس وقت دہشت گرد فائرنگ کرتے ہوئے ہال کے کارنر میں تھے۔ ایک آدمی بالکل صحن کے کونے تک آ گیا۔ اگر وہ اس وقت باہر آ جاتا تو جو ڈیڑھ دو سو آدمی باہر تھے وہ شاید آج موجود نہ ہوتے۔ لیکن میری آنکھ کے سامنے ایک انصار جن کی عمر لگ بھگ 65 سال یا اوپر ہوگی، انہوں نے pillar کے پیچھے سے نکل کر اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ اور اس کی وجہ سے بالکل ان کی چھاتی میں گولی لگی اور وہ شہید ہو گئے، لیکن ان کی بہادری کی وجہ سے دہشت گرد کے باہر آنے میں کچھ وقت لگا۔ لیکن اس عرصہ میں بہت سے احمدی محفوظ جگہ پر پہنچ گئے اور پھر اس نے گرینیڈ بعد میں پھینکا۔ اور کہتے ہیں جب ہم باہر آئے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ بے شمار لوگ سیڑھیوں پر شہید پڑے تھے۔

ایک صاحب نے مجھے لکھا، جو جاپان سے وہاں گئے ہوئے تھے اور جنازے میں شامل ہوئے کہ آخرین کی شہادتوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ ربوہ کے پہاڑ کے دامن میں ان مبارک وجودوں کو دفناتے ہوئے کئی دفعہ ایسا لگا جیسے اس زمانے میں نہیں۔ صبر و

رضا کے ایسے نمونے تھے جن کو الفاظ میں ڈھالنا ناممکن ہے۔ انصار اللہ کے لان میں مَیں نے اپنی دائیں طرف ایک بزرگ سے جو جنازے کے انتظار میں بیٹھے تھے پوچھا کہ چچا جان! آپ کے کون فوت ہوئے ہیں؟ فرمایا میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرا دل دہل رہا تھا اور پُرعزم چہرہ دیکھ کر ابھی میں منہ سے کچھ بول نہ پایا تھا کہ انہوں نے پھر فرمایا کہ الحمدللہ! خدا کو یہی منظور تھا۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ میرے چاروں طرف پُرعزم چہرے تھے اور میں اپنے آپ کو سنبھال رہا تھا کہ ان کو ہ وقار ہستیوں کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کروں کہ خود مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں مختلف لوگوں سے ملتا اور ہر بار ایک نئی کیفیت سے گزرتا رہا۔ خون میں نہائے ایک شہید کے پاس کھڑا تھا کہ آواز آئی میرے شہید کو دیکھ لیں۔ اس طرح کے بے شمار جذبات احساسات ہیں۔

ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچا لیا۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہو گی۔ یعنی میرے پاس آئیں کہ رو دھو رہی ہوں گی کیونکہ مسجد کے ساتھ ان کا گھر تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔ یہ سن کر عورتیں حیران رہ گئیں اور الٹے پاؤں واپس چلی گئیں کہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟ اور پھر آگے لکھتی ہیں کہ اس نازک موقع پر ربوہ والوں نے جو خدمت کی اور دکھی دلوں کے ساتھ دن رات کام کیا اس پر ہم سب آپ کے اور ان کے شکر گزار ہیں۔

ایک ماں کا اٹھارہ سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں ہیں۔ میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ شہید ہو گیا اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔

مسلم الدّروبی صاحب سیریا کے ہیں وہ بھی ان دنوں میں وہاں گئے ہوئے تھے اور ان کو بھی

ٹانگ پر کچھ زخم آئے ہیں ۔ شام کے احمدی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔کوئی افراتفری نہیں تھی، کوئی ہراسانی نہیں تھی، کوئی خوف نہیں تھا۔ ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا اس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہا تھا اور انتظامیہ کی طرف سے جو بھی ہدایات دی جارہی تھیں ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک ایسی انہونی چیز تھی کہ جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

پس یہ وہ لوگ ہیں، یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں۔قربانیوں کی عظیم مثال ہیں۔اس بات کی فکر نہیں کہ میرے بچوں کا کیا حال ہے یا میرا بچہ شہید ہو گیا ہے۔ پوری جماعت کے لئے یہ مائیں درد کے ساتھ دعائیں کر رہی ہیں۔ پس اے احمدی ماؤں! اس جذبے کو اور ان نیک اور پاک جذبات کو اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہ دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے، جب تک یہ پُرعزم سوچیں رہیں گی، کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔

ایک احمدی نے لکھا کہ میں ربوہ سے گیا تھا۔ایک نوجوان خادم کے ساتھ مل کر لاشیں اٹھاتا رہا تو سب سے آخر میں اس نے میرے ساتھ مل کر ایک لاش اٹھائی اور ایمبولینس تک پہنچا دی، اور اس کے بعد کہنے لگا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں۔اور پھر یہ نہیں کہ اس ایمبولینس کے ساتھ چلا گیا بلکہ واپس مسجد میں چلا گیا اور اپنی ڈیوٹی جو اس کے سپرد تھی اس کام میں مستعد ہو گیا۔

یہ ہیں مسیح محمدی کے وہ عظیم لوگ جو اپنے جذبات کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں۔ بعد میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ جمع کر کے لکھے بھی جائیں گے۔ایک بات جو سب نے بتائی ہے جو کامن (Common) ہے، عینی شاہد جو بتاتے ہیں کہ دہشت گرد جب یہ سب کارروائی کر رہے تھے تو کوئی پینک (Panic) نہیں تھا۔جیسا کہ اللہ روبی صاحب نے بھی لکھا ہے۔امیر صاحب اور مربی صاحب اور عہدیداران کی ہدایات پر جب تک یہ لوگ عہدیداران زندہ رہے سکون سے عمل کرتے رہے اور اس کے بعد بھی کوئی بھگدڑ نہیں مچی بلکہ

بڑے آرگنائزڈ طریقے سے دیواروں کے ساتھ لگ گئے تا کہ گولیوں سے بچ سکیں اور بیٹھ کر دعائیں کرتے رہے۔ اور ایک بزرگ اس حالت میں مسلسل سجدہ میں رہے ہیں کوئی پرواہ نہیں کی کہ دائیں بائیں گولیاں آرہی ہیں۔ یہ ہیں ایمان والوں اور حقیقی ایمان والوں کے نظارے۔

کئی خطوط مجھے اس مضمون کے بھی آرہے ہیں جو سورۃ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ (الاحزاب:24)

کہ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہا ہے۔ اور انہوں نے ہرگز اپنے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اور وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ لکھ کر یہ لوگ پھر اپنے عہدِ وفا اور قربانی کا یقین دلا رہے ہیں۔

پس دشمن تو سمجھتا تھا کہ اس عمل سے احمدیوں کو کمزور کر دے گا، جماعت کی طاقت کو توڑ دے گا۔ شہروں کے رہنے والے شاید اتنا ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن انہیں کیا پتہ ہے کہ یہ شہروں کے رہنے والے وہ لوگ ہیں جن میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی حرارت بھر دی ہے۔ جو دین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کے لئے ہر دم تیار ہیں۔ بے شک دنیا کے دھندوں میں بھی لگے ہوئے ہیں لیکن صرف دنیا کے دھندے مقصود نہیں ہیں۔ جب بھی دین کے لئے بلایا جاتا ہے تو لبیک کہتے ہوئے آتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے کہا یہ درندگی کے بجائے انسانیت کے علمبردار ہیں۔ آخر یہ احمدی بھی تو اسی قوم میں سے آئے ہیں۔ وہی قبیلے ہیں، وہی برادریاں ہیں جہاں سے وہ لوگ آرہے ہیں جو مذہب کے نام پر درندگی اور سفّاکی دکھاتے ہیں۔ لیکن مسیح موعود کے ماننے کے بعد یہی لوگ ہیں جو مذہب کی خاطر قربانیاں تو دیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق۔

میں نے ذکر کیا تھا کہ ان واقعات کا پریس نے اور پاکستان پریس نے بھی ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزا دے اور ہمیشہ حق کہنے کی توفیق دیتا رہے۔ اب اس حق کہنے کے بعد کہیں مولویوں کے

ردِّعمل سے ڈر کر پھر پرانی ڈگر پر نہ چل پڑیں۔ اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک کے پریس ہیں، حکومتیں ہیں ان کی طرف سے بیان آئے، statements آئیں، ہمدردی کے پیغام آئے اور مختلف حکومتوں کے نمائندے، یہاں کی حکومت کے نمائندے نے بھی انگلستان کے ممبران پارلیمنٹ نے بھی ہمدردی اور تعزیت کے پیغام بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔

اور تو اور ختمِ نبوت کی طرف سے بھی اخبار میں خبر آئی تھی کہ بڑا غلط کام ہوا ہے اور یہ درندگی ہے اور یہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔ تو پھر وہ جو بینرز ہیں جو پوسٹر ہیں جو دیواروں پر لگے ہوئے ہیں جو سڑکوں پر لگے ہوئے ہیں حتیٰ کے ہائی کورٹ کے ججوں کے نیم پلیٹس (Name Plates) کے نیچے لگے ہوئے ہیں، جس میں احمدیوں کے خلاف گندی زبان استعمال کی گئی ہے انہیں مرتد کہا گیا ہے، انہیں واجب القتل کہا گیا ہے، وہ کس کے لگائے ہوئے ہیں؟ تم لوگ ہی تو ہو اس دنیا کو، ان لوگوں کو، بے عقلوں کو جوش دلانے والے، اور اب جب یہ دیکھا کہ دنیا کا رُخ اس طرف آ گیا ہے تو ہم بھی ہیں تو سہی اس اس ظلم میں شامل، پھر دنیا کی نظر میں ہم اس ظلم میں شامل ہونے سے بچ جائیں تو یہ بیان دینے لگ گئے ہیں۔

تو احمدیوں کے خلاف یہ بغض اور کینہ جو ان نام نہاد علماء کی طرف سے دکھایا جا رہا ہے۔ یہی اصل وجہ ہے جو یہ ساری کارروائی ہوئی ہے۔ پاکستان کے چیف جسٹس صاحب ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر خود نوٹس لیتے ہیں۔ اخباروں میں یہ بات آ جاتی ہے۔ تو یہ جو اتنا بڑا ظلم ہوا ہے اور یہ جو بینر لگے ہوئے ہیں اور جو پوسٹر لگے ہوئے ہیں اس پر ان کو خیال نہیں آیا کہ خود کوئی نوٹس لیں اور یہ علماء جو لوگوں کو اُکسا رہے ہیں، ان کے خلاف کارروائی کریں۔ کیا انصاف قائم کرنے کے معیار صرف اپنی پسند پر منحصر ہیں؟

جیسا کہ میں نے کہا، ہمارا رونا اور ہمارے دکھ تو خدا تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ ان سے تو ہم نے کچھ نہیں لینا۔ لیکن صرف ان کے معیاروں کی طرف میں نشاندہی کر رہا ہوں۔ ہمارا تو ہر ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانیوں کا اور اس کی رضا کے حصول کا ادراک اور بڑھتا ہے۔ بندے نہ تو ہمارا

کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں یہ کچھ دے سکتے ہیں۔

بے شک دنیا میں آج کل دہشتگردی بہت زیادہ ہے۔ پاکستان میں اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔لیکن احمدیوں کے خلاف دہشتگردی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے۔اس لئے جوان کے دل میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔مونگ رسول کا واقعہ ہوا، وہاں بھی دہشت گردی ہوئی، وہاں کے جو دہشت گرد تھے پکڑے گئے تھے ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ کیا ان کو سزا دی گئی؟ وہ پاکستانی گلیوں میں آج بھی آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔ پس ان سے تو کوئی احمدی کسی قسم کی کوئی توقع نہیں کرسکتا اور نہ کرتا ہے۔ ہمارا مولیٰ تو ہمارا اللہ ہے اور اس پر ہم توکل کرتے ہیں۔ وہی ہمارا معین و مددگار رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا رہے گا اور اپنی حفاظت کے حصار میں ہمیں رکھے گا۔ ان لوگوں سے آئندہ بھی کسی قسم کی خیر کی کوئی امید نہیں اور نہ کبھی ہم رکھیں گے۔ اس لئے احمدیوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔اور دعاؤں کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

کی دعا بہت پڑھیں۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

کی دعا ضرور پڑھیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت دعائیں کریں۔ ثباتِ قدم کے لئے دعائیں کریں۔ ان لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں، روئیں۔ ان دو مساجد میں جو ہمارے زخمی ہوئے ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کریں۔ ان زخمیوں میں سے بھی آج ایک اور ڈاکٹر عمران صاحب تھے ان کی شہادت ہوگئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ باقی جو زخمی ہیں ان کو شفا عطا فرمائے اور ہر احمدی کو ہر شر سے ہمیشہ بچائے۔ احمدیوں نے پاکستان کے بنانے میں کردار ادا کیا تھا اور ان لوگوں سے بڑھ کر کیا تھا، جو آج دعویدار ہیں، جو آج پاکستان کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اس لئے ملک کی بقا کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور ان لوگوں کے شر سے بچنے کے لئے اور ان کے عبرتناک انجام کے لئے بھی دعا کریں جو ملک میں

افراتفری اور فساد پھیلا رہے ہیں، جنہوں نے ملک کا سکون برباد کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

## یہ شہید۔قطب ستارے

ایک بات اور کہنا چاہوں گا۔ ایک احمدی نے بڑے جذباتی انداز میں ایک خط لکھا لیکن اس سوچ پہ مجھے بڑی حیرت ہوئی، کیونکہ پڑھے لکھے بھی ہیں جماعتی خدمات بھی کرنے والے ہیں۔ ایک فقرہ یہ تھا کہ ''دشمن نے کیسے کیسے ہیرے مٹی میں رول دیئے۔''

یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ہیرے مٹی میں رولے نہیں گئے۔ ہاں دشمن نے مٹی میں رولنے کی ایک مذموم کوشش کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی اہمیت پہلے سے بھی بڑھا دی اور ان کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کو دائمی زندگی سے نوازا۔ اس ایک ایک ہیرے نے اپنے پیچھے رہنے والے ہیروں کو مزید صیقل کر دیا۔ ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمانِ اسلام اور احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دے دی ہیں اور ان کہکشاؤں نے ہمارے لئے نئے راستے متعین کر دیئے۔ ان میں سے ہر ہر ستارہ جب اس سے علیحدہ ہو کے بھی ہمارے لئے قطب ستارہ بن جاتا ہے۔ پس ہمارا کوئی بھی دشمن کبھی بھی اپنی مذموم اور قبیح کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور ہر شہادت بڑے بڑے پھل پیدا کرتی ہے، بڑے بڑے مقام حاصل کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب شہیدوں کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے، اور ہم بھی ہمیشہ استقامت کے ساتھ دین کی خاطر قربانیاں دیتے چلے جانے والوں میں سے ہوں۔

شہداء کا ذکر بھی کرنا چاہتا تھا لیکن یہ تو ایک لمبی بات ہو جائے گی۔ آئندہ انشاء اللہ مختصر ذکر کروں گا کیونکہ تقریباً 85 شہداء ہیں مختصر تعارف بھی کروایا جائے تو کافی وقت لگتا ہے۔ جمعہ کے بعد انشاءاللہ تعالیٰ ان کی نمازِ جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

اسی دوران گزشتہ دنوں اس واقعہ کے دو تین دن کے بعد نارووال میں ہمارے ایک احمدی کو شہید کر دیا گیا۔ ان کا نام نعمت اللہ صاحب تھا اور اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ صحن میں آ کر

چھریوں کا وار کر کے ان کو شہید کیا۔ ان کا بڑا بیٹا بچانے کے لئے آیا تو اس کو بھی زخمی کر دیا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی شفا عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔ ان کی اہلیہ اور تین بیٹیاں ہیں اور تین بیٹے ہیں۔ ان کے دوسرے عزیزوں میں سے بھی لاہور میں دو شہید ہوئے ہیں اور قاتل کا تعلق تحفظِ ختم نبوت سے ہے۔ ایک طرف تحفظِ ختمِ نبوت والے اعلان کر رہے ہیں کہ بہت برا ہوا۔ دوسری طرف اپنے لوگوں کو اُکسا رہے ہیں کہ جاؤ اور احمدیوں کو شہید کرو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔ وہ پکڑا گیا ہے اور اس نے اقرار کیا ہے کہ سانحہ لاہور کے پسِ منظر میں مجھے بھی کیونکہ ہمارے علماء نے یہی کہا ہے اس لئے میں شہید کرنے کے اس نیک کام کے لئے ثواب حاصل کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور پھر پکڑے جانے کے بعد یہ بھی کہہ دیا کہ یہاں ہم کسی بھی احمدی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تو یہ تو ان کے حال ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں بدنام کیا جاتا ہے۔ دنیا میں تو خود تم اپنے آپ کو بدنام کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ بہت دعائیں کریں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ مریضوں کے لئے بھی بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل جلد 17 شمارہ 26 مورخہ 25 جون تا یکم جولائی 2010 صفحہ 5 تا 9)

OO

# بیان تشکر

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا.

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

(الاحزاب:72)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ ہے اس کا پورا ہونا یقینی اور قطعی ہے۔اس کے ذریعہ انسان ہر قسم کی کامیابی اور برکت حاصل کر لیتا ہے۔درحقیقت انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کے بغیر کوئی حقیقی کامیابی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی اطاعت زندگی میں کامیابی کے لئے لازم ہے۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی ہمیں اطاعت کے بارہ میں توجہ دلاتے رہتے ہیں۔خلیفۂ وقت کی اطاعت، کامل اطاعت ہی سب کامیابیوں اور برکتوں کا منبع ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگوں کی مثالیں ہیں جنہوں نے خلیفۂ وقت کی اطاعت کے ذریعہ دین و دنیا میں اعلیٰ کامیابیاں حاصل کیں۔ میں نے بھی اپنی زندگی میں جو کچھ پایا وہ خلافت کی اطاعت کی برکتوں سے ہی پایا۔اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

1961ء میں ٹانگانیکا کی آزادی کے وقت میں محکمہ تعلیم میں ملازم تھا اور میری برٹش شہریت تھی۔آزادی کے وقت سرکاری ملازمین میں اکثریت غیر ملکیوں کی تھی۔نئی حکومت کی پالیسی تھی کہ جلد از جلد غیر ملکیوں کو فارغ کر دیا جائے اور ان کی جگہ مقامی لوگوں کو مقرر کیا جائے۔اس کے لئے ایک قبل از وقت ریٹائرمنٹ کی سکیم بھی بنائی گئی تھی جس سے غیر ملکیوں نے فائدہ اٹھایا اور وہ ملازمتیں

چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمارے احمدی احباب بھی اس سکیم سے فائدہ اٹھا کر برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ چلے گئے۔ ملک میں حالات بہتر ہونے کے بجائے بگڑتے چلے گئے یہاں تک کہ جان و مال کا بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ 1968ء میں مَیں نے بھی برطانیہ یا کینیڈا جانے کا پروگرام بنالیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنمائی کے لئے لکھا کہ برطانیہ جاؤں یا کینیڈا جاؤں۔ اس کے جواب میں حضور رحمہ اللہ نے لکھا کہ تنزانیہ میں ہی رہنا ہے اور وہاں کی شہریت لے لیں۔ جب میں نے اس ارشاد کا ذکر بعض احباب سے کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے حالات کے بارہ میں تفصیل سے نہیں لکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ نہیں جو حضور کا ارشاد ہے میں اس پر عمل کروں گا۔ چنانچہ میں نے جب برٹش شہریت سے دست بردار ہونے کی درخواست دی تو برٹش ایمبیسی والے بہت حیران ہوئے کہ میں ایسے مخدوش حالات میں برٹش شہریت ترک کر رہا ہوں۔ جب میں نے اپنے محکمہ کو اس کی اطلاع کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور ان کی کوشش سے مجھے تنزانیہ کی شہریت جلد مل گئی۔

ان دنوں برطانیہ اور تنزانیہ کے تعلقات میں کافی تناؤ تھا۔ برطانیہ جنوبی افریقہ کو اسلحہ سپلائی کر رہا تھا اور اس وجہ سے تنزانیہ نے برطانیہ کے ساتھ تعلقات قطع کر لئے تھے۔ اس پر برطانیہ نے مختلف محکموں میں سروس کے لئے جو افسر بھجوائے ہوئے تھے ان سب کو واپس بلا لیا اور بہت سی سینئر پوسٹس خالی ہو گئیں۔ میرے تنزانیہ کے شہری ہونے کی وجہ سے حکومت نے مجھے ایک کالج آف ایجوکیشن میں انگلش ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ لگا دیا۔ میں نے ان کو لکھا کہ یہ پوسٹ میری کوالیفیکیشن سے بالا ہے اس لئے کسی اور کو دیں۔ اس وقت میرے پاس یونیورسٹی ڈگری بھی نہیں تھی۔ انہوں نے لکھا کہ آپ کام شروع کریں باقی ہم دیکھ لیں گے۔ چنانچہ گورنمنٹ نے میرے لئے انگلستان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے سکالرشپ کی کوشش شروع کر دی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی اور ملکی حالات اور زیادہ خراب ہو رہے تھے۔ اور فیملی کا وہاں رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

اس صورت حال میں 1972ء ستمبر میں میری بیگم بچوں کے ساتھ ربوہ تشریف لے گئیں۔ میں بھی 1972ء دسمبر میں چھٹی پر ربوہ اور پھر قادیان بھی گیا۔ قادیان میں ان دنوں عبدالرحمن جٹ

مرحوم ومغفور امیر تھے۔ فجر کی نماز کے بعد میں ان کے ساتھ بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جایا کرتا تھا اور واپسی پر وہ مہمان خانہ میں میرے کمرے میں آ کر کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے ان سے سکالرشپ کے ملنے میں مشکلات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ دعا کرتے ہیں۔ ہم دونوں ہی تھے۔ انہوں نے دعا کرائی اور بعد میں ''مبارک ہو'' کہہ کر چلے گئے۔ فروری 1973ء میں میں واپس تنزانیہ آیا اور دو تین ہفتے بعد سکالرشپ کی منظوری کی اطلاع آ گئی۔ سبحان اللہ والحمدللہ۔ خلیفہ وقت کی اطاعت کا یہ پھل قبولیت دعا کے ایک نشان کے ساتھ حاصل ہوا۔

مئی 1973ء میں مَیں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان آ گیا۔ بچے پاکستان میں تھے۔ مجھے نیوکاسل یونیورسٹی میں بی ایڈ جنرل ڈگری کے لئے داخلہ مل گیا۔ یہ دو سال کا کورس تھا اور اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلا۔ انگریزی میں میں یونیورسٹی میں اول آیا۔ اس پر مجھے ایک سال کے لئے لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے کامن ویلتھ فیلوشپ مل گئی اور میں لندن آ گیا اور ٹیچنگ آف انگلش ڈپلومہ کورس کے لئے داخلہ مل گیا۔ اس سال کے دوران میں نے اپنے طور پر Comparative ایجوکیشن کا ڈپلومہ بھی کر لیا اور بفضلہٖ تعالیٰ بہت اچھے نمبروں پر پاس ہو گیا۔ اچھے نتیجہ کی وجہ سے یونیورسٹی والوں کا اصرار تھا کہ میں ایم اے میں داخلہ لے لوں لیکن اس کے لئے سکالرشپ نہیں مل رہی تھی۔ چنانچہ میں نے واپس تنزانیہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ جب میں تنزانیہ ہائی کمیشن اپنے سفر کے لئے ٹکٹ لینے گیا تو ہائی کمشنر نے کہا کہ کامن ویلتھ انسٹی ٹیوٹ کو ایک کامن ویلتھ فیلو کی ایک سال کے لئے ضرورت ہے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا نام انٹرویو کے لئے بھجوا دیں۔ میں نے خوشی سے یہ آفر قبول کر لی اور انٹرویو بھی کامیاب ہو گیا اور میں نے انسٹی ٹیوٹ میں کام شروع کر دیا۔ اس کام کی باقاعدہ تنخواہ تھی۔ یونیورسٹی کو میں نے اس کا بتایا تو وہ خوش ہوئے اور کہا کہ ایم اے کی کلاسز شام کو لگتی ہیں تم داخلہ لے لو۔ میں نے داخلہ لے لیا۔ صبح 9 سے 4 بجے تک میں انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتا اور 5 بجے سے کلاسز کے لئے یونیورسٹی حاضر ہو جاتا۔ یہ بھی اطاعت خلافت کا ایک پھل تھا۔ اس طرح میں نے ایم اے بھی کر لیا۔ اس سال کے دوران انسٹی ٹیوٹ کے خرچ پر بچے بھی

پاکستان سے لندن آ گئے۔

1977ء کے آخر میں ہم واپس تنزانیہ آ گئے اور میری تقرری یونیورسٹی آف دارالسلام میں ہوئی۔ وہاں جو وائس چانسلر تھے ان کے ساتھ اچھے مراسم ہو گئے۔ 1981ء میں ایک دن انہوں نے مجھے بتایا کہ یو این کا فوڈ اینڈ ایگری کلچر (FAO) ادارہ تنزانیہ کے شہر اروشہ میں ایک Rural Integrated Development For Africa کا سنٹر کھولنا چاہتا ہے۔ اور ان کو اس کے لئے سٹاف کی ضرورت ہے اور میں تمہارا نام دینا چاہتا ہوں۔ اس طرح میں یو این او کی ملازمت میں آ گیا۔ وہاں میں نے تین سال کام کیا۔ یو این والے کام سے بہت خوش تھے اور 1985ء میں انہوں نے مجھے اپنے ہیڈ کوارٹر روم اٹلی میں ملازمت کی آفر کی جو میں نے قبول کر لی۔

1977ء میں جب ہم واپس تنزانیہ آئے تو حالات بدستور خراب تھے۔ بچے بڑے ہو گئے تھے اور ان کی تعلیم کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہو رہا تھا۔ اس پر میں نے بچوں کو واپس لندن بھجوانے کا پروگرام بنایا۔ میری بیگم اور بچوں کے پاکستانی پاسپورٹ تھے اور ان کے لئے ویزا چاہئے تھا۔ میں نے وزیٹر ویزا کے لئے درخواست دی۔ درخواست دے کر میں آ گیا۔ جب ایک ہفتہ کے بعد واپس گیا تو مجھے امیگریشن افسر نے اندر بلایا اور کہا کہ آپ نے وزیٹر ویزا کے لئے درخواست دی ہے لیکن آپ کی بیگم کے لئے یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ سن کر میں پریشان ہوا اور دعا میں لگ گیا وہ کہنے لگا کہ جب آپ نے اپنی برطانوی شہریت ترک کی تھی وہ صرف آپ نے کی تھی آپ کی بیگم نے نہیں کی تھی۔ جب آپ کی شادی ہوئی تھی تو آپ برٹش تھے اور شادی کے ناطہ سے آپ کی بیگم کا بھی برٹش شہریت کا حق بن جاتا تھا جو اب بھی قائم ہے۔ اسلئے وہ برطانیہ میں مستقل رہائش کے لئے درخواست دیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری فیملی کی برطانیہ میں مستقل رہائش کا انتظام کر دیا۔

میں تو تنزانیہ کا شہری تھا اور اس شہریت کا، جو خلیفہ کی اطاعت میں حاصل کی تھی، شیریں پھل کھا رہا تھا۔ اگست 1984ء میں بچے انگلستان آ گئے اور میں اٹلی میں ملازمت کی غرض سے دسمبر 1984ء میں لندن آ گیا۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ لندن تشریف لا چکے تھے۔

حضور سے ملاقات ہوئی اور حضور کو اپنے سارے حالات بتائے اور حضور سے دعائیں لیں۔ اٹلی جانے کی تیاری شروع کی۔ دریں اثنا مجھے کامن ویلتھ آفس سے فون آیا کہ ان کے پاس میرے لئے ایک پوزیشن ہے جو ایک ملک 'طوالو' میں ہے۔ میں نے یہ نام کبھی پہلے نہیں سنا تھا۔ لائبریری سے اٹلس منگوا کر دیکھا تو بحرالکاہل میں ایک نقطہ نظر آیا اور قطعاً کوئی دلچسپی پیدا نہ ہوئی اور ہماری طرف سے یہ بات ہنسی مذاق میں ختم ہوگئی۔ اگلی ملاقات میں جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے اس کا ذکر ہوا تو حضور نے 'طوالو' کا نام سن کر بہت دلچسپی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ چند دن قبل حضور کی خدمت میں کسی نے لکھا تھا کہ یہ جزیرہ سو فیصد عیسائی ملک ہے، آپ وہاں مبلغ بھجوائیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کا کرنا ہے کہ آپ کے وہاں جانے کا سبب بن گیا ہے۔ آپ روم کو چھوڑیں اور طوالو جائیں اور مبلغ بن کر جائیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور میں اپنے عزیز از جان خلیفہ کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے فوری طور پر تیار ہوگیا اور روم جانے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ یو این او اور پھر کامن ویلتھ میں ملازمت ملنا بھی اطاعت کا پھل تھا۔ کیونکہ ان عالمی اداروں میں ملازمتوں کے لئے ہر ممبر ملک کے لئے ایک کوٹہ مختص ہوتا ہے۔ اگر میری شہریت برٹش ہوتی تو میرے لئے ان اداروں میں ملازمت کا ملنا قریباً ناممکن تھا لیکن تنزانیہ کی شہریت کی وجہ سے ہی یہ مواقع نصیب ہوئے۔ فالحمدللہ۔

مارچ 1985ء میں میں طوالو آ گیا اور یہ ملک 99 فیصد عیسائی تھا۔ چند ایک بہائی تھے لیکن مسلمان کوئی نہ تھا۔ ملک کا سرکاری طور پر مذہب بھی عیسائیت تھا۔ طوالو 9 جزائر پر مشتمل آزاد ملک تھا لیکن ملکہ برطانیہ اس کی ہیڈ آف سٹیٹ تھی۔ میرے وہاں پہنچنے کے چند دن بعد چیف سیکرٹری نے مجھے بلایا اور کہا کہ ان کے علم میں ہے کہ میرا مذہب اسلام ہے لیکن چونکہ ملک کا مذہب عیسائیت ہے اس لئے مجھے مذہبی معاملات میں قطعاً دخل اندازی کی اجازت نہیں اور نہ ہی اسلام کی تبلیغ کی۔ اس سے مجھے فکر ہوئی کہ آیا تو بطور مبلغ ہوں اور یہاں صورت حال کچھ اور ہی ہے لیکن چونکہ خلیفہ وقت کی اطاعت میں آیا تھا اس لئے دعا کی طرف بہت توجہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی لوگوں کو میری

طرف متوجہ کر دیا اور آہستہ آہستہ بیعتیں ہونا شروع ہو گئیں۔ یہ سب اطاعت کے کرشمے تھے۔ میں وہاں دو سال کے کنٹریکٹ پر گیا تھا۔ جب دو سال پورے ہونے کو تھے تو حضور کی طرف سے ہدایت آئی کہ مسجد کیلئے زمین خریدیں۔ اس لئے وہاں مزید ٹھہرنے کی ضرورت تھی۔ سرکاری کام جو میرے سپرد تھا وہ بہت اچھا ہو رہا تھا اور حکومت چاہتی تھی کہ میں مزید وہاں ٹھہروں اور پروجیکٹ کو مکمل کر کے جاؤں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کنٹریکٹ میں مزید دو سال کی توسیع کرا دی اور وہاں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ اس دوران تراجم کے کام بھی شروع ہو گئے مقامی طوالو زبان میں، خاص طور پر قرآن مجید کا ترجمہ۔ جب چار سال پورے ہونے کو تھے تو قرآن مجید کا کام ابھی باقی تھا۔ حکومت بھی نہیں چاہتی تھی کہ میں واپس جاؤں حالانکہ پارلیمنٹ میں چرچ والوں نے بہت شور مچایا کہ اس کو واپس بھیجیں۔ یہ ہمارے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ لیکن وزیر اعظم نے کہا کہ لوگ خود اس کے پاس جاتے ہیں یہ کسی کے گھر جا کر تبلیغ نہیں کرتا۔ چنانچہ میرا کنٹریکٹ چار سال سے چھ سال کا ہو گیا اور اللہ کے فضل سے قران مجید کا طوالو زبان میں ترجمہ شائع ہو گیا۔ حضور کی دعاؤں اور رہنمائی سے احمدیت کا پیغام اردگرد کے جزائر ممالک تک پہنچ گیا اور ضرورت تھی کہ ان ملکوں میں جا کر روابط قائم کئے جائیں۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ یو این ڈی پی میرے پروجیکٹ سے بہت متاثر ہوئی اور انہوں نے مزید چار سال کے لئے مجھے ریجین میں کام کرنے کے لئے بطور کنسلٹنٹ رکھ لیا اور 14 جزائر ممالک میں جانے اور پیغام پہنچانے کی توفیق ملی۔ یہ سب اطاعت کی برکتیں تھیں۔

جب مستقل طور پر لندن واپس آنے کا پروگرام بن گیا تو طوالو کے پرائم منسٹر نے ذاتی طور پر میرے گھر آ کر کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں یو کے میں طوالو کے مندوب کی حیثیت میں کام کروں بطور آنریری کونسل۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور انعام تھا کہ ایک عیسائی ملک ایک احمدی کو اپنے ملک کا نمائندہ بنا رہا ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ۔ طوالو کی نمائندگی کا اعزاز ابھی تک قائم ہے۔ پیسیفک ریجین کے جزائر ممالک میں مَیں نے جو کام کیا تھا وہ بہت پسند کیا گیا اور میرے بارہ میں کامن

ویلتھ کو بہت اچھی رپورٹس موصول ہوئیں جو ہیڈ آف کامن ویلتھ ملکہ الزبتھ کو بھی پیش کی گئیں اور جون 1998ء میں مجھے ملکہ کی طرف سے OBE کا اعزاز دیا گیا۔ یعنی Officer Of The Excellent Order Of The British Empire۔ یہ اعزاز محض خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کی وجہ سے حاصل ہوا۔ اطاعت کی برکت سے تنزانیہ میں ایک معمولی سی حیثیت میں کام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے دنیوی لحاظ سے ایک اعلیٰ مقام پر لا کھڑا کیا۔

لندن آنے کے بعد دینی لحاظ سے بھی ترقی کی منازل طے کرنے کی توفیق ملی۔ حالانکہ دینی لحاظ سے نہ میں کوئی علم رکھتا ہوں اور نہ ہی کوئی خاص تجربہ۔ آتے ہی شعبہ تبلیغ کے ساتھ کام کی توفیق ملی۔ قضاء بورڈ کے قاضی اور پھر قائمقام صدر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ انصار اللہ کے قائد تبلیغ اور پھر صدر انصار اللہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ یوکے کی امارت نصیب ہوئی۔ مرکزی مجلس افتاء کا اعزازی رکن رہا اور خدمات کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ چل رہا ہے اور اللہ کرے تا دمِ آخر چلتا رہے۔ اب طاہر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر، ورلڈ میڈیا فورم کے ڈائریکٹر، ایم ٹی اے کے بورڈ کے ممبر اور انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت میں خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔ لیکن جہاں بھی رہا تنزانیہ کی شہریت کو برقرار رکھا اور پاسپورٹ بھی تنزانیہ کا تھا۔ جب لندن آ گیا تو یورپ میں جہاں کہیں بھی جانا ہوتا تھا ویزا لینا پڑتا تھا۔ لیکن مجھے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن خلافت رابعہ کے دور میں ایک دفعہ حضور کے ارشاد پر ہالینڈ جانا تھا۔ اس کے لئے ویزا میں چند دن لگ گئے۔ ایک دن حضور نے دیکھا تو فرمایا واپس آ گئے ہیں۔ جب بتایا کہ ابھی تو گیا ہی نہیں۔ ویزا لگ کر نہیں آیا۔ فرمایا اب تو لندن میں رہنا ہے۔ یہاں کی شہریت لے لیں۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں یوکے کی شہریت کے لئے درخواست دی اور اللہ کے فضل سے وہ منظور ہوگئی لیکن اطاعت کی برکات ساتھ رہیں۔

خلافت خامسہ کے دور میں بھی ہر وقت یہی احساس رہتا ہے کہ حضور کے ہر ارشاد اور ہدایت پر فوری عمل ہو اور اللہ تعالیٰ صحیح رنگ میں اطاعت کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے اس اطاعت کا ایک اور نشان ظاہر فرمایا ہے کہ اس عاجز کو ملکہ برطانیہ کی طرف سے امسال

**(Knight Commander Of**

**The Excellent Order Of The British Empire)**

یعنی KBE کا اعزاز ملا ہے جس کا خطاب 'سر' ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کے اعلیٰ ترین اعزازات سے نوازا محض اور محض اطاعت کی برکت سے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعت کی اہمیت اور برکات کو سمجھنے اور ان پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عاجز

افتخار احمد ایاز

لندن

○○

# تعارف

## محترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب

## ازطرف: محترم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر -لندن

آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں تنزانیہ تشریف لے گئے۔ ثانوی تعلیم وہاں حاصل کی۔ بعدہٗ کامن ویلتھ فیلوشپ پر انگلستان اعلیٰ تعلیم کیلئے گئے۔ وہاں نیوکیسل یونیورسٹی سے بی ایڈ جنرل کی ڈگری حاصل کی اور پھر لندن سے پوسٹ گریجوایٹ ڈپلومہ اِن ٹیچنگ آف انگلش اور ڈپلومہ اِن کمپیریٹو ایجوکیشن حاصل کرنے کے بعد آپ نے یونی ورسٹی آف لندن سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں امریکہ سے ہیومن ڈیویلپمنٹ میں پی ایچ ڈی کی۔ تنزانیہ میں قیام کے دوران مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ خاص طور پر ویسٹرن ریجن میں جماعت کے قیام اور استحکام کیلئے۔ بحرالکاہل کے جزائر طوالو میں احمدیت کا پودا لگانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعدہٗ قرآن کریم کا طوالو زبان میں ترجمہ مکمل کرا کے شائع کروایا۔ وہاں مسجد احمدیہ اور مشن ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اعزازی مبلغ کے خطاب سے نوازا۔ طوالو کے بعد بحرالکاہل کے دیگر جزائر ممالک میں احمدیت کے پودے لگانے کی توفیق ملی۔ 1996ء میں انگلستان آنے پر بطور آنریری کانسل جنرل آف طوالو تقرری ہوئی۔ انگلستان میں جماعت کے شعبہ تبلیغ کے ساتھ منسلک ہوئے۔ پھر بحیثیت قائد تبلیغ مجلس انصاراللہ خدمت کی اور پھر بطور صدر مجلس انصار اللہ یوکے خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ جماعت احمدیہ یوکے کے امیر بھی رہے۔ قضاء بورڈ یوکے کے ممبر اور قائم مقام صدر رہے۔ مرکزی مجلس افتاء کے اعزازی رکن بھی

رہے اور جماعت یو کے کے سیکرٹری امور خارجہ کی خدمت بھی سپرد ہوئی۔اب انٹرنیشنل ہیومن رائٹس کمیٹی کے صدر ہیں۔احمدی ریفیوجیز اور اسائلم کے متلاشی احمدیوں کی خدمت کا خاص موقعہ مل رہا ہے۔آپ وکالت تصنیف کی انگریزی تراجم کی ٹیم میں شامل ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر کئی بزرگان سلسلہ کی کتابوں کے انگریزی تراجم ریویو کر چکے ہیں۔آپ طاہر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر ہیں نیز ورلڈ میڈیا فورم انٹرنیشنل کے بھی ڈائریکٹر ہیں۔ہیومن رائٹس میں خصوصی دلچسپی ہے۔ کامن ویلتھ کے ہیومن رائٹس یونٹ اور یو این ہیومن رائٹس کونسل کے ساتھ منسلک ہیں۔ایمنیسٹی انٹرنیشنل کے ممبر ہیں۔اسی طرح اور کئی انٹرنیشنل اور ریجنل اداروں کے ساتھ انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

آپ ایک اچھے مقرر اور نثر نگار ہیں۔آپ کی تقاریر، مضامین اور انٹرویوز انٹرنیٹ پر اور مختلف رسالہ جات اور اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔آپ کی تصنیف 'وقف زندگی کی اہمیت اور برکات' بہت پسند کی گئی ہے اور وقف زندگی کے انسائیکلوپیڈیا کا مقام دیا گیا ہے۔اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے اور اس کا فرنچ ترجمہ بھی عنقریب شائع ہو رہا ہے۔اس کا عربی زبان میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے۔اور اس کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے کہ اسے سارے جامعات میں بھجوایا جائے اور سب اس کے مطالعہ سے فائدہ اُٹھائیں۔اطاعت کی اہمیت اور برکات آپ کی پانچویں کتاب ہے جو منظر عام پر آرہی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور ان کے بابرکت نتائج مرتب ہوں۔

آپ نے ملازمت کی ابتدا بطور ٹیچر تنزانیہ سے کی۔ بہت تیزی سے ترقیات کی منازل طے کیں۔ٹیچر سے ایجوکیشن افسر، انسپکٹر آف سکولز، چیرمین ٹیچر ایجوکیشن بورڈ کے عہدوں پر بھی کام کیا۔پھر انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اور یونیورسٹی آف دارالسلام میں سینئر لیکچرار کے عہدے پر کام کیا۔ بعدہٗ یو این او کے ادارہ FAO کے سینٹر برائے انٹیگریٹڈ رورل ڈیویلپمنٹ فار افریقہ (CIRD AFRICA) کے ساتھ کام کیا۔پھر کئی سالوں تک کامن ویلتھ اور یو این ڈی پی اور یونیسکو کے ساتھ فیلڈ

ایکسپرٹ اور مشیر کی حیثیت سے خدمت کا موقع ملا۔

آپ کی حسن کارکردگی، علمی قابلیت اور انسانیت کی خدمت کیلئے خاص شوق اور ولولہ کو مختلف ممالک، اداروں، یونیورسٹیز اور تنظیموں کی طرف سے متعدد اعزازات کی صورت میں تسلیم کیا گیا۔ان میں سے چند ایک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ملکہ برطانیہ کی طرف سے او بی ای اور کے بی ای کے اعزاز جن کے ساتھ سر کا خطاب ہے علاوہ ازیں جماعت احمدیہ کی طرف سے انسانیت کی ممتاز خدمات کا ایوارڈ بھی حاصل کیا ہے۔چند دوسرے اعزازات میں الفریڈ آئن سٹائن نوبل میڈل فار پیس، اعزازی ڈاکٹریٹ ان ایجوکیشن، ایمبیسڈر آف پیس، مین آف دی ائیر 2009ء ان ہیومن رائٹس۔انڈیا کی طرف سے ہند رتن اور نو رتن کے گولڈ میڈل، پاکستان کی طرف سے رول ماڈل آف دی ائیر 2016ء، ورلڈ نیشنز کانگریس کے سینیٹر اور امریکن بائیو گرافیکل انسٹی ٹیوٹ کے ڈپٹی گورنر۔حال ہی میں کیمبرج یونی ورسٹی کی طرف سے ایمبیسڈر آف نالج کا اعزاز۔اسی طرح 21ویں صدی کے گریٹ مائنڈز اور دنیا کی فیض رسان شخصیات میں آپ کو شامل کیا گیا ہے۔فالحمد لله علیٰ ذالك۔ الهم زد و بارك۔

○○